نَعَمْ عذابُ القبرِ حقٌّ

ہاں عذابِ قبر حق ہے (بخاری)

عذابِ قبر

کتاب و سُنّت کی روشنی میں
منکرینِ عذابِ قبر کے اعتراضات کے مدلّل اور مسکت جوابات

تالیف

مُحَمّد اَرشد کمال

نظرِثانی

اَبُو جابر عبداللہ دامانوی

مکتبہ اسلامیہ

نعم عذابُ القبرِ حق
ہاں عذابِ قبر حق ہے (بخاری)

عذابِ قبر

کتاب و سنت کی روشنی میں
منکرینِ عذابِ قبر کے اعتراضات کے مدلل اور مسکت جوابات

تالیف

محمد ارشد کمال

نظرثانی

ابو جابر عبداللہ دامانوی

مکتبہ اسلامیہ

کتاب .... عذابِ قبر
تالیف .... محمد اَرشد کمال
نظرثانی .... اَبوجابر عبداللہ دامانوی
ناشر .... محمد سرور عاصم
ڈیزائننگ .... مکتبہ اسلامیہ پرنٹرز
اشاعت .... اکتوبر 2006ء
قیمت ....

ملنے کا پتہ

مکتبہ اسلامیہ

لاہور بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار فون: 042-7244973

فیصل آباد بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204

فہرست

بسم الله الرحمن الرحيم

مقدمہ

عقیدہ عذاب القبر اور منکرین حدیث

عذابِ قبر کا عقیدہ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا انکار گویا قرآنِ کریم ہی کا انکار ہے۔ کوئی شخص اگر سورج کے وجود ہی کا انکار کردے تو اس کی عقل پر صرف ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عذابِ قبر کے ثبوت کے لیے احادیث اس کثرت سے مروی ہیں کہ جن کا کوئی شمار ہی نہیں۔ احادیث متواترہ کا انکار کفر والحاد کی راہ کے علاوہ انسان کو کسی دوسرے راستے کی طرف نہیں لے جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس عقیدہ کا انکار ہمیشہ باطل پرستوں نے ہی کیا ہے، جب کہ صحیح العقیدہ اہل علم نے ہر دور میں ایسے باطل پرستوں کا مقابلہ کرتے ہوئے انھیں ہزیمت سے دوچار کیا ہے، ذلت ورسوائی ہر دور میں ایسے لوگوں کا مقدر بنی ہے۔

﴿ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ [1]

واضح رہے کہ عذابِ قبر کے عقیدہ کا اثبات اہل سنت والجماعت کے علماء نے ہر دور میں کیا ہے۔ چناں چہ اسی سلسلہ میں بعض علماء کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

جناب ابن ابی العزا الحنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''شرح العقیدۃ الطحاویہ'' میں لکھتے ہیں:

''وقد تواترت الاخبار عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثبوت عذاب القبر، ونعیمۃ لمن کان لذلک اھلا، وسوال

---

[1] ۲/ البقرۃ: ۸۵

الملكين، فيجب اعتقاد ثبوت ذلك، والايمان به ولا نتكلم فی کیفیته اذ لیس للعقل وقوف علی کیفیته لکونه لا عهد له به فی هذا الدار، والشرع لا یاتی بما تحیله العقول ولکنه قد یاتی بما تحار فیه العقول، فان عود الروح الی الجسد لیس علی الوجه المعهود فی الدنیا، بل تعاد الروح الیه اعادة غیر الاعادة المالوفة فی الدنیا......"

"اور تحقیق رسول اللہ ﷺ سے عذاب القبر اور نعیم القبر اور قبر میں فرشتوں کے سوال کے متعلق تواتر کے ساتھ احادیث مروی ہیں اس شخص کے لیے جو اس کا مستحق ہو، ان پر اعتقاد رکھنا اور ان پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ البتہ ان کی کیفیت کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہیں گے اس لیے کہ عقل ان کی کیفیت معلوم کرنے سے قاصر ہے اور اس جہان میں اس کا علم ممکن نہیں نیز شریعت ایسی باتوں کا ذکر نہیں کرتی جس کو عقلیں محال سمجھتی ہیں، البتہ ایسی باتوں کا ذکر کرتی ہے جس میں عقلیں حیران ہوتی ہیں، ظاہر ہے کہ روح کا جسم میں واپس آنا اس طرح کا نہیں ہے جس طرح دنیا میں معروف ہے بلکہ روح کا اعادہ اس اعادہ کے خلاف ہے جو دنیا میں معلوم ہے۔" [1]

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" وقال حنبل: قلت لابی عبد اللّٰه فی عذاب القبر فقال: هذه احادیث صحاح، نؤمن بها، ونقربها، کلما جاء عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اسناد جید اقررنا به، اذا لم نقر بما جاء به رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ودفعناه ورددناه علی اللّٰه امرهٗ قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿ وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ﴾ قلت لهٗ، وعذاب القبر حق؟ قال: حق یعذبون فی القبور، قال وسمعت ابا عبد اللّٰه

---

[1] [ص: ٤٥٠، ٤٥١]

یقول: نؤمن بعذاب القبر، وبمنکر ونکیر، وان العبد یسال فی قبرہ، یثبت اللّٰہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ، فی القبر "

"اور امام حنبل (بن اسحٰق بن حنبل شیبانی) کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوعبداللہ (احمد بن حنبل) سے عذاب القبر کے بارے میں پوچھا، انھوں نے فرمایا: عذاب القبر کے بارے میں احادیث صحیحہ موجود ہیں جن پر ہمارا ایمان ہے، اور جن پر ہم ثابت قدم ہیں جب بھی نبی ﷺ سے اسناد جید کے ساتھ احادیث ہم تک پہنچیں گی ان پر ایمان رکھنا ضروری ہے کیوں کہ اگر ہم ایسی احادیث کو ٹھکرا دیں گے تو (گویا) اللہ تعالیٰ کے حکم کو ٹھکرا دیں گے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "رسول اللہ ﷺ تمھیں جو کچھ دے اسے لے لو۔"

میں نے عرض کیا کہ کیا عذاب القبر حق ہے؟ انھوں نے فرمایا: جی ہاں! حق ہے، وہ قبروں میں عذاب دیے جاتے ہیں، اور میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: "ہم عذاب القبر پر اور منکر نکیر پر ایمان رکھتے ہیں اور اس بات پر بھی کہ بندہ سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے۔ اور آیت ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ﴾ (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت کے ذریعے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے) قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔" ❶

حافظ ربانی ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے تمام اہل السنۃ سے عذاب القبر کا اثبات نقل کیا ہے۔ ❷

اور صاحب شرح العقیدۃ الطحاویہ لکھتے ہیں:

---

❶ [کتاب الروح، ص: ۸۰]

❷ [فتح الباری، ج: ۳، ص: ۱۸۰]

" وذهب الی موجب هذا الحدیث جمیع اهل السنة والحدیث، وله شواهد من الصحیح "

"تمام اہل سنت اور اہل الحدیث اس حدیث کے قائل ہیں اور اس حدیث کے صحیح شواہد بھی موجود ہیں۔" ❶

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم: ان مذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر، وقد تظاهرت علیه دلائل الکتاب والسنة، قال اللّٰه تعالٰی: ﴿ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ...... الایة ﴾ وتظاهرت به الاحادیث الصحیحة عن النبی من روایة جماعة من الصحابة فی مواطن کثیرة، ولا یمتنع فی العقل ان یعید اللّٰه تعالٰی الحیاة فی جزء من الجسد ویعذبه، واذا لم یمنعه العقل، و ورد الشرع به وجب قبوله واعتقاده ......

"جان لے! کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ قبر کا عذاب حق ہے، اور اس پر کتاب وسنت کے واضح دلائل موجود ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "آگ ہے کہ جس پر وہ (فرعونی) صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں۔" اور نبی ﷺ سے عذابِ قبر کے سلسلہ میں بہت سی احادیث صحیحہ موجود ہیں جنہیں صحابہ کرام کی ایک جماعت نے بہت سے موقعوں پر بیان کیا ہے۔ اور عقل بھی اس بات کو محال نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ جسم کے کسی جزء میں زندگی لوٹا دے اور اس کو سزا دے، اور جب عقل بھی اس کو ممتنع نہیں سمجھتی اور شرع میں بھی اس کا ثبوت موجود ہے تو اس کو قبول کرنا اور اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔" ❷

موجودہ دور میں بھی بعض فرقوں نے عذاب قبر کا انکار انتہائی شدت سے کیا ہے، اور

---

❶ ص:۳۴۷، بتحقیق احمد شاکر، طبع مکتبة الریاض الحدیثة بالریاض

❷ شرح صحیح مسلم: ۲/ ۳۸۵۔ ۳۸۶

اس سلسلہ میں مفت کتابیں شائع کر کے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی زبردست کوشش ہے۔
ان فرقوں میں سے ایک فرقے نے قیامت سے پہلے ہر قسم کے عذاب کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ ان کا نکتہ نظر یہ ہے کہ قیامت کے دن حساب وکتاب کے بعد ہی جزا وسزا کا سلسلہ قائم ہوگا اور قیامت سے پہلے کسی قسم کا کوئی عذاب وثواب انسان کو نہیں ہوسکتا، اسی سلسلے کا اس فرقے نے ایک کتابچہ ''عذابِ قبر قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک مکمل جائزہ'' شائع کیا ہے۔ یہ کتابچہ انجمن احباب کراچی کا شائع کردہ ہے، جس میں ''آپ کا ایک خیر خواہ بھائی'' کا تعاون بھی شامل ہے، اور یہ کسی محمد فاضل نامی شخص کا لکھا ہوا ہے۔ موصوف عذابِ قبر کے سلسلہ میں یوں اظہارِ خیال فرماتے ہیں:

''عذابِ قبر یا برزخ کا معاملہ ایسے عقائد ہیں جن کا قرآن میں ادنیٰ سا اشارہ بھی نہیں ہے بلکہ بار بار حشر کے دن فیصلہ کیے جانے کے بعد بدلہ دیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے عذابِ قبر کی ہر بات، چاہے وہ کسی کی بھی ہو، خود بخود جھوٹ اور غلط ثابت ہو جاتی ہے، ایسی غلط وجھوٹ بات کا ماننا دراصل قرآن کو غلط وجھوٹ قرار دینے کے ہم معنی ہے۔'' [1]

اس عبارت کو پڑھیں اور موصوف کی جہالت کا اندازہ لگائیں، دراصل یہ منکرین حدیث ناظرہ قرآنِ کریم بھی پڑھے ہوئے نہیں ہوتے، اور صرف اردو ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ پوری کتاب موصوف کی جہالت کا شاہکار ہے۔

قیامت سے پہلے عذاب کا ذکر قرآنِ کریم کی متعدد آیات سے ثابت ہے۔ چناں چہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَوْ لَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۝ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴾ [2]

---

[1] عذابِ قبر، ص: ۱۰

[2] ۱۷/ بنیٓ اسرآئیل: ۷۴، ۷۵

''حیات کا الٹ اور متضاد ممات ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زندگی میں بھی اور حالت موت میں بھی عذاب کا ذکر فرمایا ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ حالت موت میں بھی عذاب کا ہونا بالکل ممکن ہے، موصوف کے جھٹلانے اور انکار کرنے سے یہ اٹکل حقیقت بدل نہیں سکتی۔ موصوف کو قرآنِ کریم میں ادنیٰ سا اشارہ بھی نہ مل سکا اس لیے کہ وہ خود بھی جاہل مطلق ہے اور کسی جاہل استاد کا شاگرد ہے۔ اگر اس نے قرآنِ کریم کسی متبع سنت عالم سے پڑھا ہوتا تو وہ کبھی بھی ایسی الٹی سیدھی نہ ہانکتا، لیکن اس کی عبارت پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف قرآنِ کریم کی راہ سے بھی بہت بھٹک چکا ہے اور گمراہی کے کسی عمیق غار میں جا پڑا ہے۔''

دوسری آیت

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ ❶

''کاش تم دیکھ سکو! کہ جب ظالم موت کی سختیوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں: لاؤ نکالو اپنی جانیں، آج تمھیں ذلت کے عذاب کا صلہ دیا جائے گا، اس لیے کہ تم اللہ کے ذمہ ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔''

موصوف اس آیت میں تحریف معنوی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اَلْیَوْمَ کا لفظ قیامت اور حشر کے لیے متعدد جگہ استعمال ہوا ہے۔ ❷ حالاں کہ یہاں عین موت کے وقت کے عذاب کا ذکر ہو رہا ہے، اور قبض روح کے وقت کو اَلْیَوْمَ سے تعبیر کیا جا رہا ہے کہ آج قبض روح کے

---

❶ ٦/ الانعام: ٩٣

❷ [ص:١٨]

دن تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کاش کہ تو ان ظالموں کو سکرات موت کی حالت میں دیکھتا جب کہ فرشتوں کے ہاتھ ان کی طرف بڑھ رہے ہوں گے اور وہ مار پیٹ کر رہے ہوں گے۔ یہ محاورہ مار پیٹ سے ہے، جیسے ہابیل، قابیل کے قصے میں ﴿لَئِنۡ بَسَطۡتَّ اِلَیَّ یَدَکَ ❶﴾ ہے۔ اور آیت میں ﴿وَیَبۡسُطُوۡۤا اِلَیۡکُمۡ اَیۡدِیَهُمۡ وَاَلۡسِنَتَهُمۡ بِالسُّوۡٓءِ ❷﴾ ہے، ضحاک اور ابوصالح نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

خود قرآن کی آیت میں ﴿یَضۡرِبُوۡنَ وُجُوۡهَهُمۡ وَاَدۡبَارَهُمۡ ❸﴾ موجود ہے، یعنی کافروں کی موت کے وقت فرشتے ان کے منہ پر اور کمر پر مارتے ہیں۔ یہی بیان یہاں ہے کہ فرشتے ان کی جان نکالنے کے لیے انہیں مار پیٹ کرتے ہیں اور کہتے ہیں اپنی جانیں نکالو۔ ❹

دوسرے مقام پر اس بات کی مزید وضاحت کی گئی ہے:

﴿وَلَوۡ تَرٰۤی اِذۡ یَتَوَفَّی الَّذِیۡنَ کَفَرُوا ۙ الۡمَلٰٓئِکَةُ یَضۡرِبُوۡنَ وُجُوۡهَهُمۡ وَاَدۡبَارَهُمۡ ۚ وَذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ﴾ ❺

"کاش تم دیکھ سکتے! کہ جب فرشتے ان لوگوں کی روحیں قبض کرتے ہیں، جنھوں نے کفر کیا ہے۔ وہ ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مار مارتے ہیں، اور کہتے ہیں: اب چکھو آگ کے عذاب کا مزہ۔" نیز ملاحظہ فرمائیں سورۃ محمد آیت ۲۷

اس وضاحت سے ثابت ہوگیا کہ یہ عذاب قبض روح کے وقت ہوتا ہے، اور موصوف

---

❶ [۵/ المائدة: ۲۸]

❷ [۶۰/ الممتحنة:۲]

❸ [۸/ انفال: ۵۰]

❹ تفسیر ابن کثیر اردو جلد:۲، ص:۲۶۳۔ طبع مکتبہ قدوسیہ، لاهور

❺ ۸/ انفال: ۵۰

قیامت کے دن کی آیات کو درمیان میں لا کر اس مسئلہ کو الجھانا چاہتے ہیں۔ موصوف کو غالباً یَوْمَ اور اَلْیَوْمَ کا فرق بھی معلوم نہیں ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ❶﴾ ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔''

کیا اس آیت کا یہ مطلب ہوگا کہ قیامت کے دن یہ دین مکمل ہوگا؟ بہر حال یہ جہالت اور جھوٹ کی انتہا ہے، کیوں کہ موصوف نے قیامت سے پہلے کے عذاب کو جھوٹ قرار دیا تھا۔ اب جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بات کہے یا جھوٹا بہتان باندھے اس کا صلہ کیا ہوگا؟

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ط اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ❷

''اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے، یقیناً ظالم فلاح نہیں پاتے۔''

موصوف یوم الست کے متعلق وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ اقرار روحوں سے نہیں بلکہ ذریت آدم (آدم کی اولاد یعنی جسم و جان کے مرکب) سے لیا گیا۔'' ❸

دنیا میں آنے سے پہلے جسم پیدا ہی نہیں ہوا تھا، صرف روحیں موجود تھیں لیکن موصوف نے ان روحوں کو جسم و جان بھی عنایت کر دیے۔ حاشیے میں لکھتے ہیں:

موت کے بعد کوئی زندگی نہیں بلکہ فنا ہو کر انسان عدم میں چلا جاتا ہے۔ ❹ اور حرف اوّل میں لکھا ہے: ''اس طرح تیسری زندگی کا کوئی تصور اسلام پیش نہیں کرتا، ایک لامتناہی عرصہ ہے جو دنیاوی موت اور قیامت کی زندگی کے درمیان ہے اور وہ برزخ ہے، جس کا حال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔'' آگے لکھتے ہیں:

---

❶ ٥/ المائدة: ٣

❷ ٦/ الانعام: ٢١

❸ ص: ١١

❹ ص: ١٢

''اور درمیانی عرصہ ایک گہری طویل نیند ہے۔ ❶ صفحہ نمبر ۱۳ کا عکس ملاحظہ فرمائیں:

الانعام ۹۳: اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان گھڑے، یا کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے، درآں کہ اس پر کوئی وحی نازل نہ کی گئی ہو۔ یا جو اللہ کی نازل کردہ چیز کے مقابلہ میں کہے کہ میں بھی ایسی چیز نازل کر کے دکھادوں گا؟ کاش تم ظالموں کو اُس حالت میں دیکھ سکو جب کہ وہ سکرات موت میں ڈبکیاں کھا رہے ہوتے اور فرشتے ہاتھ بڑھا بڑھا کر کہہ رہے ہوتے ہیں: ''لاؤ نکالو اپنی جان، آج تمھیں ان باتوں کی پاداش میں ذلت کا عذاب دیا جائے گا جو تم اللہ پر تہمت رکھ کر ناحق بکا کرتے تھے اور اُس کی آیات کے مقابلہ میں سرکشی دکھاتے تھے۔''

الانفال ۵۰: کاش تم اس حالت کو دیکھ سکتے جب کہ فرشتے مقتول کافروں کی روحیں قبض کر رہے تھے، وہ اُن کے چہروں اور اُن کے کولہوں پر ضربیں لگاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے: ''لو اب جلنے کی سزا بھگتو۔''

النحل ۲۸: ہاں اُنھی کافروں کے لیے جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہوئے جب ملائکہ کے ہاتھوں گرفتار ہوتے ہیں تو (سرکشی چھوڑ کر) فوراً ڈگیں ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ''ہم تو کوئی قصور نہیں کر رہے تھے'' ملائکہ جواب دیتے ہیں کہ کیسے نہیں کر رہے تھے؟ اللہ تمہارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے۔''

۳۲: وہ متقین جن کی روحیں پاکیزگی کی حالت میں جب ملائکہ قبض کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ''سلام ہو تم پر، جاؤ جنت میں اپنے اعمال کے بدلے۔''

محمد ۲۷: پھر اُس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے اُن کی روحیں قبض کریں گے اور اُن کے منہ اور پٹھوں پر مارتے ہوئے انھیں لے جائیں گے۔

یٰسٓ ۲۶: (آخر کار ان لوگوں نے اُسے قتل کر دیا اور) اِس شخص سے کہہ دیا گیا کہ ''داخل ہو جا جنت میں'' اُس نے کہا ''کاش میری قوم کو یہ معلوم ہوتا کہ میرے رب نے کس چیز کی بدولت میری مغفرت فرمادی۔''

المومن ٤٦: دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے صبح و شام وہ پیش کیے جاتے ہیں اور جب

---

❶ ص:۳

قیامت کی گھڑی آ جائے گی تو حکم ہوگا کہ آلِ فرعون کو شدید تر عذاب میں داخل کرو۔ ❶

اوپر جو کچھ کہا گیا ہے یہ اس کی نفی کر رہا ہے، بلکہ ایک مقام پر ارشاد ہے:

﴿ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ۭ وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴾ ❷

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کے پاس موت آئے گی تو وہ کہے گا: میرے رب! مجھے واپس (دنیا میں) بھیج دے۔ تاکہ میں نیک عمل کروں اس (زمانے) میں جو میں چھوڑ آیا ہوں، (اللہ فرمائے گا) بالکل نہیں، یقیناً وہ تو ایک بات ہے جو وہ بول رہا ہے۔ ان کے پیچھے برزخ ہے اس دن تک جب ان کو دوبارہ اٹھایا جائے گا۔''

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنے والا اللہ تعالیٰ سے مہلت طلب کرتا ہے کہ اسے دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ اس کی اس تمنا کو رد کر دیتا ہے۔ اور یہ مکالمہ قیامت کے قائم ہونے سے پہلے موت کے وقت ہی ہوتا ہے، کیوں کہ اس آیت کے الفاظ ﴿ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴾ اس پر دلالت کر رہے ہیں۔

موصوف آخرت کے معاملات کو دنیا پر قیاس کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اور فیصلے سے پہلے سزا دینا دنیا میں بھی ایک سنگین جرم مانا جاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ انسان کے تمام اعمال سے باخبر ہے، بلکہ انسان کے پیدا ہونے سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ کون شقی ہے اور کون سعید، کون صالح ہے اور کون نافرمان۔ وہ اگر کسی کو سزا دیتا ہے تو عدل وانصاف کے ساتھ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ لہٰذا قیامت کے دن سے پہلے بھی نافرمانوں کا عذاب میں مبتلا ہونا اللہ تعالیٰ کا عین انصاف ہے۔ دراصل جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو موت کے وقت فرشتے اس کے جسم سے روح کو قبض کر لیتے

---

❶ صفحہ ۱۳ کی عبارت ختم ہوئی۔

❷ ۲۳/ المؤمنون: ۹۹، ۱۰۰

ہیں، جسم اور روح کی اسی جدائی کا نام موت ہے، اور ہر صالح انسان کی روح کو جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے جب کہ نافرمانوں کی ارواح جہنم میں چلی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں: النحل آیت ۳۲، یٰسٓ آیت ۲۶، ۲۷، الفجر آیت ۲۷ تا ۳۰، نوح آیت ۲۵، النحل آیت ۲۸، الانعام آیت ۹۳۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جب انسان کو دوبارہ زندہ کرے گا، روح جسم میں داخل ہو جائے گی تو اس وقت مکمل انسان کو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق، نیک کو اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں اور نافرمان کو اس کے بائیں ہاتھ میں دے دے گا، پھر صالح انسان کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور نافرمان کو جہنم میں۔ یہ معاملہ اس مکمل انسان کے ساتھ ہوگا۔ جب کہ قیامت سے پہلے صرف ارواح کو جنت یا جہنم میں داخل کیا گیا تھا، اجسام قبروں میں راحت یا عذاب میں مبتلا تھے، جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ کو ہر انسان کے متعلق علم ہے کہ کون صالح ہے اور کون نافرمان۔ اور وہ اپنے عدل و انصاف کے مطابق انھیں جنت یا جہنم میں داخل کر سکتا ہے لیکن قیامت کے دن وہ اپنے عدل و انصاف کا مظاہرہ فرمائے گا تاکہ ہر شخص جان لے کہ اللہ تعالیٰ کتنا زبردست ہے، قوت اور طاقت والا ہے، اور وہ ہر انسان سے عدل و انصاف کرے گا، اس دن جہاں وہ نافرمانوں پر غضب ناک ہوگا وہاں مومنوں کے لیے اس کی صفت رحمت بھی عروج پر ہوگی، اب اگر اللہ رب العالمین قیامت سے پہلے بھی نیک انسانوں کو نعمتوں سے نوازے اور نافرمانوں کو عذاب میں مبتلا کرے تو یہ بھی اس کا عدل و انصاف ہی ہے، کیوں کہ وہ ہر طرح کی حقیقت سے واقف ہے، اور باریک بین ہے، اسے پہلے ہی معلوم ہے کہ کون جنت کا مستحق ہے اور کون جہنم کا حق دار ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اس بات کا پابند نہیں کہ دنیا کی عدالتوں کی طرح کسی شخص کے متعلق جب تک کوئی فیصلہ نہ ہو جائے، اس سے پہلے اسے مجرم یا بے گناہ نہیں مانتا۔ اللہ تعالیٰ کے معاملات دنیا کے ججوں اور حکمرانوں کی طرح نہیں ہیں، وہ تو ہر بات سے واقف اور باریک بین ہے۔ انسان کو موت آتی ہے تو اسی وقت فیصلہ ہو جاتا ہے کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور وہ عالم الغیب والشھادۃ اور علام الغیوب ہے۔ بلکہ

انسان ابھی دنیا میں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی وجہ سے اس پر مختلف قسم کے عذاب بھیج دیتا ہے اور اسے تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [1]

''آخر کار ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ میں پکڑا، پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جن پر ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی، اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کو ایک زبردست دھماکے نے آ لیا، اور کچھ وہ ہیں جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا، اور کچھ وہ ہیں کہ جن کو ہم نے غرق کر دیا، اللہ نہیں تھا ان پر ظلم کرتا مگر وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔''

قوم نوح، عاد، ثمود، آلِ فرعون، قارون، قوم شعیب یعنی اصحاب مدین، قوم لوط...... وغیرہم، کیا ان کے واقعات موصوف نے قرآنِ کریم میں نہیں پڑھے کہ جنھیں اللہ تعالیٰ نے عذاب کے ذریعے ہلاک کر دیا تھا، تباہی و بربادی اور ہلاکت ان کا مقدر بن گئی تھی۔

﴿ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴾ [2]

''پھر تیرے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا، بے شک تمہارا رب (ایسے لوگوں کی) گھات میں ہے۔''

اب موصوف بتائیں کہ یوم الحساب سے پہلے ان لوگوں کو شدید عذاب میں مبتلا کرنا اور انھیں تباہ و برباد کر دینا، اسے وہ اللہ تعالیٰ کا انصاف قرار دیں گے؟ یا نہیں۔ اور پھر دنیا میں اگر انھیں عذاب ہو سکتا ہے تو عذاب قبر سے انھیں کون سی چیز مانع ہو سکتی ہے؟

آپ خود ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
ہم جو عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی موصوف نے من گھڑت اور خود ساختہ قسم کے اصول

---

[1] ۲۹/ العنکبوت: ۴۰

[2] ۸۹/ الفجر: ۱۳، ۱۴

بیان کر کے انھیں نا قابل اعتبار قرار دینے کی کوشش کی ہے، جب کہ موصوف کے یہ تمام خود ساختہ اصولوں سے قرآنِ کریم کی بھی نفی ہوتی ہے۔ جس نبی ﷺ نے اس امت کو قرآن عنایت فرمایا، صحابہ کرام کے سپرد کیا، انہی صحابہ نے آپ کی سنت و سیرت کو بھی محفوظ فرما لیا تھا، پھر صحابہ کرام نے تابعین پھر تبع تابعین اور پوری امت کے حوالے قرآنِ کریم بھی کیا اور سنت رسول ﷺ بھی۔ یہ کیا بات ہوئی کہ آپ کے نزدیک قرآنِ کریم تو محفوظ رہ گیا اور سنت رسول و احادیث کا معاملہ مشکوک ہو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو محفوظ فرمایا اسی طرح احادیث رسول ﷺ کو بھی محفوظ فرما دیا تھا۔ اس کی گواہی خود قرآنِ کریم نے دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴾ ❶

''پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو، اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہی ایک صحیح طریق کار اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ دونوں ہی کو معیار قرار دیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں لوگوں کے درمیان اختلاف و نزاع ہو جائے اور لوگ اس مسئلہ کے متعلق مختلف آراء و نظریات رکھتے ہوں تو ایسی صورت میں اس کے حل کی کیا صورت ہوگی؟ اس کا جواب قرآنِ کریم نے اس آیت میں دیا ہے۔

معلوم ہوا کہ جب بھی کسی مسئلہ میں اہل اسلام کے درمیان اختلاف ہو تو اس کے حل کی صورت یہ ہوگی کہ اس مسئلہ کا حل قرآن و حدیث سے دریافت کیا جائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قرآن و حدیث کو حکم قرار دیا ہے۔ اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان کا دعوے دار ہے تو وہ اختلافی مسائل کا حل قرآن و حدیث ہی میں تلاش کرے گا۔ بصورت

---

❶ ٤/ النساء: ٥٩

دیگر ایسے شخص کا دعویٰ ایمان ہی مشکوک ہے۔ لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ مختلف فرقے اختلافی مسئلہ کا حل قرآن وحدیث کے بجائے اپنی منظورِ نظر شخصیات سے حاصل کرتے ہیں۔ اور جو حل انھیں اپنے امام، اپنے قائد، اور اپنے امیر جماعت سے مل جائے تو وہ اسے قبول کرتے ہیں اور قرآن وحدیث کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴾ [1]

''پس نہیں اے محمد (ﷺ)! تمہارے رب کی قسم! یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ سربسر تسلیم کر لیں۔''

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو اختلافی مسائل میں حَکم نہ ماننے والا ایمان سے خارج ہے، چاہے وہ اپنے آپ کو لاکھ مسلم یا توحیدی کہے۔

اس وضاحت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان اور آپ کی حدیث اختلافی مسائل میں حَکم کا درجہ رکھتی ہیں۔ اور صحیح حدیث کے آجانے کے بعد بھی اگر کوئی شخص حدیث میں شک وشبہ کا اظہار کرتا ہے، یا اس حدیث کو اپنی رائے کے خلاف سمجھتے ہوئے جھٹلا دیتا ہے، یا اپنی تنظیم کے کسی امیر کی بات اور رائے کو حدیث پر مقدم سمجھتا ہے، تو بس سمجھ لیں کہ اس شخص کا اسلام مشکوک ہو چکا ہے اور اس کا دعویٰ ایمان جھوٹا ہے۔ چاہے وہ اپنے آپ کو لاکھ توحیدی اور مسلم کہے، کیوں کہ وہ اپنے دعویٰ میں غلط ثابت ہو چکا ہے۔ اور اب یہ صرف دکھاوے کے لیے مسلم بنا ہوا ہے، اور حقیقتاً وہ اپنی کسی محبوب شخصیت کے عقائد ونظریات کا گرویدہ ہو چکا ہے، قرآن وحدیث اس کے سامنے اب ثانوی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ ہدایت کی راہ واضح ہو جانے کے بعد بھی جو شخص راہ ہدایت کو اختیار نہ کرے، اپنی یا اپنی کسی محبوب شخصیت کی رائے پر مصر ہو، تو یہ شخص ایمان والا کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ

---

[1] ٤/ النساء: ٦٥

الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ط وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ ❶

''اور جو شخص رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے ہدایت واضح ہو جانے کے بعد اور اہل ایمان کے راستہ کے سوا کسی دوسرے راستہ پر چلے تو اس کو ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بدترین جائے قرار ہے۔''

قرآن و حدیث راہ ہدایت ہیں اور اس راہِ ہدایت پر چلنا ہر مسلم پر لازم ہے، لیکن جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد، یعنی حدیث معلوم ہو جانے کے بعد بھی آپ کے فرمان کو ترک کر دیتا ہے تو وہ رسول ﷺ کی مخالفت کر رہا ہے اور مومنین یعنی صحابہ کرام کے راستے کو چھوڑ کر کسی دوسری راہ پر چل پڑا ہے، اس کا انجام ظاہر ہے یعنی جہنم کے سوا اس کا اور کون سا ٹھکانہ ہو سکتا ہے؟ اس آیت سے واضح ہو گیا کہ رسول ﷺ کی سنت ہدایت ہے اور اس کی مخالفت جہنم میں جانے کا سبب ہے۔ اور پھر جو شخص آپ کے ایک فرمان کا نہیں بلکہ احادیث متواترہ کا انکاری ہو۔ کیوں کہ عذابِ قبر کے سلسلہ میں اس قدر احادیث مروی ہیں جو تواتر کی حد کو پہنچ چکی ہیں، ان تمام احادیث کا انکاری مومن کیسے ہو سکتا ہے؟ فَاعْتَبِرُوْا يَـٰٓأُولِي الْاَبْصَارِ پھر جو شخص احادیث رسول ﷺ کا انکار اپنی رائے سے کرے اور اپنی رائے کو قرآن و حدیث پر مقدم سمجھے تو ایسے شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ط فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ ❷

''پھر کیا تم نے اس شخص کا حال بھی دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا الٰہ (معبود) بنا لیا، اور اللہ تعالیٰ نے علم کے باوجود اسے گمراہ کر دیا، اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی، اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، پس اللہ کے بعد اب کون اسے ہدایت دے گا؟ کیا تم لوگ کوئی سبق نہیں لیتے۔''

---

❶ ٤/ النساء: ١١٥

❷ ٤٥/ الجاثية: ٢٣

منکرین حدیث ایک طرف تو احادیث صحیحہ کا انکار کرتے ہیں لیکن اپنے مطلب کی من گھڑت اور موضوع روایات کو خاموشی سے نقل کررہے ہیں۔ جس کی مثال آگے آرہی ہے۔
دراصل یہ لوگ اپنے نفس کے پجاری ہوتے ہیں اور اپنے نفس کو اللہ کے مقام پر فائز کردیتے ہیں۔

حدیث رسول ﷺ پر ایمان لانا ایمانیات میں شامل ہے

عذاب القبر کا عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے اور باطل فرقوں کے علاوہ کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ اور جن فرقوں نے اس عقیدہ کا انکار کیا انھیں اس مقصد کے لیے احادیث کا بھی انکار کرنا پڑا، حالاں کہ احادیث صحیحہ کا انکار قرآن ہی کا انکار ہے۔ قرآن وحدیث دونوں وحی ہیں اور ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار وحی کا انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ ❶

”جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی اتباع کرو، اور اس کے علاوہ دوسرے اولیاء کی اتباع نہ کرو۔ مگر تم نصیحت کم ہی مانتے ہو۔“

معلوم ہوا کہ اتباع صرف اس کی ہے جو رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اس کے سوا کسی اور کی اتباع ممنوع ہے۔ مگر اس نصیحت کو کم لوگ ہی مانتے ہیں۔ کیوں کہ کوئی اپنے بڑوں کی اتباع و پیروی کرتا ہے۔ کوئی اپنے اماموں اور علماء کی اتباع کرتا ہے اور کوئی اپنے نفس کی اتباع کرتا ہے۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴾ ❷

---

❶ ٧/ الاعراف: ٣

❷ ٤٧/ محمد: ٣٣

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی اور (ان کی اطاعت سے منہ موڑ کر) اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔''

اللہ تعالیٰ یا رسول ﷺ میں سے کسی ایک کی اطاعت سے انکار اعمال کو ضائع (برباد) کرنے کے مترادف ہے۔ اور اطاعت کے لحاظ سے دونوں اطاعتوں میں کوئی فرق نہیں کیوں کہ رسول ﷺ کی اطاعت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ ❶

''جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کی۔''

اور رسول ﷺ اپنے جی سے کوئی بات نہیں کہتے تھے بلکہ وہ جو فرماتے تھے وحی کی بناء پر فرمایا کرتے تھے:

﴿ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴾ ❷

''وہ (نبی ﷺ) اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے بلکہ ان کا بولنا تو وحی کی بناء پر ہے کہ جو ان پر نازل کی جاتی ہے۔''

ایک مقام پر رسول ﷺ کی حیثیت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے:

﴿ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ ❸

''اور ہم نے آپ (ﷺ) پر ذکر (قرآنِ کریم) نازل فرمایا ہے تاکہ جو کچھ ان کے لیے نازل کیا گیا ہے آپ (ﷺ) اس کی تشریح و وضاحت کر کے لوگوں کو بتا دیں اور تاکہ لوگ غور و فکر کریں۔''

اس آیت سے واضح ہوا کہ قرآنِ کریم کے احکامات اور فرامین کی نبی ﷺ اپنے قول

---

❶ ٤/ النساء: ٨٠

❷ ٥٣/ النجم: ٣، ٤

❸ ١٦/ النحل: ٤٤

وعمل کے ذریعے تشریح وتوضیح فرمانے پر مقرر کیے گئے تھے، بلکہ آپ ﷺ چلتے پھرتے قرآن تھے۔ چناں چہ جناب سعد بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے ام المومنین! مجھے رسول ﷺ کے اخلاق کے متعلق خبر دیجیے؟ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ((کان خلقه القرآن)) ''یعنی آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔'' کیا تم نے قرآنِ کریم کا مطالعہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ﴾ [1] ''اور بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔'' [2]

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں حکم فرمایا: وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ ''نماز قائم کرو۔'' اب نماز کس طرح قائم کی جائے؟ اس کا مکمل طریقہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے عملاً سکھایا، یعنی استنجاء، وضو، نماز کی ادائیگی کا مکمل طریقہ، قیام، رکوع، سجود، فرائض، نوافل، اذان، اقامت، پنج وقتہ نمازیں وغیرہ وغیرہ، غرض نماز کے ہر ہر مسئلہ کی تشریح ووضاحت نبی ﷺ نے قولاً وفعلاً فرمادی اور امت سے ارشاد فرمایا:

((صلوا کما رائیتمونی اصلی)) ''نماز اس طرح پڑھو جیسا کہ مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔'' [3]

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ''اور زکوٰۃ ادا کرو۔'' [4] اب زکوٰۃ کب ادا کی جائے؟ اور کتنی ادا کی جائے؟ اس کا مکمل طریقہ نبی ﷺ نے اپنی احادیث میں بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح دین کے دوسرے معاملات کی وضاحت بھی نبی ﷺ نے اپنے قول وعمل کے ذریعے فرمادی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ دین قرآن وحدیث کا نام ہے۔

اب اگر کوئی شخص اپنے کسی باطل عقیدہ کی وجہ سے کسی حدیث کا انکار کرے تو اس نے حدیث کا انکار کر کے گویا نبی ﷺ کے فرمان کا انکار کر دیا، اور فرمانِ رسول ﷺ کا انکار کرنے والا قرآن کا منکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو قرآنِ کریم

---

[1] ٦٨/ القلم: ٤

[2] مسند احمد، ج:٦، ص:٩١، تفسیر ابن کثیر، ج:٤، ص:٤٠٢

[3] بخاری

[4] ٢/ البقرة: ٨٣

کی من مانی تشریح بیان کریں گے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی تشریح وتفسیر کی ذمہ داری نبی ﷺ ہی کے ذمے لگا دی اور قیامت تک کسی کو بھی اس بات کا حق نہیں دیا کہ وہ قرآنِ کریم کی کوئی جدید تشریح بیان کرے، اور جو لوگ خوارج، معتزلہ، جہمیہ، قدریہ، مرجیہ، پرویز، عثمانی، مسعود، منکرین حدیث وغیرہم کی کسی تشریح پر راضی ہو چکے ہیں تو گویا انھوں نے قرآنِ کریم کا انکار کر دیا ہے، کیوں کہ رسول ﷺ کے علاوہ کسی کو بھی قرآن کی تشریح کا حق حاصل نہیں ہے۔ ثابت ہوا کہ حدیث کا انکار کرنے والے نہ صرف منکرین حدیث ہیں بلکہ وہ منکرین قرآن بھی ہیں، اور جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم قرآنِ کریم کو تو مانتے ہیں لیکن حدیث کا انکار کرتے ہیں تو انھوں نے قرآنِ کریم کو بھی نہیں مانا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [1]

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے اور کفر و ایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں، وہ سب پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لیے ہم نے وہ سزا مہیا کر رکھی ہے جو انھیں ذلیل وخوار کر دینے والی ہوگی۔ بخلاف اس کے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسولوں کو مانیں اور ان کے درمیان تفریق نہ کریں، ان کو ہم ضرور ان کے اجر عطا کریں گے اور اللہ بڑا درگزر فرمانے والا، رحم کرنے والا ہے۔“

ثابت ہوا کہ اللہ اور اس کے رسولوں کو ماننے کا مطلب یہی ہے کہ سب پر ایمان رکھا

---

[1] ٤/ النساء: ١٥٠ تا ١٥٢

جائے اوران میں سے کسی کے درمیان بھی تفریق نہ کی جائے، یعنی اگر یہ دعویٰ کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کو مانتا ہوں لیکن رسولوں کا انکار کرتا ہوں تو یہ بھی ماننا نہ ہوا۔ اور اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میں بعض رسولوں کو مانتا ہوں اور بعض کا انکار کرتا ہوں تو یہ بھی کھلا کفر ہے۔ اسی طرح کسی کا یہ دعویٰ کہ میں قرآنِ کریم کو تو مانتا ہوں لیکن حدیث رسول ﷺ کو نہیں مانتا تو واضح رہے کہ ایسا شخص قرآنِ کریم کا بھی انکاری ہے، کیوں کہ اس نے قرآنِ کریم کے حکم وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ''اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو'' کا انکار کر دیا ہے۔

کیا کوئی حدیث قرآنِ کریم کی کسی آیت کے خلاف ہے؟

بعض لوگ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ فلاں حدیث قرآنِ کریم کی فلاں آیت سے ٹکراتی ہے یا اس کا مضمون قرآنِ کریم کے فلاں مضمون کے خلاف ہے تو یہ لوگ بھی اسی قبیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ حدیث کو قرآنِ کریم سے ٹکرانے والے فرق باطلہ ہی تھے، اور انھوں نے ہی یہ اصول وضع کیے تھے۔ واضح رہے کہ یہ باطل عقیدہ بھی شیعہ کا ہے، چناں چہ شیعہ کی معتبر کتاب اصولِ کافی میں ہے۔

فما وافق كتاب الله فخذوه وما خالف كتاب الله فدعوه . ❶

''پس جو (حدیث) کتاب اللہ کے موافق ہو تو اسے لے لو اور جو کتاب اللہ کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو۔''

اب اگر کوئی یہ اصول بیان کرے تو سمجھ لیں کہ وہ شیعہ مذہب کی تبلیغ کر رہا ہے۔

یاد رہے کہ منکرین حدیث اس مضمون کی بعض روایات کا بھی ذکر کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی تمام روایات موضوع اور من گھڑت ہیں، ان میں سے کوئی روایت بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہے۔ تفصیل سے یہ سطور قاصر ہیں، مختصر یہ کہ احادیث رسول ﷺ قرآنِ کریم کی وضاحت اور تفسیر ہیں۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ امت کو جو کچھ دیں اسے اختیار کرنا اور جس چیز سے منع فرما دیں اس سے رکنا انتہائی ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

❶ اصولِ کافی، ج:۱، ص:۵۵

﴿ وَ مَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰـكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ ❶

''اور جو کچھ رسول ﷺ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دیں اس سے رک جاؤ، اور اللہ سے ڈرتے ہو، بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اسے بجا لاؤ اور جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو رک جاؤ۔'' ❷

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے محترم بھائی مولانا محمد ارشد کمال حفظہ اللہ کو کہ انھوں نے ایک انتہائی اہم موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور عذاب قبر جیسے اہم مسئلہ میں جو اعتراضات اور شبہات پیدا کیے گئے تھے ان کے محکم دلائل کے ذریعے جوابات دیے ہیں، عقلی اور نقلی، ہر طرح کے دلائل کو بروئے کار لاتے ہوئے عذابِ قبر کے مسئلہ کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے امت مسلمہ کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ محترم کی اس محنت کو قبول فرماتے ہوئے امت مسلمہ کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنا دے، رب العالمین محترم مؤلف کے علم، عمل، عمر اور مال و دولت میں برکت فرمائے، دنیاوی تفکرات، مصائب و مشکلات سے انھیں دور رکھ کر ان سے قلمی جہاد کا یہ سلسلہ جاری و ساری اور قبول و منظور فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

کتبہ

ابو جابر عبداللہ دامانوی

۲ رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ

---

❶ ۵۹/ الحشر: ۷

❷ بخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، رقم: ۷۲۸۸

تقریظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ: اَمَّا بَعْدُ!

﴿ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ ❶

"وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ انکاری ہے، مگر اسی بات کا کہ اپنا نور پورا کرے گا، گو کافر ناخوش رہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے جو سلسلہ ہدایت آدم علیہ السلام سے شروع کیا اسے رسول مکرم، نبی معظم، خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل کر دیا۔ ظاہر ہے کہ انسان کا ازلی دشمن خاموش تو نہیں بیٹھ سکتا تھا، لہٰذا اس نے ہر ممکن کوشش کی اور لوگوں کو اس راہنمائی سے دور لے جانا چاہا، اس کا طریقہ کار مختلف زمانوں اور مختلف اشخاص کے لحاظ سے سامنے آتا رہا۔ کسی کو ادب واحترام کا نام دے کر غلو کی سیڑھی دکھا دی، اور کسی کے دل میں نفرت کی آگ لگا کر صراطِ مستقیم سے دور کر دیا۔

اس ہدایت اور راہبری سے فائدہ اٹھانے والوں کو بھی مختلف انداز سے راہِ راست سے بھٹکانے کی کوشش کی، چناں چہ کئی اولیاء اللہ اور پارسا انسان جنت کے بالکل قریب جانے کے بعد دور سے دور ہوتے چلے گئے۔

اسی لیے اللہ نے ازلی دشمن کے مقابلہ میں اپنی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا اور تفرقہ بازی سے منع فرمایا۔ لیکن امت محمدیہ کے کچھ افراد ایسے بھی اٹھے جنھوں نے ابلیسی لشکر کا مقابلہ کرنے کی بجائے اس کا جزو بننا پسند کیا اور ایسے ایسے نظریات کا پرچار شروع کر دیا

---

❶ ۹/ التوبة: ۳۲

جن کا اسلام کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ لیکن ربِ ذوالجلال نے چوں کہ اس ہدایت کی ذمہ داری اب بذاتِ خود اٹھائی تھی، لہٰذا ان کے ان باطل نظریات وعقائد کے آگے ایسے ایسے بند باندھے، کہ وہ انگشت بدانداں رہ گئے، مذکورہ آیت میں ایسے ہی لوگوں کا تذکرہ ہے۔

اسلامی عمارت کو گرانے کے لیے انھوں نے جو غلط نظریات اپنائے، ان میں سے ایک بدعقیدہ عذاب وثوابِ قبر کی نفی کا تھا۔ کسی نے تو محض اس لیے انکار کیا کہ قرآن اس کے تذکرہ سے خالی ہے، اس کا ذکر اخبارِ احاد میں ہوا ہے اور اخبارِ احاد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ الشیخ العلامہ عبید اللہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح مرعاۃ المفاتیح میں لکھتے ہیں: **وقد ادعی قوم من الملاحدة والزنادقة والخوارج وبعض المعتزلة عدم ذکر عذاب القبر فی القرآن. وزعموا انه لم یرد ذکره الا من اخبار الآحاد** (1) ''ملحدین، زندیق، خارجی اور بعض معتزلی لوگوں نے قرآنِ مجید میں عذابِ قبر کے عدم کا دعویٰ کیا ہے، اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس کا ذکر محض اخبارِ احاد سے ہی حاصل ہوا ہے، یہ بات ان کی بالکل غلط ہے۔''

اولاً: قرآنِ مجید اس مسئلہ پر خاموش نہیں بلکہ کئی مقامات پر قیامت سے پہلے اور مرنے کے بعد ہونے والے عذاب وسزا کا ذکر کرتا ہے۔ جسے شرعی اصطلاح میں عذابِ قبر سے تعبیر کیا گیا ہے مثلاً سورت غافر آیت نمبر ۴۵، ۴۶ میں آلِ فرعون کا تذکرہ کیا، جنھیں قیامت کے دن سے پہلے اور مرنے کے بعد عذابِ قبر ہو رہا ہے۔

اس کے علاوہ بھی کئی آیات آپ کی نظر سے اس کتاب میں گزریں گی۔ ان شاء اللہ

ثانیاً: ان کا یہ کہنا کہ اس کا ذکر محض اخبارِ آحاد میں ہے، یہ بھی غلط ہے، کیوں کہ یہ عقیدہ متواتر احادیث سے ثابت ہے، جیسا کہ علامہ ابن ابی العز حنفی اپنی شہرہ آفاق تصنیف شرح العقیدۃ الطحاویۃ میں لکھتے ہیں: **وقد تواترت الاخبار عن رسول اللہ فی ثبوت عذاب القبر**

---

(1) ۱/ ۲۱۸

ونعيمه لمن كان لذلك اهلا، وسؤال الملكين، فيجب اعتقاد ثبوت ذلك والايمان به ❶ ''اور تحقیق رسول اللہ ﷺ سے عذابِ قبر اور نعیم قبر تواتر کے ساتھ ثابت ہے، اس شخص کے لیے جو اس کا مستحق ہو، نیز قبر میں فرشتوں کا سوال کرنا بھی تواتر کے ساتھ ثابت ہے، لہٰذا اس کے ثبوت کا اعتقاد رکھنا واجب ہے، اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔''

اسی طرح شارح عقیدہ واسطیہ جناب صالح بن فوزان بھی کہتے ہیں کہ ''عذابِ قبر اور نعیم قبر کے متعلق عقیدہ رسولِ اکرم ﷺ سے متواتر احادیث کے ذریعے ثابت ہے۔'' ❷

نیز جن علماء و محدثین نے متواتر احادیث ایک جگہ اکٹھی کی ہیں، انھوں نے بھی اس مسئلہ کو اپنی ان کتابوں میں بیان کیا ہے۔ دیکھیں لقط الالئی المتناثرة فی الاحادیث المتواترة للزبیدی ص: ۲۱۳، ۲۱۴، نظم المتناثرة من الحدیث المتواترة للکتانی ص: ۱۳۲، (بحوالہ الدین الخالص، ص: ۷)

بعض لوگوں نے اس بات کو عقل کی کسوٹی پر رکھا اور انھیں عذابِ قبر و نعیم قبر عقل سے ماوراء چیز محسوس ہوئی، چناں چہ انھوں نے ایمان بالغیب کی بجائے عقل کو ترجیح دی اور کہا کہ میت کو عذاب کا ہونا، اسی طرح میت سے قبر میں سوال و جواب کا ہونا، وغیرہ ہمیں نظر نہیں آتا اور نہ ہی عقل تسلیم کرتی ہے، لہٰذا یہ تمام باتیں اس بات کی تصدیق نہیں کرتیں۔

اس بات کا معارضہ کرتے ہوئے عقیدہ واسطیہ کے شارح صالح بن فوزان فرماتے ہیں:

''معتزلہ نے عقیدہ عذاب قبر کا انکار کیا، اس مسئلہ میں ان کا شبہ یہ ہے کہ انھیں میت کو عذاب ہوتا، سوال و جواب ہوتا، نظر نہیں آتا، اور نہ ہی یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں سمجھ نہ آنا اور ہماری نظروں سے کسی چیز کا اوجھل ہونا، یہ اس کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتی کہ اس چیز کا وجود و وقوع ہی نہیں (ہم غور کریں) تو پتا چلے گا کہ کتنی ہی ایسی اشیاء ہیں جو ہمیں نظر تو نہیں آتیں لیکن ان کا وجود مسلم ہے۔ اسی طرح عذابِ قبر اور نعیم قبر کا معاملہ ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اخروی معاملات اور وہ امور جو آخرت کے ساتھ متصل

---

❶ ۲/ ۵۷۸ بیروت

❷ شرح عقیدہ واسطیہ، ص: ۱۰۸

ہیں، کو پردہ غیب میں رکھتے ہیں اور عقلوں کی پہنچ سے بعید رکھتے ہیں، تاکہ غیب پر ایمان لانے والے اور منکرین میں تمیز کی جاسکے (نیز یہ بات بھی ذہن میں رہے) کہ امورِ آخرت کو امورِ دنیا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

اسی طرح کے لوگوں نے محض عقل پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ قرآنِ مجید سے بھی چند آیات کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال کر پیش کیا۔ ایسے لوگوں کے متعلق شیخ العرب والعجم سید بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ علیہ کا رسالہ بنام ''عذابِ قبر کی حقیقت'' بہترین ہے، اس کا مطالعہ ضرور کریں۔

بعض لوگ عقل ہی کی بنیاد پر واضح الفاظ میں اس عقیدہ کی نفی تو نہ کر سکے، لیکن انھوں نے عقیدہ عذاب والی آیات واحادیث کو نیا رنگ دے کر پیش کیا، اور کہا کہ عذاب وثواب اس دنیوی جسم کو نہیں ہوتا بلکہ عالم برزخ میں (یہ الگ ہی دنیا انھوں نے بسائی ہے) روح کو ایک مثالی جسم ملتا ہے اور ان دونوں کو عذاب وثواب سے دوچار ہونا پڑتا ہے، جیسا کہ کراچی کے عثمانی گروپ کے لیڈر کیپٹن مسعود الدین عثمانی کا نظریہ ہے۔ اس گروپ کے تمام اشکالات وتاویلات کا کافی وشافی جواب وحل ہماری جماعت کے بزرگ عالم دین اور اس کتاب پر نظر ثانی فرمانے والے ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ''الدین الخالص'' میں پیش کیا ہے۔ ان تمام گمراہ اور راہ راست سے ہٹے ہوئے گروہوں کے بالمقابل اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ڈاکٹر ابو جابر حفظہ اللہ کی زبان سے ملاحظہ فرمائیں:

''اہل سنت والجماعت کا عذابِ قبر کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ عذاب جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے، مرنے کے بعد روح جنت یا جہنم میں داخل کر دی جاتی ہے، جب کہ جسم اپنی قبر میں عذاب یا ثواب سے ہمکنار ہوتا رہتا ہے، اور یہی عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت ہے اس لیے کہ اگر روح جسم میں واپس آجائے تو پھر یہ عذاب مردہ کو نہیں بلکہ زندہ کو ہوا، جب کہ احادیث صحیحہ وضاحت کرتی ہیں کہ عذاب قبر میت (مردہ) کو ہوتا ہے، البتہ سوال وجواب کے لیے میت کی طرف روح کو کچھ دیر کے لیے لوٹایا جاتا ہے اور یہ ایک استثنائی حالت

ہے۔"❶

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم ان مذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر وقد تظاهرت عليه دلائل الكتاب والسنة ❷

"جان لیں کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ قبر کا عذاب حق ہے اور اس پر کتاب وسنت کے واضح دلائل موجود ہیں۔"

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ واسطیہ میں لکھتے ہیں:

ومن الايمان باليوم الاخر، الايمان بكل ما اخبر به النبى مما يكون بعد الموت فيؤمنون بفتنة القبر وبعذاب القبر ونعيمه ...... ❸

"آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ہر اس بات پر ایمان لائے جس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ موت کے بعد یہ ہوگا، چناں چہ قبر کا فتنہ، عذابِ قبر اور نعیم قبر پر ایمان لائیں۔"

معلوم ہوا کہ عذابِ قبر اور نعیم قبر کو تسلیم کرنا آخرت پر یقین رکھنے کا جز ہے۔

اس کتاب کی شرح میں لکھا ہے:

ومذهب اهل السنة والجماعة، ان الميت اذا مات يكون فى نعيم او عذاب، وان ذلك يحصل لروحه وبدنه كما تواترت به الاحاديث عن رسول الله، فيجب الايمان به، ولا يتكلم فى كيفيته وصفته لان ذلك لا تدركه العقول لانه من امور الاخرة .

"اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی مرتا ہے تو وہ مزے میں ہوتا

---

❶ خلاصه الدين الخالص، ص:٢٥

❷ نووى شرح مسلم، ج:٢، ص:٣٨٥

❸ شرح عقيده واسطيه، ص: ١٠٧

ہے یا عذاب میں، اور یہ چیز روح اور بدن دونوں کو محسوس ہوتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی متواتر احادیث سے ثابت ہے، چناں چہ اس پر ایمان لانا ضروری ہی نہیں بلکہ بہت ہی ضروری ہے۔ لیکن اس کی کیفیت اور طریقہ پر گفتگو نہیں کی جا سکتی، کیوں کہ آخرت کے ساتھ متعلقہ ہونے کی وجہ سے عقل اسے بھی سمجھنے سے قاصر ہے۔''

عذابِ قبر کی اقسام

عذابِ قبر دو طرح کا ہوتا ہے:

①...... یہ قیامت تک کفار کے لیے ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: صبح و شام وہ (آلِ فرعون) آگ پر پیش کیے جاتے ہیں، حساب و کتاب کے بعد پھر جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ ❶

②......مختصر مدت کے لیے، یہ بعض نافرمان مسلمانوں کو ان کے جرم کے مطابق ہوتا ہے چناں چہ یہ دعا، صدقہ، استغفار، وغیرہ سے منقطع بھی ہو جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن وسنت دونوں عقیدہ عذاب وثواب قبر کا اثبات کرتے ہیں، اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی موقف ہے، اس کا انکار گمراہ اور صراطِ مستقیم سے دور ہونے والے فرقوں نے کیا ہے۔

کچھ زیرِ مطالعہ کتاب کے متعلق

اب آئیں زیرِ نظر کتاب کی طرف۔ یہ کتاب میرے ارشد تلامذہ میں سے ایک تلمیذ رشید جناب محمد ارشد کمال حفظہ اللہ نے ترتیب دی ہے، جو اسم بامسمّٰی ہیں، انھوں نے نوجوانی کے عالم میں ہی اس حساس موضوع پر قلم اٹھا کر واقعی کمال کر دیا ہے۔ اس سے قبل ہفت روزہ ''الاعتصام'' وغیرہ میں مضامین لکھ کر اور ''گناہوں کو مٹانے والے اعمال'' اور ''نیکیوں کو برباد کرنے والے اعمال'' اور ''استقامت دین'' وغیرہ نامی کتب ترتیب دے کہ پہلے ہی قلمی میدان میں کود چکے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے (اور ہماری دعا بھی یہی ہے) کہ وہ مستقبل میں قلمی شہسوار بن کر ابھریں گے۔ ان شاء اللہ

---

❶ ٤٠/ غافر: ٤٥

یہ کتاب عقیدہ اہل سنت کی امین ہے اوراس میں کتاب وسنت سے عقیدہ عذاب قبر کو ثابت کیا گیا ہے، نیز منکرین عذاب قبر کی طرف سے اٹھنے والے عقلی ونقلی اعتراضات کا معارضہ بھی پیش کیا گیا ہے۔اس کتاب میں خاص طور پر یہ خوبی ہے کہ مختلف علماء سے رابطہ کر کے منکرین عذاب وثواب قبر کے متعلق شرعی حکم معلوم کر کے کتاب کا حصہ بنایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مصنف اور معاونین کے لیے توشۂ آخرت اور منکرین کی ہدایت کا ذریعہ بنائے، آمین یارب العالمین۔

والسلام

اخوکم فی الدین

خاور رشید بٹ عفا اللہ عنہ،

مدرس دار العلوم المحمدیہ اہل حدیث، مغل پورہ۔لاہور

تاریخ: 2006-9-3

عرضِ مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ !

اللہ جل شانہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے مجھے یہ کتاب بنام ''عذابِ قبر کتاب وسنت کی روشنی میں'' تالیف کرنے کی توفیق دی۔ فللہ الحمد

میں چاہتا تھا کہ اپنے مسلمان بھائیوں کو اس مسئلہ کے متعلق کتاب وسنت کی روشنی میں معلومات اور اس کی اہمیت سے مطلع کروں، کیوں کہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا عقیدے کے مسائل کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔

یہ بات تو مسلّمہ ہے کہ یہاں دنیا میں جو بھی آیا ہے موت اس کا مقدر کر دی گئی ہے، اس بات کا اعلان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بارہا مرتبہ فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط﴾ ''ہر جان موت کا مزا چکھنے والی ہے۔'' [1] اسی لیے امام کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((اَكْثِرُوْا مِنْ ذِكْرِ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِي الْمَوْتَ)) ''لذتوں کو توڑ دینے والی چیز، یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔'' [2]

جو لوگ یہاں دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتے ہیں، وہ اخروی زندگی میں، ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے سرخرو ہوں گے۔ مرنے کے بعد برزخ میں بھی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ راحتوں اور لذتوں سے فیض یاب ہوں گے، جب کہ قیامت

---

1. ۳/ آل عمران: ۱۸۵
2. ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له، رقم: ٤٢٥٨ الشیخ ناصر الدین البانی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

کے دن انھیں جن نعمتوں سے نوازا جائے گا، وہ پہلی تمام نعمتوں سے ارفع واعلیٰ ہوں گی۔

اور جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، آخرت میں انھیں ذلت ورسوائی اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ قبر میں ان کے لیے طرح طرح کے عذاب ہیں جب کہ روز قیامت جو انھیں سزائیں ملیں گی، وہ پہلی تمام سزاؤں سے سخت اور دردناک ہوں گی۔

ان تمام باتوں کی خبر ہمیں اللہ تعالیٰ نے مخبر صادق جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے دی ہے، جو آج بھی کتاب وسنت یعنی قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔

اب چاہیے تو یہ تھا کہ صادق المصدوق نبی ﷺ کی بتائی ہوئی ان تمام خبروں پر بلا چوں وچرا ایمان لایا جاتا، انھیں تسلیم کیا جاتا، مگر لوگوں کے ان اخبار کے متعلق تین گروہ بن گئے، ایک حق پر، باقی باطل پر ڈٹے رہے۔

پہلا گروہ

جنھوں نے مطلقاً ان تمام خبروں کی تصدیق کی جو مخبر صادق ﷺ نے اگلے جہاں کے متعلق بتائی تھیں، درحقیقت یہی لوگ حق پر ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ ان شاء اللہ

دوسرا گروہ

جنھوں نے مطلقاً ان تمام خبروں کی تکذیب کی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بتلائیں تھیں، انھوں نے ان خبروں کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے کہا: ﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ﴾ ''کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے، پھر یہ واپسی دور (از عقل) ہے۔''❶ ﴿مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ﴾ ''ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے۔''❷ درحقیقت یہ لوگ باطل پر ہیں، پکّے کافر اور جہنم کا ایندھن ہیں۔ العیاذ باللہ

---

❶ ۵۰/ ق:۳

❷ ۳۶/ یٰسین:۷۸

تیسرا گروہ

تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے، جنھوں نے بعض خبروں کی تکذیب اور بعض کی تصدیق کی، مثلاً عالم برزخ (موت سے لے کر قیامت تک کا درمیانی وقفہ) کی راحت ولذت اور رنج والم کا انکار اور اس پر ٹھیک وہی اعتراضات کیے جو دوسرے گروہ نے آخرت کے متعلق کیے تھے، جب کہ بعض خبروں کی تصدیق کی اور کہا کہ راحت ولذت، اسی طرح رنج والم صرف قیامت کے دن ہی ہوں گے، برزخ میں یہ سب کچھ ممکن نہیں۔ یہ لوگ بعض (عالم برزخ کی) خبروں کا انکار کرنے کی بنا پر دوسرے گروہ کا ہی حصہ بنتے ہیں، بشرطیکہ یہ انکار کسی تاویل یا جہالت کی بنا پر نہ ہو۔ جب کہ بعض (قیامت کی) خبروں کی تصدیق کر کے بظاہر پہلے گروہ میں شامل ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآنِ مجید اس بات پر شاہد ہے کہ بالکل اسی سے ملتی جلتی روش اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی بھی تھی۔ وہ کہتے تھے ﴿نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ﴾ ''ہم بعض پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔''[1] سورۃ بقرہ میں ہے: ﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۚ﴾ ''کیا پس تم کتاب کے بعض (احکام) پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟''[2] یعنی بعض انبیاء پر ایمان اور بعض کے ساتھ کفر، ایسے ہی عیسیٰ، موسیٰ علیہما السلام کی لائی ہوئی شریعت کے بعض احکام پر ایمان اور بعض کے ساتھ کفر۔ سورۃ النساء میں ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا: ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا﴾ ''یہی لوگ پکے کافر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''[3]

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعض باتوں کی تصدیق اور بعض کی

---

[1] ٤/ النساء: ١٥٠

[2] ٢/ البقرة: ٨٥

[3] ٤/ النساء: ١٥١

تکذیب کرنا کفر ہے۔اہل ایمان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ انبیاء کرام کی بعض باتوں کی تصدیق اور بعض کی تکذیب کریں، اگر وہ ایسا کریں گے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے، انھیں چاہیے کہ انبیاء کرام کی سب باتوں کی صدق دل سے تصدیق کریں، خواہ عقل انھیں تسلیم کرے یا نہ کرے۔

سبب تالیف

کراچی میں ''آپ کا ایک خیر خواہ بھائی'' نامی ادارے کی جانب سے مختلف عناوین پر طبع شدہ بعض رسائل ان سطور کے راقم تک پہنچے، جن کے ٹائٹل، اوراق، اور عنوانات، اتنے پر کشش کہ انسان دیکھتے ہی ششدر رہ جائے۔لیکن جب انھیں پڑھا جائے تو ان تمام میں یہ بات باور کروانے کی کوشش کی گئی ہے کہ

اس وقت جو ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہیں، یہ سب من گھڑت اور جھوٹی ہیں۔

ان میں سے صرف وہی احادیث صحیح ہیں جو قرآنِ مجید کے مطابق ہوں۔تجربہ ومشاہدہ میں درست ہوں اور جنہیں عقل تسلیم کرے۔

اسی طرح حضرات محدثین اور علماء امت پر بھی بے جا تبرا بازی کی گئی ہے۔ان رسائل میں سے ایک رسالہ بنام ''عذابِ قبر قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک مکمل جائزہ'' جس کے مؤلف کوئی محمد فاضل نامی صاحب ہیں، ۳۶؍صفحات کے اس کتابچے میں مؤلف نے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ

- عذاب قبر ایک من گھڑت عقیدہ ہے۔
- اس کے متعلق آنے والی تمام احادیث من گھڑت اور جھوٹی ہیں۔
- ان احادیث میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی توہین ہے۔
- نیز یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ عذابِ قبر کا قرآنِ مجید میں کوئی ذکر نہیں۔

یہ اور اسی طرح کے دوسرے گمراہ گر رسائل سادہ لوح عوام کالانعام کو اگر گمراہ نہیں تو کم از کم متردد اور مشکوک ضرور کرتے ہیں۔خود میرے چند احباب کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا،

انھوں نے عذابِ قبر کے متعلق جب یہ رسالہ پڑھا تو راہِ راست سے بھٹک گئے، قریب تھا کہ وہ دور کی گمراہی میں جا پڑتے، اگر اللہ تعالیٰ کسی عالم کے ذریعے ان پر رحم نہ فرماتا اور انھیں واپس راہِ راست پر نہ لاتا۔ بس اسی دن سے میں نے خالق کائنات کی توفیق سے اس رسالے کا جواب لکھنا شروع کر دیا تھا، جس میں رب العالمین نے میری مدد فرمائی۔ بے شک وہی مدد کرنے والا ہے اور صرف اسی سے ہی ہم مدد چاہتے ہیں۔

کتاب کا تعارف

یہ کتاب کل پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب

عقیدہ عذاب قبر اور اس کی اہمیت، عذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے، عالم برزخ، قرآنِ مجید میں عذابِ قبر کا بیان، کے عنوانات پر مشتمل ہے۔

دوسرا باب

دوسرے باب میں قرآنِ مجید کے ایک درجن سے زائد ایسے مقامات پیش کیے گئے ہیں، جو عذاب قبر کے اثبات پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ان میں سے جن جن مقامات پر منکرین عذاب قبر کی جانب سے اعتراضات ہوئے ہیں، ان کے مدلل جوابات بھی دیے گئے ہیں۔

تیسرا باب

اس باب کا عنوان ہے ''عذابِ قبر احادیث کی روشنی میں'' عذاب قبر کے اثبات میں اس قدر صحیح احادیث موجود ہیں جو تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں، اگر ان سب کو اس کتاب میں جمع کیا جاتا تو اس سے کتاب کی ضخامت بہت بڑھ جاتی، جسے خریدنا اور پھر پڑھنا عام قاری کے بس میں نہ رہتا۔ لہٰذا میں نے صرف وہی چند ایک احادیث بیان کی ہیں جن پر منکر عذابِ قبر محمد فاضل صاحب نے اپنے ۳۶ صفحات کے رسالے میں بناوٹی اعتراضات داغے ہیں۔

یہ احادیث اس لیے بیان کرنا ضروری تھیں تا کہ ان پر محمد فاضل صاحب کی جانب سے پھینکے گئے گردوغبار (اعتراضات) کو صاف کیا جائے۔

چوتھا باب

چوتھے باب میں فاضل صاحب کے چند مسروقہ اصولوں کے جوابات دیے گئے ہیں۔

پانچواں باب

پانچویں اور آخری باب میں منکرین عذابِ قبر کے متعلق علماء کرام کی آراء درج کی گئی ہیں۔

آخر میں ربُّ العالمین سے دعا گو ہوں کہ وہ میری اس ادنیٰ سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نواز کر، اسے میرے اور میرے والدین و دیگر جملہ احباب کے لیے توشۂ آخرت بنادے۔

میں محترم المقام جناب الشیخ دکتور ابو جابر عبد اللہ دامانوی حفظہ اللہ کا بے حد مشکور ہوں، جنھوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات میں سے وقت نکال کر اِس کتاب پر نظر ثانی فرمائی۔ اسی طرح استادِ محترم جناب مولانا خاور رشید بٹ حفظہ اللہ کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے نہ صرف اپنے مفید مشوروں سے نوازا بلکہ ایک شاندار تقریظ بھی لکھ کر دی جسے آپ آنے والے صفحات میں پڑھیں گے۔ ان تمام علماء کرام کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں جنھوں نے اس کذاب ٹولے (منکرین عذاب قبر) کے متعلق اپنی اپنی آراء سے آگاہ فرمایا۔

جزاهم الله خيرا فى الدنيا والاخرة

اللهم اغفر لجميع المؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات

والسلام

محمد ارشد کمال بن شیر محمدؒ عفا اللہ عنہ
جامع مسجد ابوبکر صدیق، سکیم موڑ، لاہور۔ پاکستان
فون: 0300-4071464

باب اوّل:

عقیدہ عذابِ قبر اور اس کی اہمیت

اسلامی عقائد میں سے ایک عقیدہ عذابِ قبر کا بھی ہے، یہ عقیدہ نہ صرف قرآنِ مجید بلکہ صحیح اور متواتر احادیث سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہے، نیز عام اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ مرنے کے بعد ہر انسان سے عالم برزخ میں سوالات ہوتے ہیں، خواہ وہ قبر میں دفن ہو یا نہ ہو، اسے درندے کھا جائیں یا آگ میں جلا کر اس کی راکھ ہوا میں اڑا دی جائے یا وہ پانی میں ڈوب کر مر جائے اور اسے مچھلیاں اپنی خوراک بنا لیں۔ اس سے ایمان کے متعلق محاسبہ ہوتا ہے، پھر اگر وہ ایمان دار ہو تو قبر (برزخ) میں اسے ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے، اور اگر وہ کافر یا منافق ہو، تو اسے قبر میں قطعاً ثابت قدمی نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴾ ❶

''ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ہاں! نا انصاف لوگوں کو اللہ بہکا دیتا ہے، اور اللہ جو چاہے کر گزرے۔''

نبی ﷺ نے فرمایا: ((نَزَلَتْ فِيْ عَذَابِ)) ''یہ آیت عذابِ قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔'' نیز فرمایا: ((عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ)) ''عذاب قبر برحق ہے۔'' ❷

شارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم: ان مذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر، وقد تظاهرت

---

❶ ١٤/ ابراهيم: ٢٧

❷ بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، رقم: ١٣٦٩- ١٣٧٢

علیه دلائل الکتاب والسنة، قال الله تعالی ﴿ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ...... الاية ﴾ وقد تظاهرت به الاحاديث الصحيحة عن النبی ﷺ من رواية جماعة من الصحابة فی مواطن كثيرة، ولا يمتنع فی العقل ان يعيد الله تعالٰی فی جزء من الجسد ويعذبه، واذا لم يمنعه العقل، و ورد الشرع به، وجب قبوله واعتقاده [1]

''جان لو! اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر برحق ہے اور اس پر کتاب وسنت کے واضح دلائل موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ...... ﴾ ''وہ آگ ہے جس پر وہ (فرعونی) صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں۔'' اور نبی ﷺ سے بھی عذاب قبر کے متعلق بہت سی احادیث صحیحہ موجود ہیں، جنھیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت نے بہت سے موقعوں پر بیان کیا ہے۔ اور عقل بھی اس بات کو محال نہیں سمجھتی کہ اللہ تعالیٰ جسم کے کسی جز میں زندگی لوٹا دے اور اسے سزا دے اور شرع میں بھی اس کا ثبوت موجود ہے۔ تو اس کو قبول کرنا اور اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومما ينبغی ان يعلم ان عذاب القبر هو عذاب البرزخ، فكل من مات وهو مستحق للعذاب، ناله نصيبه منه، قبر اولم يقبر، فلو اكلته السباع او احرق حتی صار رمادا او نسف فی الهوآء او صلب او غرق فی البحر، وصل الی روحه وبدنه من العذاب ما يصل الی المقبور [2]

''یہ بات جاننا انتہائی ضروری ہے کہ عذاب قبر اصل میں عذاب برزخ ہی کا نام ہے، ہر مرنے والے کو جو عذاب کا مستحق ہو اس کا حصہ پہنچ جاتا ہے، خواہ وہ قبر میں دفن ہو یا نہ ہو۔

---

1. نووی شرح صحیح مسلم: ۲/ ۳۸۶۔ ۳۸۵ درسی
2. کتاب الروح، ص:۵٦

اسے درندے کھا گئے ہوں یا آگ میں جلا دیا گیا ہو، اس کی راکھ ہوا میں اڑا دی گئی ہو یا پھانسی دیا گیا ہو یا سمندر میں ڈوب مرا ہو، (ان سب حالات میں) اس کی روح اور اس کے بدن کو عذاب پہنچے گا جو قبر والوں کو ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری کے باب: ما جاء فی عذاب القبر کے تحت لکھتے ہیں:

واکتفی باثبات وجوده خلافا لمن نفاه مطلقا من الخواج وبعض المعتزلة كضرار بن عمرو وبشر المريسى ومن وافقهما وخالفهم فى ذلک اكثر المعتزلة وجميع اهل السنة وغيرهم ❶

''امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اثبات عذاب قبر پر ہی اکتفا کیا ہے، تاکہ ان خارجیوں اور بعض معتزلہ کا رد کریں، جنھوں نے مطلقاً عذاب قبر کی نفی کی ہے، جیسے ضرار بن عمرو، بشر مریسی اور جو ان کے ہم خیال ہیں۔ لیکن اکثر معتزلہ اور اہل سنت وغیرہم نے اس مسئلے میں ان کی مخالفت کی ہے۔''

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اثبات عذاب القبر وهو مذهب اهل السنة والجماعة، وانكر ذلک ضرار بن عمرو وبشر المريسى واكثر المتاخرين من المعتزلة ❷

''عذاب قبر کا اثبات اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے، جب کہ ضرار بن عمرو اور بشر مریسی اور معتزلہ کے متاخرین میں سے اکثر نے اس کا انکار کیا ہے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن الايمان باليوم الاخر الايمان بكل ما اخبر به النبى صلی اللہ علیہ وسلم مما

---

❶ فتح البارى: ٣/ ٢٩٦ دار السلام

❷ عمدة القارى شرح صحيح البخارى: ٤/ ١٦١

یکون بعد الموت فیؤمنون بفتنة القبر وبعذاب القبر ونعیمه ❶

''اور آخرت پر ایمان لانے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ نبی ﷺ نے بعد الموت کے بارے میں جو بھی خبر دی ہے، ان سب کے ساتھ ایمان لاتے ہوئے انسان فتنہ قبر اور عذابِ قبر اور ثوابِ قبر پر بھی ایمان رکھے۔''

عصر حاضر کے عظیم محقق، ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

احادیث رسول پر سچے دل سے ایمان لانے کے بعد اب جو شخص بھی ان احادیث کا مطالعہ کرے گا۔ تو وہ اس حقیقت کو پالے گا کہ قبر کا عذاب ایک حقیقت ہے۔ عذاب قبر کا تعلق چوں کہ مشاہدے سے نہیں، بلکہ اس کا تعلق ایمان بالغیب سے ہے، اس لیے حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے، بس یوں سمجھ لیں کہ جیسے فرشتوں، جنات، جنت دوزخ کو ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کہنے سے تسلیم کرتے ہیں، اسی طرح عذاب قبر کو بھی ہمیں تسلیم کر لینا چاہیے، کیوں کہ عذاب قبر کے متعلق بے شمار احادیث صحیحہ موجود ہیں جو درجہ تواتر تک پہنچ چکی ہیں، ان احادیث کا انکار گویا قرآنِ کریم کے انکار کے مترادف ہے۔'' ❷

مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''پوری جزا و سزا تو آخرت ہی میں ملے گی جب ہر شخص کا فیصلہ اس کے اعمال کے مطابق چکایا جائے گا، لیکن بعض اعمال کی کچھ جزا و سزا دنیا میں بھی ملتی ہے جیسا کہ بہت سی آیات واحادیث میں یہ مضمون آیا ہے اور تجربہ و مشاہدہ بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اسی طرح بعض اعمال پر قبر میں بھی جزا سزا ہوتی ہے اور یہ مضمون بھی احادیث متواترہ میں موجود ہے۔''

آخر میں فرماتے ہیں:

''بہر حال قبر کا عذاب وثواب برحق ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس سے ہر

---

❶ شرح العقیدة الواسطیه، ص: ۱٤۰

❷ عقیدہ عذاب قبر، ص: ۲۰

مومن کو پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔'' ❶

خلاصۂ کلام

علماء کرام کی محولہ بالا عبارتوں سے وضاحت ہوئی کہ

① ..... قرآن وسنت کی روشنی میں جملہ اہل سنت والجماعت کے عقیدے کا جز ہے کہ عذاب قبر برحق ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

② ..... مرنے کے بعد انسان جہاں کہیں بھی ہو، اور جس حالت میں بھی ہو، اسے عذاب یا راحت پہنچتا ہے۔

③ ..... عذاب قبر کا انکار خوارج اور بعض معتزلہ اور ان کے متبعین نے کیا ہے، جب کہ یہ لوگ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں اور بالاتفاق گمراہ ہیں۔

④ ..... عذاب قبر کا تعلق مشاہدے سے نہیں بلکہ ایمان بالغیب سے ہے، اس لیے ہماری عقل اس کا ادراک نہیں کرسکتی۔

⑤ ..... ہر مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ عذاب قبر سے پناہ مانگے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

یاد رہے کہ اگر مرنے والا نیک ہو تو قبر اس کے لیے انعامات اخرویہ کا زینہ اول ثابت ہوتی ہے، اور اگر وہ نافرمان ہو تو پھر قبر آخرت کے عذاب کا نقطہ آغاز بنتی ہے۔ مزید تفصیل آگے آئے گی۔

عذاب قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے

یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ برزخ میں ہونے والی جزا وسزا کا تعلق مرنے والے کی روح اور بدن دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جزا وسزا کا تعلق ان دونوں سے ہو۔ کیوں کہ حیات دنیوی میں نیکی اور بدی کا ارتکاب روح اور بدن کے باہمی

---

❶ آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱/ ۳۰۵

اتصال سے عمل میں آتا ہے، روح بدن کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتی اور اسی طرح خالی بدن بھی روح کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا، بلکہ یہ دونوں مل کر بدی یا نیکی کو وجود میں لاتے ہیں۔ لہٰذا جب نیکی اور بدی، روح اور بدن کے باہمی اشتراک سے وجود میں آئی ہو، تو عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جزا وسزا بھی دونوں کو ملے۔ یہ نہیں کہ صرف روح کو ہی جزا وسزا دی جائے اور بدن کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے۔

حافظ عماد الدین ابوالفداء ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وهم يدخلون جهنم من يوم مماتهم بارواحهم، وينال اجسادهم في قبورها من حرها وسمومها، فاذا كان يوم القيٰمة سلكت ارواحهم في اجسادهم وخلدت في نار جهنم [1]

''ان کافروں کو موت کے دن ہی سے ارواح کے ساتھ جہنم میں داخل کیا جاتا ہے، اور قبروں میں ان کے جسموں کو جہنم کی آگ اور گرم ہوا پہنچتی رہتی ہے، پھر جب قیامت قائم ہوگی تو ان کی ارواح کو ان کے اجساد کے ساتھ جوڑ کر ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔''

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بل العذاب والنعيم على النفس والبدن جميعا باتفاق اهل السنة والجماعة [2]

''اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ برزخ میں عذاب وراحت، روح اور بدن دونوں پر وارد ہوتی ہے۔''

علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال العلماء: عذاب القبر هو عذاب البرزخ، اضيف الى القبر لانه الغالب

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ٤/ ٤٠ بیروت

[2] کتاب الروح، ص: ٤٩

''علماء نے فرمایا ہے! کہ عذابِ قبر، عذابِ برزخ ہی (کا نام) ہے۔ اسے قبر کی طرف منسوب اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ (اموات کا قبروں میں مدفون ہونا) اغلب واکثر ہے۔''

آگے لکھتے ہیں:

ومحله الروح والبدن جميعا باتفاق اهل السنة، وكذا القول في النعيم ❶

''اور اس (عذاب) کا محل باتفاق اہل سنت روح اور بدن دونوں ہیں، اور راحت ولذت میں بھی اہل سنت کا یہی قول ہے۔''

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک عذاب میں جسم وروح دونوں شریک ہوتے ہیں۔ جسد اپنی قبر میں عذاب میں مبتلا ہوتا ہے، جب کہ روح جہنم میں عذاب پاتی ہے۔'' ❷

عالم برزخ کی کیفیت

برزخ کی مکمل کیفیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، ہمیں اس کی کیفیت کا اسی وقت پتا چلے گا جب ہم خود اس جہان میں پہنچیں گے۔ (اللہ تعالیٰ رحم کا معاملہ فرمائے اور موت کے بعد تمام منزلیں آسان فرمائے، آمین) یہاں دنیا میں ہمارے لیے ضروری ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں جو بتایا ہے، بہ حیثیت مسلمان اس پر بغیر کسی تحریف، تعطیل، تکییف اور تمثیل کے ایمان لائیں۔

علامہ ابن ابی العز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مستحق عذاب قبر اور مستحق آرام قبر، نیز فرشتوں کے سوال کرنے کے ثبوت میں رسول اللہ ﷺ سے متواتر احادیث مروی ہیں، ان کا اعتقاد بھی ضروری ہے اور ان پر ایمان لانا بھی ضروری ہے، ہاں ان کی کیفیت کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہیں گے، اس لیے

---

❶ شرح الصدور، ص: ١٦٤ بيروت

❷ عذاب قبر، ص: ٢٦

کہ عقل ان کی کیفیت معلوم کرنے سے قاصر ہے، اس جہان میں اس کا علم ممکن نہیں۔ نیز شریعت ایسی باتوں کا بھی ذکر نہیں کرتی جس کو عقلیں محال سمجھتی ہوں، البتہ ایسی باتوں کا ذکر کرتی ہے جس میں عقلیں حیران ہوتی ہیں۔'' ❶

کتاب وسنت سے یہ بات ثابت ہے کہ قبر میں نکیرین کے سوالات کے وقت کچھ دیر کے لیے روح کو جسم میں واپس لوٹا دیا جاتا ہے، جیسا کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((وَتُعَادُ رُوْحُهُ فِيْ جَسَدِهٖ)) ''اور اس کی روح کو اس کے بدن میں لوٹا دیا جاتا ہے۔'' ❷

اس حدیث کے متعلق امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذا حديث ثابت، مشهور، مستفيض، صححه جماعة من الحفاظ، ولا نعلم احدا من ائمة الحديث طعن فيه، بل رووه في كتبهم، وتلقوه بالقبول، وجعلوه اصلا من اصول الدين في عذاب القبر ونعيمه ومسألة منكر ونكير وقبض الارواح وصعودها الى بين يدي الله ثم رجوعها الى القبر. ❸

''یہ حدیث ثابت مشہور اور مستفیض ہے، حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ہمیں حدیث کا کوئی ایسا امام معلوم نہیں جس نے اس پر طعن کیا ہو، بلکہ اسے ائمہ حدیث اپنی اپنی کتب میں لائے ہیں۔ اور اسے قبول کر کے عذاب وثواب قبر، منکر ونکیر کے سوال وجواب، روحوں کے قبض ہونے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے اور پھر قبر میں واپس لوٹانے کے سلسلے میں اصل دین میں سے ایک اصل قرار دیا ہے۔''

---

❶ اسلامی عقائد اردو ترجمہ شرح عقیدہ طحاویہ، ص: ٥٠٧

❷ ابوداؤد، کتاب السنة، باب فی المسألة فی القبر وعذاب القبر، رقم: ٤٧٥٣، مسند احمد: ٤/ ٢٨٨

❸ کتاب الروح، ص: ٤٦

سوال و جواب کے بعد جسم تو زیرِ زمین قبر ہی میں ہوتا ہے، البتہ روح جنت یا جہنم میں چلی جاتی ہے، اس کے بے شمار دلائل ہیں جن میں سے ایک دلیل سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَيْرٌ يَعْلَقُ فِيْ شَجَرِ الْجَنَّةِ، حَتّٰى يُرْجِعَهُ اللّٰهُ اِلٰى جَسَدِهٖ يَوْمَ يَبْعَثُهٗ» ❶

"مومن کی روح ایک پرندے کی طرح جنت میں اڑتی ہوتی ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اس کے بدن کی طرف لوٹائے گا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن کی روح جنت میں رہتی ہے اور قیامت کے دن ہی اسے دوبارہ اس کے جسم کی طرف لوٹایا جائے گا۔

جسم جو قبر میں ہوتا ہے اس کے متعلق بھی احادیث میں وضاحت موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ، وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ، فَيُقَالُ: هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» ❷

"جب تم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کا ٹھکانا اسے صبح و شام دکھایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہے تو جنت والوں میں، اور اگر وہ دوزخی ہے تو دوزخ والوں میں۔ پھر کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اٹھائے گا۔"

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ سوال و جواب میں کامیاب ہونے کے بعد مومن کو قبر میں کہا جاتا ہے:

---

❶ الموطأ للامام مالك، كتاب الجنائز، باب جامع الجنائز، رقم: ٥٦٦ بيروت اسے الشیخ البانی نے صحیح کہا ہے۔

❷ بخاری، كتاب الجنائز، باب الميت يعرض عليه مقعده بالغداة ...... رقم: ١٣٧٩

«نَمْ كَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ لَا يُوْقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ، حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذٰلِكَ» ❶

''سوجا! نئی نویلی دلہن کی طرح، کہ جسے اس کے گھر والوں میں سے سب سے زیادہ محبوب ہستی (خاوند) کے علاوہ اور کوئی نہیں جگاتا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہی اسے (روزِ قیامت) جگائے گا۔''

اسی طرح احادیث میں آتا ہے کہ قبر میں جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے، میت کو جنت کا لباس پہنا دیا جاتا ہے اور اس کے نیچے جنت کا بچھونا بچھا دیا جاتا ہے۔ ❷

ان تمام دلائل سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مومن کی روح جنت میں عیش وعشرت کرتی ہے جب کہ اس کا جسم یہاں اسی زمینی قبر میں ہوتا ہے۔

عالم برزخ کیا ہے؟

برزخ کے لغوی معنی، آڑ، پردہ، دو چیزوں کے درمیان کی روک ہیں۔ ❸

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''برزخ دراصل دو چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز ہوتی ہے، جو آڑ کا کام دیتی ہے، مگر اس تیسری چیز، یعنی برزخ میں دونوں چیزوں کے خواص بھی موجود ہوتے ہیں خواہ ایک چیز کے خواص دوسری سے زیادہ ہوں یا برابر۔'' ❹

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ج وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا﴾ ❺

---

❶ ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، رقم: ۱۰۷۱ اسے الشیخ البانی نے حسن کہا ہے۔

❷ مستدرك الحاكم، كتاب الايمان: ۱/ ۳۸

❸ المنجد، ماده برز

❹ مترادفات القرآن، ص: ۷٦

❺ ۲۵/ الفرقان: ۵۳

”اور وہی تو ہے جس نے دو سمندر آپس میں ملا رکھے ہیں، یہ میٹھا مزے دار، اور یہ ہے کھاری کڑوا۔ اور ان دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط اوٹ کر دی ہے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ برزخ دو دریاؤں کے درمیان ایک تیسری چیز ہے جو میٹھے سمندر کو کڑوے اور کڑوے کو میٹھے میں ملنے سے روکتی ہے۔ یعنی دو سمندر جاری ہیں اور ان کے درمیان میں ایک تیسری چیز ہے جو ایک قسم کی دیوار ہے، دونوں سمندروں کو آپس میں ملنے نہیں دیتی۔

اصطلاح میں برزخ اس مدت اور زمانے کا نام ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان ہے، یعنی موت کے وقت سے لے کر قیامت کے لیے درمیانی وقفہ، کو برزخ کہتے ہیں۔

علامہ الجوہری فرماتے ہیں:

البرزخ الحاجز بين الشيئين. والبرزخ ما بين الدنيا والاخرة من وقت الموت الى البعث؛ فمن مات فقد دخل في البرزخ. ❶

”برزخ (لغت میں) وہ روک ہے جو دو چیزوں کے درمیان ہوتی ہے اور (اصطلاح میں) برزخ وہ عرصہ ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان ہے، موت کی گھڑی سے لے کر قیامت تک، پس جو شخص مر گیا وہ برزخ میں داخل ہو گیا۔“

امام ابن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **البرزخ ما بين الموت الى البعث.** ”برزخ موت اور قیامت کے درمیانی عرصے کو کہتے ہیں۔“

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ ❷

قبر کی زندگی کو برزخ اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ بھی دنیاوی زندگی اور اخروی زندگی کے درمیان ایک پردہ اور اوٹ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ

---

❶ تفسير القرطبی، جز ۱۲، ص: ۱۳۵

❷ تفسير الطبری، جز ۱۸، ص: ۶۲

صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ۖ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴾ ❶

''یہاں تک، کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آنے لگتی ہے تو وہ کہتا ہے، اے میرے رب! مجھے واپس لوٹا دے کہ میں اپنی چھوڑی ہوئی (دنیا) میں جا کر نیک اعمال کروں، ہرگز نہیں ایسا ہوگا، یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے، اور ان کے پیچھے تو ایک پردہ ہے ان کے دوبارہ جی اٹھنے تک۔''

ڈاکٹر ابو جابر حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اس آیت میں برزخ کو دنیا اور آخرت کے درمیان ایک آڑ قرار دیا گیا ہے، یعنی مرنے والوں پر جو حالات قیامت تک گزریں گے، انھیں دیکھنا اور جاننا، ہمارے بس سے باہر ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمارے اور ان کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ میت پر قبر میں جو حالات گزرتے ہیں، ہم ان کا مشاہدہ نہیں کر سکتے۔ البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر کی جو تفصیلات بیان فرمائی ہیں، ان پر ہمارا ایمان ہے۔'' ❷

برزخ کے متعلق چند ضروری باتیں

❀...... برزخ مردہ انسان کے لیے ظرفِ زمان ہے، مرنے کے بعد انسان عالم برزخ میں چلا جاتا ہے، جو مردہ چارپائی پر پڑا ہو وہ بھی عالم برزخ میں داخل ہو چکا ہے، اور جس کو لوگ کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں، وہ بھی عالم برزخ میں ہی ہے، اور جس کو قبر میں دفن کر دیا گیا ہو، وہ بھی برزخ میں ہے۔ الغرض مردہ جہاں ہے اور جس حالت میں ہے، وہ عالم برزخ ہی میں ہے، کیوں کہ موت کے وقت سے اس کا عالم (زمانہ) تبدیل ہو گیا ہے۔ پہلے وہ عالم دنیا میں تھا اور اب عالم برزخ میں داخل ہو گیا ہے، اگرچہ وہ وہیں چارپائی پر ہی کیوں نہ پڑا ہوا ہو۔

❀......وقت اور زمانے کی تبدیلی کے لیے جگہ کی تبدیلی ضروری نہیں ہوتی۔ مثلاً آپ نے عصر

---

❶ ۲۳/ المؤمنون: ۹۹، ۱۰۰

❷ عقیدہ عذاب قبر، ص: ٤٤، ٤٥

کی نماز مسجد میں ادا کی اور پھر آپ اسی مسجد میں اور اسی مصلّٰی پر بیٹھ گئے، حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور مغرب ہو گئی، تو آپ وہاں بیٹھے ہوئے ہی رات میں داخل ہو گئے ہیں، حالاں کہ اسی جگہ بیٹھے ہیں، آپ کا مکان تبدیل نہیں ہوا، لیکن زمانہ تبدیل ہو گیا، عصر کے وقت آپ دن میں تھے اور مغرب کے وقت آپ رات میں چلے گئے۔ اسی طرح مرنے سے پہلے آدمی عالم دنیا میں ہوتا ہے اور مرنے کے بعد عالم برزخ میں چلا جاتا ہے، خواہ چارپائی پر ہی کیوں نہ پڑا ہو، یا جہاں بھی ہو، کیوں کہ اب اس کا زمانہ تبدیل ہو چکا ہے۔

❀...... مرنے کے بعد عالم برزخ میں میت کے ساتھ ہونے والی کاروائی کو عذاب قبر اس لیے کہتے ہیں کہ مردوں کا قبروں میں دفن ہونا اغلب واکثر ہے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں گزر چکا ہے۔

❀...... عالم برزخ عالم دنیا سے بالکل مختلف ہے، نہ وہاں کی راحت ولذت اس دنیا کی راحت ولذت جیسی، اور نہ ہی رنج والم اس فانی دنیا جیسا ہوگا۔

قبر کیا ہے؟

مردے کے لیے برزخ ظرف زمان ہے، جب کہ قبر ظرف مکان ہے۔ تمام اہل سنت والجماعت کے نزدیک قبر زمین کے اسی حصے کو کہتے ہیں جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے، بالفاظ دیگر مردہ انسان کے مدفن، یعنی جائے دفن کو قبر کہتے ہیں۔

لغت سے دلائل

لغت میں انسان کے مدفن کو ہی قبر کہا گیا ہے، مثلاً دیکھیں: [المنجد، مادہ قبر] مترادفات القرآن، ص: ٦٧٣ ۔مفردات القرآن از علامہ اصفہانی کتاب القاف. فیروز اللغات اردو عربی ص: ٥٥٠ مصباح اللغات، ص: ٦٥٤

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں قبر کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقول اللّٰه عزوجل: " فَاَقْبَرَهٗ " اقبرت الرجل: اذا جعلت له قبرا.

وقبرته: دفنته " کِفَاتًا " یکونون فیها احیا ویدفنون فیها امواتا

''اور سورہ عبس میں جو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿فَـاَقْبَرَهٗ﴾ ہے، (اس کی تشریح یہ ہے کہ یہ عرب کا محاورہ ہے) جب کوئی کسی کے لیے قبر بنائے، تو اس وقت وہ کہتا ہے: اَقْبَــــرْتُ الرَّجُلَ ''یعنی میں نے آدمی کی قبر بنائی'' اور قَبَرْتُهٗ کے معنی ہیں، ''میں نے اسے دفن کیا۔'' اور سورہ مرسلات میں جو ﴿کِفَاتًا﴾ کا لفظ ہے (اس کے معنی یہ ہیں) ''کہ زندگی بھی زمین ہی پر گزارو گے، اور مرنے کے بعد بھی اسی میں دفن ہوں گے۔''❶

قرآنِ مجید سے دلائل: قرآنِ مجید میں تقریباً آٹھ مقامات میں قبر کا صراحتاً ذکر آیا ہے، ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر اسی معروف قبر ہی کو کہتے ہیں جو زمین میں بنائی جاتی ہے۔

① ...... **وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ** ''اور آپ ان (منافقین) میں سے کسی کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔''❷

② ...... **وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ** ''اور آپ ان کو نہیں سنا سکتے جو قبر میں ہیں۔''❸

③ ...... **كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ** ''جیسے کفار اہل قبر سے مایوس ہو چکے ہیں۔''❹

④ ...... **ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ** ''پھر اسے موت دی، پھر اسے قبر میں دفن کیا۔''❺

⑤ ...... **وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ** ''اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی۔''❻

---

❶ بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر رضی اللہ عنهما

❷ ۹/ التوبة: ۸٤

❸ ۳٥/ الفاطر: ۲۲

❹ ٦۰/ الممتحنة: ۱۳

❺ ۸۰/ عبس: ۲۱

❻ ۸۲/ الانفطار: ٤

⑥......حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ''یہاں تک کہ تم قبریں دیکھ لو۔'' ❶

⑦......وَاَنَّ اللّٰـهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی قبر والوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔'' ❷

⑧......اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ''کیا وہ نہیں جانتا کہ جب قبروں میں جو کچھ ہے، وہ نکال لیا جائے گا۔'' ❸

تمام مفسرین کے نزدیک بالاتفاق قبر، قبور، اور مقابر، سے مراد مردہ انسان کی جائے دفن ہی ہے۔

حدیث سے دلائل

جس طرح قرآنِ مجید میں لفظ قبر کا اطلاق اسی معروف زمینی قبر پر کیا گیا ہے، ایسے ہی بے شمار احادیث ایسی ہیں جن میں قبر کا لفظ استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ قبر سے مراد مردہ انسان کا مدفن ہی ہے۔

ذیل میں اسی سلسلے کی صرف چند احادیث بیان کی جا رہی ہیں۔

①...... «عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ، اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ» ❹

''سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہودیوں کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرے، انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد (سجدہ گاہ) بنا لیا۔''

②...... «عَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰـهِ ﷺ عَنْ

---

❶ ۱۰۲/ التکاثر: ۲

❷ ۲۲/ الحج: ۷

❸ ۱۰۰/ العادیٰت: ۹

❹ بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی البیعۃ، رقم: ۴۳۷

تَجْصِيْصِ الْقُبُوْرِ» ❶

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو چونا گچ کرنے سے منع فرمایا۔''

③...... «عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: زَارَ النَّبِیُّ ﷺ قَبْرَ اُمِّهٖ فَبَكٰی وَاَبْكٰی مَنْ حَوْلَهٗ فَقَالَ اسْتَأْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَلَهَا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ، وَاسْتَأْذَنْتُهٗ فِیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاَذِنَ لِیْ، فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ» ❷

''سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے، خود بھی روئے اور گرد و پیش کو بھی رلا دیا۔ پھر فرمایا: ''کہ میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے حق میں استغفار کی اجازت چاہی، لیکن نہ ملی۔ پھر زیارت قبر کی اجازت چاہی تو اجازت مل گئی، چناں چہ قبروں کی زیارت کیا کرو، کیوں کہ یہ تمھیں موت یاد دلاتی ہیں۔''

لغت عرب، قرآنِ مجید کی آیات، اور بے شمار احادیث، سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قبر سے مراد یہی زمینی گڑھا ہے، اسی میں نکیرین آتے ہیں، اسی میں سوال وجواب ہوتے ہیں، اس کے بعد پھر اسی قبر کو اعمال کے مطابق جنت کا باغ یا جہنم کا گڑھا بنا دیا جاتا ہے۔ اس قبر کے علاوہ کسی اور قبر کا دعویٰ کرنا، جیسا کہ بعض لوگوں نے برزخی قبر کا دعویٰ کیا ہے، سراسر کتاب وسنت کے منافی ہے، اور اتنا بودا اور کمزور ہے جیسے تارِ عنکبوت۔

قرآنِ مجید میں عذابِ قبر کا بیان

قرآنِ مجید میں عذاب قبر کا بیان دو طرح سے ہے: ① اجمالاً، ② تفصیلاً

---

❶ ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ما جاء في النهي عن البناء على القبور وتجصيصها والكتاب عليها، رقم: ١٥٦٢، اسے الشیخ الالبانی نے صحیح کہا ہے۔

❷ مسلم، كتاب الجنائز، باب استئذان النبي ﷺ ربه عزوجل في زيارة قبر امه، رقم: ٩٧٢

اجمالاً

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر دو قسم کی وحی نازل فرمائی ہے، وحی متلو، اور وحی غیر متلو۔

وحی متلو: یعنی ایسی وحی جس کی باقاعدہ تلاوت کی جاتی ہے، اور جس کے ایک ایک حرف کے بدلے دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ یہ وحی قرآنِ کریم کی صورت میں نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس کے الفاظ اور معنی دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔ یہ ایک معجزہ ہے کہ جس کی مثل پیش کرنے میں سب مخالفین نے اپنے اپنے دور میں گھٹنے ٹیک دیے، اور کوئی بھی اس میں کامیاب نہ ہوسکا۔

وحی غیر متلو: یعنی ایسی وحی جس کی نہ تو باقاعدگی سے تلاوت کی جاتی ہے، اور نہ ہی ایک ایک حرف کے بدلے دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ یہ وحی احادیث مبارکہ کی صورت میں نبی ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس کے معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، جنھیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ جناب حسان بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان جبريل عليه السلام ينزل على رسول الله ﷺ بالسنة كما ينزل عليه القرآن، ويعلمه اياها كما يعلمه القرآن . ❶

"جس طرح جبریل علیہ السلام قرآنِ مجید لے کر آپ ﷺ پر اترتا تھا، اسی طرح سنت (حدیث) لے کر بھی اترتا تھا۔ اور جس طرح قرآنِ مجید سکھاتا تھا، اسی طرح سنت بھی سکھاتا تھا۔"

علامہ ابوالبقاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سنت پر بحث کرتے کرتے انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ قرآن وحدیث وحی ہونے کے اعتبار سے تو دونوں ہی منکرین کو للکارتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ "مگر وہ تو وحی ہے، جو آپ کی طرف کی جاتی ہے۔" لیکن فرق اتنا ہے

---

❶ قواعد التحديث، ص: ٥٩ بيروت

کہ قرآن ہر اعتبار سے معجزہ ہے، اور اس کے الفاظ بھی وہی ہیں جو پہلے لوحِ محفوظ میں تھے۔ نہ تو جبریل علیہ السلام نے اس میں تصرف کیا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جب کہ حدیث میں ایسا نہیں، کیوں کہ اس کا مفہوم تو من جانب اللہ ہے، لیکن الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ [ایضاً]

حدیث کے وحی ہونے کے چند دلائل

① ...... ﴿ وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ ﴾ ❶

"اور جس قبلہ پر تم پہلے سے تھے، اسے ہم نے صرف اس لیے مقرر کیا تا کہ ہم جان لیں کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سچا تابع دار کون ہے، اور کون ہے جو اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتا ہے۔"

اس آیت کو سمجھنے کے لیے اس کا پس منظر اور شانِ نزول کا سمجھنا ضروری ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد مدنی زندگی کے ابتدائی ایام میں مسلمانوں کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم تھا، گویا بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ تھا۔ تقریباً سولہ (۱۶) ماہ تک مسلمان اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ اس کے بعد قرآنِ مجید نے سابقہ حکم منسوخ کر کے مسجد حرام کو مسلمانوں کا قبلہ بناتے ہوئے فرمایا:

﴿ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ ❷

"پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں۔"

اس حکم پر منافقوں نے اعتراض کیا کہ اس سے پہلے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنے میں آخر کیا حکمت تھی؟ اس اعتراض کے جواب میں ان آیات کا نزول ہوا۔

اب اس میں بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ بیت المقدس کو اللہ کے حکم سے ہی قبلہ مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن آپ

---

❶ ۲/ البقرۃ: ۱۴۳

❷ ۲/ البقرۃ: ۱۴۴

قرآنِ مجید اٹھا کر دیکھ سکتے ہیں کہ کہیں بھی آپ کو کوئی ایسی آیت نہیں ملے گی جس میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہو۔ یہ حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا، جسے قرآنِ مجید نے اللہ تعالیٰ کا حکم قرار دیا ہے۔ اس آیت میں یہ الفاظ نہیں کہ وَمَا جَعَلْتَ الْقِبْلَةَ...... یعنی جس قبلے پر آپ پہلے تھے، اسے تو نے صرف اس لیے مقرر کیا تھا...... ایسا نہیں، بلکہ ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ ......﴾ اور آپ جس قبلے پر پہلے سے تھے، اسے ہم نے صرف اس لیے مقرر کیا تھا......

قرآنِ مجید کا یہ بیان اس بات کی دلیل ہے کہ بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنے کا حکم جو نبی ﷺ کی طرف سے دیا گیا تھا، وہ ایک ایسی وحی پر مبنی تھا جو قرآنِ مجید کے علاوہ تھی، اور وہ وحی صرف اور صرف حدیث مبارکہ ہی تھی۔

④...... ﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ﴾ [1]

''اور جب نبی ﷺ نے اپنی بعض عورتوں سے ایک پوشیدہ بات کہی، پھر جب اس نے اس (پوشیدہ) بات کی خبر کر دی۔ اور اللہ نے اپنے نبی کو اس پر آگاہ کر دیا، تو نبی نے تھوڑی سی بات تو بتا دی اور تھوڑی سی ٹال گئے۔ پھر جب نبی نے اپنی اس بیوی کو یہ بات بتائی، تو وہ کہنے لگی اس کی خبر آپ کو کس نے دی؟ (نبی ﷺ نے) فرمایا: سب کچھ جاننے والے، پوری خبر رکھنے والے (اللہ) نے مجھے یہ بتلایا ہے۔''

اس آیت میں اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ ''اس پر اللہ نے اپنے نبی کو آگاہ کر دیا'' اور قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ''فرمایا! مجھے سب کچھ جاننے والے، خبر رکھنے والے (اللہ) نے خبر دی ہے۔'' کے الفاظ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ پر قرآنِ مجید کے علاوہ بھی وحی کا نزول ہوتا تھا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو جو اس افشاء راز سے مطلع فرمایا تھا وہ

---

[1] ٦٦/ التحریم: ٣

بات قرآنِ مجید میں کہیں بھی نہیں ہے۔

③...... ﴿ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ ❶

"تم نے کھجور کے جو درخت کاٹ ڈالے، یا جنھیں تم نے ان کی جڑوں پر باقی رہنے دیا، یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا، اور اس لیے بھی کہ فاسقوں کو (اللہ) رسوا کرے۔"

اس آیت میں واضح طور پر فرما دیا گیا ہے، کہ مسلمانوں نے یہ درخت اللہ تعالیٰ کی اجازت سے کاٹے تھے۔ لیکن کوئی بھی شخص قرآنِ مجید کی کوئی ایسی آیت پیش نہیں کرسکتا کہ جس میں اس جنگ کے دوران درخت کاٹنے کی اجازت موجود ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس اجازت کا علم کس طرح ہوا تھا؟ اس کا جواب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ اجازت رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو دی تھی اور خود نبی ﷺ کو بھی اس اجازت کا علم وحی غیر متلو کے ذریعے ہی سے ہوا تھا۔

طوالت کے ڈر سے ہم صرف انہی آیات پر اکتفا کرتے ہیں، ورنہ قرآنِ مجید میں تو اس طرح کی کئی مثالیں موجود ہیں جو حدیث کے وحی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

اب جب کہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حدیث بھی وحی الٰہی ہے تو پھر بحیثیت مسلمان ہونے کے ہم سب پر واجب ہے کہ ان دونوں قسموں کی وحیوں پر ایمان لائیں کیوں کہ یہی کامل ایمان کی نشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴾ ❷

"اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے، اور آپ کو وہ سکھایا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔"

---

❶ ٥٩/ الحشر: ٥

❷ ٤/ النساء: ١١٣

یہ آیت اور اس قسم کی دوسری آیات میں کتاب سے مراد قرآنِ مجید اور حکمت سے مراد حدیث پاک ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے جن باتوں کی ہمیں خبر دی ہے، ان سب پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا بھی اسی طرح ضروری اور واجب ہے جس طرح قرآنِ مجید پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا واجب ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ((اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْکِتَابَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ)) ❶

''آگاہ رہو! مجھے کتاب (قرآنِ مجید) اور اس کے ساتھ اس کی مثل (حدیث) بھی دی گئی ہے۔''

معلوم ہوا کہ حدیث بھی قرآن ہی کی طرح ہے، بلکہ آپ یوں کہہ لیں کہ حدیث قرآنِ مجید ہی کا بیان ہے۔ لہٰذا اگر کوئی مسئلہ قرآنِ مجید میں نہ ہو، صرف حدیث میں ہو، تو سمجھ لو کہ گویا وہ قرآنِ مجید ہی میں ہے۔

تفصیلاً

قرآنِ مجید میں بھی کئی جگہ عذاب وثواب قبر کا ذکر ہوا ہے، جس کا بیان آئندہ سطور میں ہوگا، ان شاء اللہ۔ ہاں البتہ اس پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے وہ یہ کہ

اعتراض ①: جن آیات کو عذاب قبر کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے، وہ مکی ہیں۔ جب ان مکی آیات سے عذاب قبر کا ثابت ہونا قرار دیا گیا تو پھر ہجرت کے بعد مدینہ میں نبی ﷺ نے...... بعض روایتوں کے مطابق......عذاب قبر سے انکار کیوں فرمایا؟

جواب: اس اعتراض کے کئی جوابات ہیں۔

①......آپ ﷺ کا عذاب قبر سے کلی انکار نہ تھا، بلکہ صرف مسلمان گنہگاروں کی بابت یہ انکار تھا، کیوں کہ مکی آیات میں کفار کے متعلق عذاب قبر کا اشارہ تھا، نہ کہ مسلمان گنہگاروں کے متعلق۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ان کے پاس تشریف لائے جب کہ ان کے پاس ایک یہودی عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کہنے لگی کیا

---

❶ ابوداؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، رقم: ٤٦٠٤ الشیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

تمھیں معلوم ہے کہ تم (مسلمان بھی) قبروں میں آزمائے جاؤ گے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (یہ سن کر) رسول اللہ کانپ اٹھے اور فرمایا: ((اِنَّمَا تُفْتَنُ یَهُوْدُ)) ''صرف اور صرف یہود ہی (قبروں میں) آزمائے جائیں گے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر ہم چند راتیں ٹھہرے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تجھے معلوم ہے؟ مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے کہ قبروں میں تمہاری (مسلمانوں کی) بھی آزمائش ہوگی۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس دن سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عذابِ قبر سے پناہ مانگتے سنا۔ ❶

مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ آپ نے عذابِ قبر کا کلی انکار نہیں فرمایا تھا۔ اگر ایسی بات ہوتی تو آپ یہ نہ فرماتے کہ یہود ہی قبروں میں آزمائے جائیں گے۔ آپ کا انکار صرف اور صرف مسلمان گنہگاروں کے متعلق تھا، جو اللہ تعالیٰ نے بعد میں وحی کے ذریعے آپ کو بتا دیا۔ اسی طرح قبر میں پیش آنے والے حالات کی تفصیل بھی آپ کو مدینہ میں ہی بتلائی گئی تھی۔

اسی طرح منکرین عذابِ قبر کی جانب سے کیا جانے والا یہ اعتراض بھی غلط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک یہودی عورت کے بتانے سے عذابِ قبر کا علم ہوا۔ یہ اس لیے غلط ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی عورت کی بات کی نفی کی تھی نہ کہ اثبات۔ پھر کچھ عرصے بعد آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درس دیا اور فرمایا: ''کہ مجھے وحی کے ذریعے بتایا گیا ہے۔'' یعنی نہ تو اس مسئلہ میں میری اپنی ذاتی رائے کا کوئی عمل دخل ہے۔ اور نہ ہی کسی یہودی عورت کے بتانے سے مجھے پتہ چلا۔ مجھے تو صرف اور صرف وحی کے ذریعے سے پتہ چلا ہے کہ تم لوگ بھی قبروں میں آزمائے جاؤ گے۔

حاصل کلام

① ......مکی آیات سے صرف کفار کو عذابِ قبر دیا جانا ثابت تھا۔ گنہگار اہل توحید پر عذابِ قبر مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی غیر متلو کے ذریعے سے بتایا گیا تھا۔ آپ کی نفی

---

❶ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر ...... رقم: ۱۳۱۹

گنہگار مسلمانوں کے بارے میں تھی نہ کہ تمام لوگوں کے بارے میں۔

②......اس قسم کا اعتراض اکثر منکرین حدیث ہی کرتے ہیں، حالاں کہ انھیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس قسم کی روایات کو بنیاد بنا کر عذاب قبر کا انکار کریں کیوں کہ:

اولاً: تو وہ حدیث رسول کے منکر ہیں، ان کے نزدیک تو حدیث (نعوذ باللہ) من گھڑت اور جھوٹی ہیں۔

ثانیاً: اگر وہ حدیث رسول کو مانتے ہیں تو پھر جن روایات سے وہ یہ اعتراض نکالتے ہیں، انہی روایتوں میں اثبات کا بھی ذکر ہے۔ لہٰذا وہ مکمل حدیث کو مانتے ہوئے عذاب قبر تسلیم کریں۔

باب دوم:

عذابِ قبر قرآنِ مجید کی روشنی میں

①...... ﴿ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴾ [1]

''اور اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کو مردہ مت کہو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔''

اس آیت میں شہداء کی جس زندگی کا ذکر ہوا ہے یقیناً وہ برزخ ہی کی زندگی ہے اور برزخ ایک مستقل جہاں ہے جو موت سے لے کر قیامت تک کے لیے ہے۔ برزخی زندگی ہر انسان کے لیے ہے، خواہ وہ شہید ہو یا غیر شہید۔

علامہ آلوسی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان الحياة في البرزخ ثابتة لكل من يموت من شهيد او غيره . [2]

''یقیناً برزخی زندگی ہر مرنے والے کے لیے ثابت ہے، شہید ہو یا کوئی اور ہو۔''

امام القرطبی اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں: **ويكون فيه دليل على عذاب القبر** [3] ''اور اس (آیت) میں عذاب قبر پر بھی دلیل ہے۔''

یاد رہے کہ برزخی زندگی اپنی تمام صورت میں تو سب کے لیے ہے، لیکن قرآنِ مجید نے شہداء کی تعظیم وتکریم کے لیے خصوصیت سے ان کو اَحْيَآءٌ کہا ہے۔ سورۃ آل عمران میں فرمایا:

﴿ وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ

---

[1] ٢/ البقرة: ١٥٤

[2] تفسير روح المعاني: ٢/ ٢١

[3] تفسير القرطبي، جز:٢، ص:١٦٨

بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ❶

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیے جائیں انھیں مردہ مت کہو، بلکہ وہ تو اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، رزق دیے جاتے ہیں۔ اللہ نے اپنا فضل جو انھیں عطا کیا ہے وہ اس سے بہت خوش ہیں، اور ان لوگوں کی بابت بھی خوشیاں منا رہے ہیں جو اب تک ان سے نہیں ملے۔ ان کے پیچھے ہیں۔ یہ کہ نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غم گین ہوں گے۔ اللہ کی نعمت اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں۔ اور بے شک اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اپنے رستے میں شہید ہونے والوں کو زندہ کہا ہے اور ساتھ ہی انھیں ملنے والے انعامات کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہ سب کچھ برزخ میں ہے، کیوں کہ انھیں یہ نعمتیں مل رہی ہیں اور ظاہر ہے کہ ابھی قیامت نہیں آئی۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے اور پوچھا: جابر! کیا بات ہے؟ میں تمھیں شکستہ خاطر دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے والد (جنگ احد میں) شہید ہو گئے اور قرض اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گئے۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تمھیں یہ بشارت نہ دوں کہ اس کی اللہ تعالیٰ سے کیسے ملاقات ہوئی؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! ضرور بتلایئے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی سے کلام نہیں کرتا مگر پردے کے پیچھے سے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کو زندہ کیا، پھر اس سے آمنے سامنے باتیں کیں اور پوچھا: ''کچھ آرزو کرو جو میں تمھیں عطا کروں'' تیرے باپ نے کہا: اے میرے رب! مجھے دوبارہ زندگی عطا کر دے، تاکہ میں دوسری مرتبہ تیری راہ میں شہید ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ بات طے ہو چکی ہے کہ لوگ دوبارہ دنیا کی طرف نہ لوٹیں

---

❶ ۳/ آل عمران: ۱۶۹ تا ۱۷۱

گے'' راوی کہتا ہے یہ آیت اسی کے بارے میں نازل ہوئی۔ ❶

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں ہیں، ان کے لیے عرش الٰہی میں کچھ قندیلیں لٹکتی ہیں، یہ روحیں جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتی پھرتی ہیں، پھر ان قندیلوں میں واپس آ جاتی ہیں۔ ان کے رب نے ان کی طرف دیکھا اور پوچھا: کیا تمھیں کسی چیز کی خواہش ہے؟ تو انھوں نے کہا ہمیں کسی چیز کی خواہش نہیں، ہم تو جہاں چاہیں سیر کرتی پھرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے تین بار یہی سوال کیا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ اب جواب دیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ تو کہا: اے پروردگار! ہم یہ چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحیں واپس (دنیا میں) لوٹا دے تاکہ ہم تیری راہ میں پھر جہاد کریں اور پھر شہید ہوں۔ ❷

شہداء کی اس زندگی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے لَا تَشْعُرُوْنَ فرمایا ہے، جس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ تم شہداء کی اس حیات کو محسوس نہیں کر سکتے، اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے کہ وہ کیسی ہے، اور نہ ہی تم اپنے حواس یعنی ناک، کان، آنکھ، پاؤں، کے ذریعے سے ان کا حال معلوم کر سکتے ہو، کیوں کہ وہ تو اب برزخ کے معاملات میں سے ہے۔ جب کہ برزخ کے معاملات کا علم وحی الٰہی کے بغیر ناممکن ہے۔

لَا تَشْعُرُوْنَ برزخ کی حیات شعور میں آنے والی نہیں، اس لیے کہ جسم الگ ہے اور روح الگ ہے، اور بسا اوقات تو جسم کو پرندے اور درندے کھا جاتے ہیں، لیکن اس کے باوجود اسے حیات کہا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ انھیں وہاں رزق بھی دیا جاتا ہے۔ اس لیے یہ ہمارے شعور سے باہر ہے۔

---

❶ ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة آل عمران، رقم: ۳۰۱۰، الشیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔

❷ مسلم، کتاب الامارة، باب فی بیان ان ارواح الشهداء فی الجنة وانهم احياء عند ربهم یرزقون، رقم: ۱۸۸۷

معلوم ہوا کہ عالم برزخ ہماری عقل وشعور میں نہیں آ سکتا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلے ہی بتا دی ہے۔ اب خواہ مخواہ اس کی کیفیت جاننے کی کوشش کرنا اور یہ کہنا کہ یہ حیات عقل میں نہیں آتی، کم ازکم کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے۔

﴿ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰـكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴾ شہداء کو مردہ مت کہو، کیوں کہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، لیکن وہ زندگی ایسی ہے جس کا ہم شعور نہیں پا سکتے، مگر شعور نہ پانے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت شدہ حقائق تو نہیں بدل سکتے۔

سورت آل عمران کی مذکورہ بالا آیات میں شہداء کی اسی برزخی زندگی اور انھیں وہاں ملنے والی نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد آخر میں فرمایا ﴿وَاَنَّ اللّٰـهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْـمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ یقیناً مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا'' یعنی جس طرح شہداء پر اللہ تعالیٰ نے عالم برزخ میں اپنی نعمتیں کی ہیں، ان کے اجر وثواب کو ضائع نہیں کیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مومن کو برزخ میں اپنی نعمتوں سے نوازے گا اور ان کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔ یہاں اَجْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ کے الفاظ بھی قابل غور ہیں:

اولاً: اللہ تعالیٰ نے یہاں اَجْرَ الشُّهَدَآءِ یا پھر اَجْرُ الْمَقْتُوْلِيْنَ نہیں فرمایا۔

ثانیاً: اَلْمُؤْمِنِيْنَ پر الف، لام، استغراق کا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کسی بھی مومن کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا۔ وہ شہید ہو یا غیر شہید۔

جس طرح شہداء اور عام مومنوں کو برزخ میں اجر وثواب ملے گا۔ اس کے برعکس کافروں، فاجروں، منکرین قرآن وسنت کو قبر میں عذاب بھی ہوگا۔

② ...... ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۗ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴾ [1]

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں قول ثابت (کلمہ طیبہ) پر ثابت قدم رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے، اور اللہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔''

---

[1] ١٤/ ابراهیم: ٢٧

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ پر ایمان والوں کو اس دنیا میں بھی ہر طرح کی آزمائشوں میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ اور آخرت کی بھی ہر مشکل گھڑی میں انھیں ثابت قدمی نصیب فرمائے گا، ان شاء اللہ۔

تمام مفسرین، محدثین اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ خود صاحب قرآن جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی منقول ہے۔ چناں چہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِذَا اُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِیْ قَبْرِهٖ، اُتِیَ، ثُمَّ شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَذٰلِکَ قَوْلُهٗ ﴿ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ﴾» ❶

”مومن جب اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے، تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، پھر وہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ)، اللہ کے رسول ہیں۔ تو یہی مطلب ہے (اللہ تعالیٰ کے) قول ﴿یُثَبِّتُ اللّٰهُ ......الایة ﴾ کا

امام محمد بن بشار رحمہ اللہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ...... نَزَلَتْ فِیْ عَذَابِ الْقَبْرِ ”کہ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔“ ❷

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے:

«اَلْمُسْلِمُ اِذَا سُئِلَ فِی الْقَبْرِ، یَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَذٰلِکَ قَوْلُهٗ ﴿ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ﴾» ❷

”مسلمان سے جب قبر میں سوال ہوگا تو وہ گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

---

❶ بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، رقم: ۱۳٦۹

❷ ایضاً

❸ بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ، رقم: ٤٦۹۹

اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ......کا یہی مطلب ہے۔"

امام الربیع رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ بے شک یہ امت (محمدیہ) بھی اپنی قبروں میں سوال کی جائے گی، پھر اللہ تعالیٰ مومن کو اس کی قبر میں سوالات کے وقت ثابت قدم رکھے گا۔" ❶

امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی مروی ہے۔ ❶

قَوْلِ الثَّابِتِ سے مراد کلمہ طیبہ ہے۔ حَيٰوةِ الدُّنْيَا سے مراد یہی دنیا کی زندگی ہے جو آج ہم بسر کر رہے ہیں۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو آنے والی آزمائشوں میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ وَفِي الْاٰخِرَةِ سے مراد وہ زندگی ہے جو مرنے کے بعد شروع ہوگی۔ جیسا کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مومن بندے کی موت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ((وَاَنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ اِذَا كَانَ فِيْ انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَاِقْبَالِ الْاٰخِرَةِ))...... "بے شک مومن بندہ جب دنیا سے کوچ کرنے لگتا ہے اور آخرت کی طرف روانہ ہوتا ہے۔" الحدیث ❸

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

((فَجَمَعَ اللّٰهُ رِيْقِيْ وَرِيْقَهٗ فِيْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا، وَاَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الْاٰخِرَةِ)) ❹

"پس اللہ نے میرے اور آپ ﷺ کے لعاب کو، آپ ﷺ کے دنیا کے آخری اور آخرت کے پہلے دن جمع کر دیا۔"

---

❶ تفسیر الطبری، جز: ۱۳، ص: ۲۵۲

❷ ایضاً

❷ مسند احمد: ٤ / ۲۸۸

❸ بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، رقم: ٤٤٥١

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی، جس کا نام صفیہ بنت ابی عبید تھا۔ وہ اپنے کھیتوں میں رہا کرتی تھی۔ انھوں نے اپنی موت کو قریب دیکھ کر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ ((اِنِّیْ فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مِنْ اَیَّامِ الدُّنْیَا، وَاَوَّلِ یَوْمٍ مِنَ الْاٰخِرَةِ))
''بے شک میں ایام دنیا کے آخری دن میں ہوں اور آخرت کے پہلے دن میں ہوں۔''❶

ان تمام احادیث میں موت کے بعد آنی والی زندگی کو آخرت کہا گیا ہے۔

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ ان تمام احادیث سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں موت کے بعد کے لیے آخرت کا نام ایک جانی پہچانی حقیقت تھی۔ قرآن وحدیث میں مرنے کے بعد کے لیے اور قیامت کے دن کے لیے آخرت کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ البتہ بعض اہل علم نے مرنے کے بعد سے قیامت تک کے احوال کے لیے برزخی زندگی اور عالم برزخ کی اصطلاح ایجاد کی ہے تاکہ مرنے کے بعد سے قیامت تک کے وقفہ اور قیامت کے دن، دونوں میں فرق واضح ہوجائے۔ ورنہ مرنے کے بعد کے لیے آخرت کی اصطلاح ہی استعمال کرنا زیادہ درست ہے۔❷

معلوم ہوا کہ آخرت سے مراد صرف قیامت ہی نہیں، بلکہ عالم برزخ بھی آخرت ہی کا ایک حصہ ہے۔ بلکہ آخرت کی گھاٹیوں میں سے پہلی گھاٹی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

((اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الْاٰخِرَةِ))❸

''بے شک قبر آخرت کی گھاٹیوں میں سے پہلی گھاٹی ہے۔''

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ وَفِی الْاٰخِرَةِ کے متعلق رقمطراز ہیں:

---

❶ نسائی، کتاب المواقیت، باب الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین الظهر والعصر، رقم: ٥٨٨ الشیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔

❷ عقیدہ عذاب قبر، ص: ٤٣

❸ ترمذی، کتاب الزهد، باب، رقم: ٢٣٠٨ الشیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔

آخرت سے مراد عالم برزخ ہے اور قرائن بھی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ قیامت میں قول ثابت پر قائم رہنا کون سی بڑی بات ہوگی، جب کہ ہر چیز اس وقت واضح اور نمایاں ہوگی۔ اس لیے اس آیت میں آخرت سے عالم برزخ کے سوا اور کچھ مراد نہیں ہوسکتا، اور حدیث میں تصریحاً بیان ہے کہ قبر، یعنی برزخ آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے۔ ❶

اب جب یہ ثابت ہوگیا کہ عالم برزَخ بھی آخرت ہی کا حصہ ہے، تو پھر حق تو یہ تھا کہ اس آیت پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ کیا جاتا اور اس آیت کو عذاب قبر کے متعلق نص صریح تسلیم کرلیا جاتا۔ مگر منکرین عذاب قبر نے اس آیت پر طرح طرح کے اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی۔ ذیل میں ہم دور جدید کے منکرین عذاب قبر کے سرخیل فاضل صاحب کے ۳۶ صفحات پر مشتمل رسالہ ''عذاب قبر'' میں اس آیت پر ہونے والے اعتراضات کا جائزہ لیتے ہیں۔

اعتراض (۱) : اس آیت میں دنیا اور آخرت میں ثابت قدمی کا ذکر ہے۔ برزخی میں ثابت قدمی کا ذکر نہیں۔ لہٰذا برزخ میں ثابت قدمی کیسے مراد لی جاسکتی ہے؟

جواب : گزشتہ سطور میں ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ عالم برزخ پر بھی لفظ آخرت کا اطلاق ہوتا ہے۔ کیوں کہ وہ بھی آخرت ہی کا حصہ ہے اور آخرت کی گھاٹیوں میں سب سے پہلی گھاٹی ہے۔

دوسری بات یہ کہ عدم ذکر سے عدم شی لازم نہیں آتی۔ قرآنِ مجید نے برزخ میں ثابت قدمی کی کب نفی کی ہے؟

اعتراض (۲) : برزخ عارضی اور عبوری ہے اور آخرت حقیقی وابدی ہے۔ دونوں ایک نہیں ہوسکتے۔

جواب : ہم کون سا یہ کہتے ہیں کہ آخرت کا اطلاق صرف برزخ ہی پر ہوتا ہے، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ برزخ بھی آخرت ہی کا حصہ ہے۔ اسے آخرت کا مقدمہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

اگر آپ برزخ اور آخرت دونوں کو ایک نہیں مانتے۔ لازماً آپ نے فرق ہی کرنا ہے،

---

❶ سیرۃ النبی ﷺ از شبلی نعمانی: ٤/ ٣٤٣ حذیفہ اکیڈمی

تو کریں۔ مرنے کے بعد سے قیامت تک کے احوال کو عالم برزخ کا لفظ دیں۔ لیکن کیا آپ کے اس فرق سے عالم برزخ عالم آخرت سے خارج ہو جائے گا؟

جو شخص مر گیا وہ اپنے سفر آخرت پر نہیں چلا جاتا؟ غور کریں جو آدمی کراچی جا رہا ہو، ابھی وہ کراچی نہیں پہنچا۔ راستے میں ہی ہے، کیا اس کے گھر والے یہ نہیں کہتے کہ وہ کراچی چلا گیا ہے؟

اگر کسی مومن کو عارضی اور عبوری جگہ میں ثابت قدمی کی ضرورت پڑ جائے تو کیا وہاں اُسے ثابت قدمی نہیں مل سکتی؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر اس کی وجہ بتائیں۔

کیا یہ فانی دنیا آخرت کے مقابلے میں عارضی نہیں؟ جس کے لیے فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا یعنی دنیا میں ثابت قدمی کا ذکر ہے۔

یاد رہے کہ عالم برزخ کے مقابلے میں عالم دنیا کچھ بھی نہیں۔ اگر عالم دنیا میں ثابت قدمی کی ضرورت پڑ سکتی ہے، تو عالم برزخ جو کہ اس کے مقابلے میں بڑا اور لمبا جہان ہے، وہاں اس کی ضرورت کیوں نہیں پڑ سکتی؟ اسی لیے نبی محمد ﷺ جب میت کو دفن کر کے فارغ ہو جاتے تو قبر پر کھڑے ہو کر فرماتے: ((اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْکُمْ، ثُمَّ سَلُوْا لَهٗ بِالتَّثْبِیْتِ، فَاِنَّهُ الْاٰنَ یُسْاَلُ)) ''اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کی ثابت قدمی کے لیے بھی دعا کرو، کیوں کہ اب وہ سوال کیا جا رہا ہے۔'' ❶

③...... ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ❷

''جس کسی نے بھی نیک عمل کیا، مرد ہو یا عورت، لیکن وہ مومن ہو، تو اسے ہم یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے، اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انھیں ضرور ضرور دیں گے۔''

---

❶ ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف، رقم: ۳۲۲۱ الشیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

❷ ۱۶/ النحل: ۹۷

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جس کسی نے بھی اچھے اعمال کیے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو تو اس کے لیے، اللہ تعالیٰ نے تاکید کے ساتھ فرمایا کہ، ہم اسے حیوت طیبہ بھی دیں گے اور اچھے اعمال کا بدلہ بھی۔

ایک جگہ نُحْيِيَنَّ اور دوسری جگہ نَجْزِيَنَّ فرمایا، نُحْيِيُ اور نَجْزِيُ، دونوں مضارع کے صیغے ہیں، مضارع حال اور مستقبل دونوں کے لیے آتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ حیات طیبہ اور اچھے اعمال کا بدلہ کہاں ملے گا؟ دنیا، برزخ، یا قیامت کو؟ ظاہر ہے کہ یہاں کسی خاص عالم کا ذکر نہیں ہوا، بلکہ مطلق ارشاد ہے۔ تو اگر گرائمر کی رو سے بھی ہم غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں میں مومنوں کو حیات طیبہ اور جزائے حسنہ عطا کرے گا۔ حال، یعنی دنیا، اور مستقبل، یعنی برزخ اور قیامت، جسے آخرت سے تعبیر کیا گیا ہے، یعنی تمام جہانوں میں حیات طیبہ اور جزائے حسنہ ملے گی۔

دنیا میں حیات طیبہ سے مراد پاک زندگی میں حلال روزی، قناعت، سچی عزت، سکون، اطمینان، دل کی تونگری، اللہ کی محبت اور لذت، سبھی چیزیں شامل ہیں۔ مطلب یہ کہ ایمان اور عمل صالح سے اخروی زندگی ہی نہیں بلکہ دنیوی زندگی بھی نہایت سکھ اور چین سے گزرے گی۔ [1]

آخرت میں حیات طیبہ کیسی ہوگی؟ اس کی اصل حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے۔ البتہ یہ بات اٹل ہے کہ وہ اس دنیا کی زندگی سے بہتر ہوگی۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بہر حال مومن قانت کی پاک اور مزہ دار زندگی یہیں سے شروع ہو جاتی ہے۔ قبر میں پہنچ کر اس کا رنگ اور زیادہ نکھر جاتا ہے۔ آخر انتہا اس حیات طیبہ پر ہوتی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے: **حیات بلا موت، وغنی بلا فقر، وصحة بال سقم، وملک بلا هلک، وسعادة بلا شقاوة۔** [2]

---

[1] اشرف الحواشی، ص: ٣٣٤، حاشیہ: ١٠

[2] تفسیر عثمانی، ص: ٣٦٨، حاشیہ: ٤

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حیوٰۃ طیبہ روح اور جسم دونوں کو ملتی ہے۔ کیوں کہ آیت ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ ......﴾ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حیوٰۃ طیبہ عمل صالح کرنے والوں کو ملتی ہے اور عمل صالح جسم اور روح دونوں مل کر کرتے ہیں۔ لہٰذا حیوٰۃ طیبہ میں بھی جسم روح کا شریک ہوتا ہے۔

④...... ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ❶

''اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں، اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا کر یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ لاؤ، نکالو اپنی جانیں۔ آج تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس وجہ سے کہ تم اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے۔ اور تم اللہ کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔''

علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر آل السعیدی رقم طراز ہیں:

وفی هذا دلیل علی عذاب القبر ونعیمه ''اور اس (آیت) میں عذاب قبر کی اور اس (میں ملنے والی) نعمتوں پر دلیل ہے۔'' ❷

علامہ ابن رجب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب ''**احوال القبور واحوال اهلها الی النشور**'' میں اثبات عذاب قبر کے لیے اس آیت کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ ایسے ہی امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''**کتاب الروح**'' میں اس آیت کو عذاب قبر کی دلیل قرار دیا ہے۔

فرشتے جب ظالموں کی روح قبض کرتے ہیں تو انھیں کہتے ہیں کہ تم اپنی جانیں نکال کر ہمارے حوالے کرو۔ فرشتوں کا یہ خطاب بطور زجر و توبیخ کے ہے، ورنہ کسی انسان کے بس میں

---

❷ تفسیر السعیدی

یہ کہاں کہ وہ خود بخود اپنی جان نکال کر فرشتوں کے حوالے کرے اور پھر بالخصوص کافر اور ظالم لوگ؟

دوسری بات فرشتے یہ کہتے ہیں کہ آج کے دن تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو ظالموں کے لیے آخرت میں ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے، ابھی سے اس کی ابتدا ہو رہی ہے۔ کیوں کہ اب تم آخرت کی طرف روانہ ہو چکے ہو۔

یہ آیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جزا وسزا کا سلسلہ مرتے ہی شروع ہو جاتا ہے، فرشتے جب روح قبض کر رہے ہوتے ہیں، اسی وقت سے آخرت کا عذاب شروع ہو جاتا ہے۔

سورۃ انفال میں ہے:

﴿ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۚ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴾ ❶

''اور اگر تو دیکھے کہ جس وقت فرشتے کافروں (کی روحوں) کو قبض کرتے ہیں۔ ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مار مارتے ہیں اور (کہتے ہیں) تم جلنے کا مزہ چکھو۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''بعض مفسرین نے اسے جنگ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین کی بابت قرار دیا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب مشرکین مسلمانوں کی طرف آتے تو مسلمان ان کے چہروں پر تلواریں مارتے، جس سے بچنے کے لیے وہ پیٹھ پھیر کر بھاگتے تو فرشتے ان کی پشتوں پر تلواریں مارتے۔ لیکن یہ آیت عام ہے جو ہر کافر اور مشرک کو شامل ہے، اور مطلب یہ ہے کہ موت کے وقت فرشتے ان کے مونہوں اور پشتوں پر مارتے ہیں۔'' ❷

سورہ محمد میں اللہ تعالیٰ کا ایسا ہی ایک اور ارشاد بھی ہے:

---

❶ انفال: ۵۰

❷ تفسیر احسن البیان، ص: ۲۳۹، حاشیہ: ٤

﴿ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴾ ❶

''کیا حال ہوگا، کہ جب فرشتے ان کی جان قبض کرتے ہوئے ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مار ماریں گے۔''

مولانا عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کے متعلق فرماتے ہیں:

''تفسیری اختلاف اپنی جگہ پر، تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قبض روح کے ساتھ اللہ کے نافرمان عذاب میں مبتلا ہو جاتے۔ میت کا جسم خواہ آگ میں جلا کر راکھ کر دیا جائے اور اس راکھ کو ہوا میں اڑا دیا جائے یا سمندر اور دریا میں بہا دیا جائے۔ لیکن عالم برزخ، قبر کی کلفت اور راحت میت کے اپنے اعمال کے مطابق اس کی روح اور جسم کو ضرور دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ جو بغیر اسباب کے انسان کو بنا سکتا ہے تو بنائے ہوئے انسان کو مار دینا، اس کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنا، جسم کے بکھرے ہوئے اجزا کو جمع کر لینا، اور اس کے اجزاء بدن جہاں کہیں بھی منتشر ہوں انھیں روح کے ساتھ قیامت سے پہلے عالم برزخ میں تکلیف آرام میں مبتلا کرنا، اس کے لیے کیا مشکل ہے؟'' ❷

تفسیر اشرف الحواشی میں ہے کہ ''آج سے مراد وہ دن ہے جس میں ان پر عذاب قبر کی ابتدا ہوگی، اس آیت میں عذاب قبر کی طرف صاف صاف اشارہ ہے۔'' ❸

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

اَلْيَوْمَ: آج سے مراد قبض روح کا دن ہے اور یہی عذاب کے آغاز کا وقت بھی ہے جس کا مبدا قبر ہے، اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب قبر برحق ہے ورنہ ہاتھ پھیلانے اور جان نکالنے کا حکم دینے کے ساتھ اس بات کے کہنے کے کوئی معنی نہیں کہ آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ خیال رہے کہ قبر سے مراد برزخ کی زندگی ہے، یعنی دنیا کی زندگی کے بعد اور آخرت کی زندگی سے قبل، یہ ایک درمیان کی زندگی ہے، جس کا عرصہ انسان کی موت

---

❶ ٤٧/ محمد: ٢٧

❷ عالم برزخ، ص: ١١٠، ١١١

❸ اشرف الحواشی، ص: ١٦٨، حاشیہ: ٤

سے قیامت کے وقوع تک ہے۔ یہ برزخی زندگی کہلاتی ہے۔ چاہے اسے کسی درندے نے کھا لیا ہو، یا اس کی لاش سمندر کی موجوں کی نظر ہوگئی ہو، یا اسے جلا کر راکھ بنا دیا گیا، یا قبر میں دفنا دیا گیا ہو، یہ برزخ کی زندگی ہے جس میں عذاب دینے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ ❶

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: آج مرنے کے وقت سے غیر متناہی مدت تک ❷

اعتراض ۱:

محمد فاضل صاحب اس آیت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لفظ اَلْیَــــوْمَ سے وفات کا دن مراد لے کر اس کو عذاب قبر کے ثبوت میں پیش کرنا صحیح نہیں، کیوں کہ اَلْیَـوْمَ کا لفظ قیامت اور حشر کے لیے متعدد جگہ استعمال ہوا ہے، مثلاً سورت الحآقة: ۳۵، المعارج: ۴۴، المرسلات: ۱۳، ۱۴، ۳۵، النباء: ۱۷، ۱۸، ۳۵، ۳۸، ۴۰، النازعات: ۳۵، ۴۶، عبس: ۳۴ میں تو بالخصوص قیامت اور حشر ہی کے لیے یہ لفظ استعمال ہوا ہے اَلْیَوْمَ کی وضاحت **یَـوْمُ الْـفَـصْـلِ، یَوْمُ التَّغَابُنِ، یَوْمُ الْعَظِیْمِ، یَوْمُ الدِّیْنِ، یَوْمُ الْحِسَابِ** کے ذریعے قرآن میں موجود ہے، چناں چہ اسی دن سے ڈرایا گیا ہے۔ [مریم: ۳۹، انفطار: ۱۵، ۱۷، ۱۸، ۱۹] اَلْیَـوْمَ سے حشر کا دن مراد لینے میں کوئی اشکال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ حشر کے دن فیصلے کے بعد ہی جزا دینے کی تصدیق ہوتی ہے۔ ان وضاحتوں کی موجودگی میں اَلْیَــــوْمَ سے قبر یا برزخ مراد لینا تاویل نہیں بلکہ تحریف ہے۔ ❸

جواب: پہلی بات تو یہ کہ آپ نے جن سورتوں کے حوالے دیے ہیں، ان میں سے المرسلات آیت ۱۳، ۱۴، ۳۵ سورۃ النباء آیت ۱۷، ۱۸، ۴۰ اور سورۃ عبس آیت ۳۴ میں اَلْیَــــوْم کا لفظ نہیں بلکہ یـوم کا لفظ ہے۔ الف، لام کے بغیر۔ لفظ یـوم کو الیـوم بنا دینا یہ صرف اور صرف آپ ہی کا

---

❶ تفسیر احسن البیان، ص: ۱۸۱، حاشیہ: ۵

❷ تفسیر مظهری: ۱۸۸/٤، ایچ ایم سعید کمپنی

❸ عذاب قبر، ص: ۱۸

کمال ہے۔ یَوْمُ الْفَصْلِ، یَوْمُ التَّغَابُنِ، یَوْمُ الْعَظِیْمِ، یَوْمُ الدِّیْنِ اور یَوْمُ الْحِسَابِ ہماری بحث سے خارج ہیں۔ بات صرف لفظ اَلْیَوْم کی ہے۔

یاد رہے کہ اَلْیَوْم سے حشر کا دن صرف وہاں مراد ہوتا ہے جہاں کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جو یہ بتائے کہ یہاں اَلْیَوْم سے مراد قیامت کا دن ہے۔ جیسا کہ سورت المعارج آیت ۴۴ اور النباء آیت ۳۹ میں قرینہ موجود ہے جو اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ یہاں اَلْیَوْمُ سے مراد قیامت ہی کا دن ہے۔

مگر جہاں کوئی ایسا قرینہ نہ پایا جائے تو وہاں اَلْیَوْمُ سے وہی دن مراد ہوگا جس کی بات ہو رہی ہے۔

اگر ہمارے بیان کردہ جواب کو آپ تسلیم نہیں کرتے ہیں، تو پھر ذرا بتائیں کہ قرآنِ مجید میں جہاں جہاں بھی اَلْیَوْم کا لفظ آیا ہے، کیا اس سے مراد صرف حشر اور قیامت ہی کا دن ہے؟

ہر جگہ اَلْیَوْمُ سے قیامت کا دن مراد لینا سراسر جہالت ہے، مثلاً:

﴿ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ﴾ ❶

''آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا، اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا، اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔''

فاضل صاحب اور ان کے ہمنوا بتائیں! کہ کیا یہاں اَلْیَوْم سے مراد قیامت کا دن ہے؟ اگر آپ کا جواب ہاں میں ہے تو پھر مطلب یہ ہوا کہ تمہارا دین اسلام اب نامکمل اور ناقص ہے، یعنی اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے، یہ قیامت کے دن ہی مکمل ہوگا۔ فیا للعجب ۔ قیامت کے دن مکمل کرنے کا کیا فائدہ۔

اور اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو ماننا پڑے گا کہ سورۃ الانعام میں اَلْیَوم سے مراد دنیا

---

❶ ۵/ المائدۃ:۳

سے رخصت ہونے کا دن ہے۔

ایسے ہی ایک اور مثال۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۖ ﴾ ❶ ''آج کے دن پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں۔''

بتائیے کہ یہاں اَلْیَوم سے کون سا دن مراد ہے؟

معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید میں جہاں اَلْیَوم سے مراد قیامت کا دن ہے، وہاں اس کے ساتھ کوئی قرینہ موجود ہے۔ لیکن جہاں اَلْیَوم کا لفظ مطلق ہو، وہاں اس کا معنی و مراد ''آج کا دن'' (جس دن کی بات ہو رہی ہو) ہے۔

دوسری بات یہ کہ اگر یہاں اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ ...... سے مراد قیامت ہی کا دن ہوتو پھر اسے جان کنی کے وقت ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ ہونا چاہیے تھا۔ فَفْهَمْ وَتَدَبَّرْ

اعتراض ۲: عَذَابَ الْهُوْنِ کے الفاظ سورۃ الاحقاف آیت ۲۰ اور سورۃ الجاثیہ آیت ۹ میں دوزخ ہی کے عذاب کے لیے آئے ہیں، البتہ سورۃ حم السجدۃ کی آیت ۱۷ میں عَذَابَ الْهُوْنِ کے الفاظ دنیا کے عذاب کے لیے آئے ہیں، لیکن عذاب قبر یا برزخ کے لیے قرآن میں کہیں بھی نہیں ہیں، مندرجہ بالا سے واضح ہو جاتا ہے کہ عذاب قبر یا برزخ کی تائید میں یہ آیت پیش نہیں کی جا سکتی۔ ❷

جواب: فاضل صاحب کے اعتراض سے معلوم ہوا کہ عَذَابَ الْهُوْن دنیا میں بھی ہوسکتا ہے اور قیامت کو بھی ہوسکتا ہے، مگر سوال یہ ہے کہ برزخ میں کیوں نہیں ہوسکتا؟ آپ نے کہا کہ عَذَابَ الْهُوْنِ کے الفاظ دنیا کے عذاب کے لیے ہیں، لیکن قبر یا برزخ کے لیے قرآن میں کہیں بھی نہیں، ذرا بتلایئے! کہ کیا عدم ذکر سے عدم شی لازم آتی ہے؟

سورت الاحقاف میں اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ سے مراد عذاب آخرت ہے، کیوں کہ کلام کا سیاق و سباق اس بات پر دلالت کر رہا ہے، سورت حم سجدہ میں عَذَابَ

---

❶ ۵/ المائدۃ: ۵

❷ عذاب قبر: ۱۸

الْهُوْنِ سے مراد دنیا کا عذاب ہے، اس پر بھی سیاق کلام کی دلالت ہے، بالکل اسی طرح یہاں بھی کلام کا سیاق وسباق یہ بتا رہا ہے کہ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ کو جان کنی کے وقت ذکر کرنے کا مطلب یہی ہے، کہ آج کے دن ہی سے رسوا کن عذاب شروع ہو رہا ہے، جس کی ہلکی سی جھلک سورت انفال آیت نمبر ۵۰ اور سورہ محمد آیت ۲۷ میں بیان کر دی گئی ہے۔

⑤...... ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ○ ﴾ [1]

"بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر (اس بات پر) قائم رہے۔ ان کے پاس فرشتے آتے ہیں (اور کہتے ہیں) خوف نہ کھاؤ اور نہ ہی غم کرو، بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیے گئے ہو۔ ہم تمہارے دوست تھے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی (رہیں گے)، اور تمہارے لیے اس (جنت) میں (وہ سب کچھ ہے) جو تمہارے دل چاہیں گے اور جو تم مانگو گے (یہ سب کچھ بطور تمہاری) مہمان نوازی ہے (اللہ) بخشنے والے، مہربان کی طرف سے۔"

ان آیات میں مستقیم الحال لوگوں کے لیے فرشتوں کے نزول اور ان کی طرف سے ملنے والی خوشخبریوں کا ذکر ہے۔ یہ خوشخبریاں کہاں ملتی ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا "دنیا کی زندگی میں" وَفِی الْاٰخِرَةِ "اور آخرت کی زندگی میں بھی۔" آخرت کہ جس کی ابتدا موت کی آخری ہچکی سے ہوتی ہے، جس میں عالم برزخ اور عالم حشر دونوں شامل ہیں، جیسا کہ گزشتہ سطور میں ہم ثابت کر آئے ہیں

---

[1] ۴۱/ حٰمٓ السجدۃ ۳۰ تا ۳۲

کہ عالم برزخ بھی عالم آخرت ہی کا حصہ ہے۔ تینوں جہانوں (دنیا، برزخ، حشر) میں فرشتوں کی طرف سے یہ بشارتیں ملتی ہیں۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقال زيد بن اسلم: يبشرونه عند موته، وفي قبره، وحين يبعث، رواه ابن ابى حاتم، وهذا القول يجمع الاقوال كلها وهو حسن جدا وهو الواقع. ❶

''زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ ملائکہ مستقیم الحال لوگوں کو موت کے وقت اور قبر میں اور قبر سے اٹھتے وقت (فرشتے) خوشخبریاں سناتے ہیں، اور یہ قول (یعنی یہ تفسیر) تمام اقوال کو جامع ہے، اور بہت ہی اچھی تفسیر ہے، اور واقع اور حقیقت کے مطابق ہے۔''

امام وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''تین مقامات پر بشارت ملے گی، مرتے وقت، قبر کے اندر اور قبر سے اٹھتے وقت۔'' ❷

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ایسے مستقیم الحال بندوں پر موت کے قریب اور قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد قبروں سے اٹھنے کے وقت، اللہ کے فرشتے اترتے ہیں، جو تسکین و تسلی دیتے ہیں اور جنت کی بشارتیں سناتے ہیں۔ کہتے ہیں اب تم کو ڈرنے اور گھبرانے کا کوئی موقع نہیں رہا۔ ❸

سید احمد حسن محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مسند امام احمد اور ابوداؤد کے حوالہ سے براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) کی صحیح حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے، کہ نیک لوگوں کی قبض روح کے وقت رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور نیک لوگوں کو اللہ کی رضا مندی کی اور مغفرت کی خوشخبری سناتے ہیں۔ مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح روایت ہے کہ قبر کے سوال و جواب کے بعد اللہ کے فرشتے نیک لوگوں کو

---

❶ تفسير ابن كثير: ٥/ ٤٧٩ دار الكتب

❷ تفسير القرطبى، جز ٢٥، ص:٣١٣

❸ تفسير عثمانى، ص:٦٣٨، حاشيه:٤

ان کا جنت کا ٹھکانا دکھا کر یہ خوشخبری سنا دیتے ہیں، کہ قیامت کے دن اسی ٹھکانے میں رہنے اور بسنے کے لیے تم کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ ان آیتوں میں نیک لوگوں کے پاس فرشتوں کے اترنے کا جو ذکر ہے، یہ حدیثیں اس کی گویا تفسیر ہیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ قبض روح کے وقت اور قبر میں دفن کرنے کے بعد اللہ کے فرشتے نیک لوگوں کے پاس آتے ہیں اور ان کو طرح طرح کی خوشخبری سنا کر جنت کا ٹھکانا بھی ان کو دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں تمہاری زندگی میں بھی تمہارے نیک عمل لکھنے کے لیے اللہ کے فرشتے تمہارے رفیق تھے اور اب بھی تمہارے رفیق ہیں اور جنت کا ٹھکانا تمہیں دکھاتے ہیں جس میں اللہ غفور الرحیم نے مہمانوں کی خاطرداری کی طرح تمہارے لیے سب کچھ تیار کر رکھا ہے۔ ❶

سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ **اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا** کے متعلق فرماتے ہیں: یہ بڑے جامع الفاظ ہیں جو دنیا سے لے کر آخرت تک، ہر مرحلے میں اہل ایمان کے لیے تسکین کا ایک نیا مضمون اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس دنیا میں فرشتوں کی اس تلقین کا مطلب یہ ہے کہ باطل کی طاقتیں ...... خواہ کتنی ہی بالا دست اور چیرہ دست ہوں ...... ان سے ہرگز خوفزدہ نہ ہوں اور حق پرستی کی وجہ سے جو تکلیفیں اور محرومیاں تمہیں سہنی پڑیں ان پر کوئی رنج نہ کرو۔ کیوں کہ آگے تمہارے لیے وہ سب کچھ ہے جس کے مقابلے میں دنیا کی ہر نعمت ہیچ ہے۔ یہی کلمات جب موت کے وقت فرشتے کہتے ہیں تو ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آگے جس منزل کی طرف تم جا رہے ہو، وہاں تمہارے لیے کسی خوف کا مقام نہیں ہے، کیوں کہ وہاں جنت تمہاری منتظر ہے اور دنیا میں جن کو تم چھوڑ کر جا رہے ہو، ان کے لیے تمہیں رنجیدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، کیوں کہ یہاں ہم تمہارے ولی و رفیق ہیں، عالم برزخ اور میدان محشر میں جب فرشتے یہی کلمات کہیں گے، تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ یہاں تمہارے لیے چین ہی چین ہے، دنیا کی زندگی میں جو حالات تم پر گزرے ان کا غم نہ کرو اور آخرت میں جو کچھ پیش آنے والا ہے اس کا خوف نہ کھاؤ، اس لیے کہ ہم تمہیں اس جنت کی بشارت دے رہے

---

❶ احسن التفاسیر: ٦/ ١٣١، ١٣٢

ہیں جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔ ❶

⑥...... ﴿ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ وَ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَ لَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ❷

''وہ لوگ جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے، فرشتے جب ان کی روح قبض کرنے لگے، اس وقت انھوں نے صلح کی بات ڈالی کہ ہم برائی نہیں کرتے تھے۔ کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے، جو کچھ تم کرتے تھے۔ پس اب تو ہمیشگی کے طور پر تم جہنم کے دروازوں سے (جہنم میں داخل ہو جاؤ) پس کیا ہی برا ٹھکانا ہے غرور کرنے والوں کا۔ اور پرہیز گاروں سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا؟ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اچھے سے اچھا۔ جن لوگوں نے بھلائی کی، ان کے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور یقیناً آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے اور کیا ہی خوب پرہیز گاروں کا گھر ہے۔ ہمیشگی والے باغات، جہاں وہ جائیں گے، جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جو کچھ یہ طلب کریں گے وہاں ان کے لیے موجود ہوگا۔ پرہیز گاروں کو اللہ تعالیٰ اسی طرح بدلے عطا کرتا ہے۔ وہ جن کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں، کہ وہ

---

❶ تفهيم القرآن: ٤/ ٦-٤٥٥

❷ ١٦/ النحل: ٢٨ تا ٣٢

پاک صاف ہوں، کہتے ہیں کہ تمہارے لیے سلامتی ہی سلامتی ہے۔ جاؤ! جنت میں اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔''

سورت نحل کی یہ پانچ آیات ہیں جو ہم نے بیان کی ہیں۔ سب سے پہلے آیت نمبر ۲۸ ہے جس میں کافروں کی موت کا تذکرہ ہوا ہے، کہ جب فرشتے ان کی روحوں کو قبض کرتے ہیں تو وہ صلح کی بات ڈالتے ہیں، یعنی بڑی عاجزی وانکساری کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہم تو برائی نہیں کرتے تھے، فرشتے جواباً کہتے ہیں کہ تم برائی کیسے نہیں کرتے تھے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تو وہ سب کچھ ہے جو تم ظلم وزیادتیاں کیا کرتے تھے۔

آیت نمبر ۲۹ میں کافروں کو مرنے سے پہلے ہی عذاب کی وعید سنانے کا ذکر ہے، یعنی اسی وقت فرشتے انہیں جہنم کے عذاب کی وعید سنا دیتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۰ اور ۳۱ میں پرہیز گاروں کا ذکر ہوا ہے، کہ انھیں اس دنیا میں ہی بتا دیا جاتا ہے کہ آخرت کا گھر بہتر ہے اور پرہیز گاروں کے لیے ہی ہے، آخرت کا گھر کیا ہی اچھا گھر ہے، کہ جن میں ہر طرف باغات ہیں، نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

آیت نمبر ۳۲ میں فرشتوں کا موت کے وقت پرہیز گاروں کے پاس آنے اور انھیں اس دنیا میں ہی جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دینے کا ذکر ہے۔

حاصل کلام

یہ کہ فرشتے انسان کو مرتے وقت ہی اس کے انجام سے آگاہ کر دیتے ہیں، بدکاروں کو ﴿فَادْخُلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ﴾ اور پرہیز گاروں کو ﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ کہتے ہیں، اور پھر عذاب وثواب بھی مرنے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ آیت نمبر ۲۸ اور ۲۹ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مرتے ہی ان کی روحیں جہنم رسید ہوئیں اور جسموں پر قبر میں جہنم کی گرمی اور اس کی لپک آنے لگی، قیامت کے دن روحیں جسموں سے مل کر نارِ جہنم میں گئیں اب نہ موت نہ تخفیف۔ [1]

---

[1] تفسیر ابن کثیر اردو: ۳/ ۱۳۸ قدوسیه

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فَادْخُلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ای یقال لهم ذلک عند الموت، وقیل هو بشارة لهم بعذاب القبر اذهو باب من ابواب جهنم للکافرین ❶

''یعنی یہ بات انھیں موت کے وقت کہی جائے گی۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ ان کے لیے عذابِ قبر کی بشارت ہے، کیوں کہ قبر بھی جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے کفار کے لیے۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ بھی احسن البیان میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ: ''ان کی موت کے فوراً بعد ان کی روحیں جہنم میں چلی جاتی ہیں اور ان کے جسم قبر میں رہتے ہیں (جہاں اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے جسم و روح میں بعد کے باوجود، ان میں ایک گونہ تعلق پیدا کر کے ❷ ان کو عذاب دیتا ہے اور صبح و شام ان پر آگ پیش کی جاتی ہے) پھر جب قیامت برپا ہوگی، تو ان کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹ آئیں گی اور ہمیشہ کے لیے یہ جہنم میں داخل کر دیے جائیں گے۔ ❸

ذیل میں اسی سلسلے کی چند احادیث بیان کی جا رہی ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کو موت کے وقت ہی سے اس کے اچھے یا برے انجام سے آگاہ کر دیا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ①

«عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اَلْمَيِّتُ تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا، قَالُوْا: اُخْرُجِیْ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ! كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ. اُخْرُجِیْ حَمِيْدَةً وَأَبْشِرِیْ بِرَوْحٍ وَرَيْحَانٍ، وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا، حَتّٰى تَخْرُجَ، ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا اِلَى

---

❶ تفسیر القرطبی، جز ۱۰، ص: ۹۱

❷ روح اور جسم کے تعلق والی بات حافظ صاحب کی ہے، میرا متفق ہونا ضروری نہیں۔ [مصنف]

❸ تفسیر احسن البیان، ص: ۳۵۲، حاشیہ: ۵

السَّمَآءِ فَيُفْتَحُ لَهَا فَيُقَالُ: مَنْ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ فُلَانٌ، فَيُقَالُ: مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَةِ! كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ. اُدْخُلِيْ حَمِيْدَةً وَأَبْشِرِيْ بِرَوْحٍ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهَا اِلَى السَّمَآءِ الَّتِيْ فِيْهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ. وَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ السُّوْءُ، قَالَ: اُخْرُجِيْ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ! كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيْثِ. اُخْرُجِيْ ذَمِيْمَةً وَاَبْشِرِيْ بِحَمِيْمٍ وَغَسَّاقٍ، وَآخَرَ مِنْ شَكْلِهٖ اَزْوَاجٌ، فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى تَخْرُجَ، ثُمَّ يُعْرَجُ اِلَى السَّمَآءِ فَلَا يُفْتَحُ لَهَا فَيُقَالُ: مَنْ هٰذَا؟ فَيُقَالُ! فُلَانٌ، فَيُقَالُ: لَا مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الْخَبِيْثَةِ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيْثِ. اِرْجِعِيْ ذَمِيْمَةً فَاِنَّهَا لَا تُفْتَحُ لَكِ اَبْوَابُ السَّمَآءِ، فَيُرْسَلُ بِهَا مِنَ السَّمَآءِ ثُمَّ تَصِيْرُ اِلَى الْقَبْرِ» ❶

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتے روح قبض کرنے کے لیے جب مرنے والے کے پاس آتے ہیں تو نیک اور صالح ہونے کی صورت میں فرشتے کہتے ہیں۔'' اے پاک روح! تو پاک جسم میں تھی اب تو جسم سے نکل آ، تو تعریف کے لائق ہے، اللہ کی رحمت سے خوش ہو جا، تیرے لیے جنت کی نعمتیں ہیں، تیرا رب تجھ سے راضی ہے۔'' فرشتے مرنے والے کو مسلسل ایسے ہی کہتے رہتے ہیں یہاں تک کہ روح جسم سے نکل آتی ہے، پھر جب روح نکل آتی ہے تو فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں، آسمان کے دروازے اس کے لیے کھولے جاتے ہیں اور پوچھا جاتا ہے۔'' یہ کون ہے؟'' فرشتے جواب دیتے ہیں'' یہ فلاں آدمی ہے۔'' جواب میں کہا جاتا ہے۔'' اس پاک روح کے لیے خوش آمدید ہے (دنیا میں)

---

❶ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له، رقم: ٤٢٦٢ الشیخ البانی نے صحیح کہا ہے۔

یہ پاک جسم میں تھی (اے پاک روح آسمان کے دروازے میں) خوشی خوشی داخل ہو جا، تیرے لیے اللہ کی رحمت کی بشارت ہے، جنت کی نعمتوں سے خوش ہو جا، اور راضی ہونے والے رب (سے ملاقات) کی تجھے مبارک ہو۔'' ہر آسمان کے دروازے سے گزرتے ہوئے اسے مسلسل یہی خوشخبریاں دی جاتی ہیں حتی کہ وہ روح عرش تک پہنچ جاتی ہے۔ مرنے والا اگر برا آدمی ہو، تو فرشتے کہتے ہیں۔ ''اے خبیث روح! نکل (اس جسم سے) تو خبیث جسم میں تھی، نکل اس جسم سے ذلیل ہو کر اور بشارت ہو تجھے کھولتے پانی کی، پیپ کی اور بعض دوسرے عذابوں کی۔'' فرشتے روح نکلنے تک مسلسل یہی کہتے رہتے ہیں، پھر اسے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں، آسمان کا دورازہ اس کے لیے نہیں کھولا جاتا۔ آسمان کے فرشتے پوچھتے ہیں۔ ''یہ کون ہے؟'' جواب میں کہا جاتا ہے۔ ''یہ فلاں شخص ہے، آسمان کے فرشتے کہتے ہیں، اس خبیث روح کے لیے، جو خبیث جسم میں تھی، کوئی خوش آمدید نہیں، اسے ذلیل کر کے واپس بھیج دو۔'' آسمان کے دروازے ایسی خبیث روح کے لیے نہیں کھولے جاتے، چناں چہ فرشتے اسے آسمان سے نیچے پھینک دیتے ہیں اور وہ قبر میں لوٹ آتی ہے۔''

حدیث نمبر ②

«عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اِحْتَضَرَ اَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيْرَةٍ بَيْضَاءَ فَيَقُوْلُوْنَ: اُخْرُجِیْ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً عَنْكِ اِلٰی رَوْحِ اللّٰهِ وَرَيْحَانٍ، وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَتَخْرُجُ كَاَطْيَبِ رِيْحِ الْمِسْكِ حَتّٰی اَنَّهُمْ لَيُنَاوِلُهُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا يَشُمُّوْنَهُ حَتّٰی يَاْتُوْا بِهٖ بَابَ السَّمَاءِ، فَيَقُوْلُوْنَ: مَا أَطْيَبَ هٰذِهِ الرِّيْحُ الَّتِیْ جَاءَتْكُمْ مِنَ الْاَرْضِ فَكُلَّمَا اَتَوْا سَمَاءً قَالُوْا ذٰلِكَ حَتّٰی يَاْتُوْا بِهٖ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ، قَالَ فَلَهُمْ اَفْرَحُ بِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ بِغَائِبِهٖ اِذَا قَدِمَ عَلَيْهِ، قَالَ فَيَسْأَلُوْنَ مَا فَعَلَ فُلَانٌ؟ قَالَ، فَيَقُوْلُوْنَ: دَعُوْهُ حَتّٰی يَسْتَرِيْحَ فَاِنَّهٗ

كَانَ فِيْ غَمِّ الدُّنْيَا، فَإِذَا قَالَ لَهُمْ: اَمَا اَتَاكُمْ فَإِنَّهُ قَدْ مَاتَ، قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: ذُهِبَ بِهٖ اِلٰى اُمِّهِ الْهَاوِيَةِ، قَالَ: وَأَمَّا الْكَافِرُ فَإِنَّ مَلَائِكَةَ الْعَذَابِ تَأْتِيْهِ، فَيَقُوْلُ! اُخْرُجِيْ سَاخِطَةً مَسْخُوْطًا عَلَيْكِ اِلٰى عَذَابِ اللّٰهِ وَسَخَطِهٖ فَيَخْرُجُ كَأَنْتَنِ رِيْحِ جِيْفَةٍ، فَيَنْطَلِقُوْنَ بِهٖ اِلٰى بَابِ الْاَرْضِ، فَيَقُوْلُوْنَ: مَا أَنْتَنَ هٰذِهِ الرِّيْحُ، كُلَّمَا أَتَوْا عَلَى الْاَرْضِ قَالُوْا ذٰلِكَ حَتّٰى يَأْتُوْا بِهٖ اَرْوَاحَ الْكُفَّارِ » ❶

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مومن کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشم (کا کفن) لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں (اے روح!) اللہ کی رحمت، جنت کی خوشبو، اور اپنے خوش ہونے والے رب کی طرف، اس حالت میں اس جسم سے نکل کہ تو اپنے رب سے راضی ہے اور تیرا رب تجھ سے راضی ہے۔ مومن آدمی کی روح جب جسم سے نکلتی ہے تو اس سے بہترین مشک جیسی خوشبو آرہی ہوتی ہے، یہاں تک کہ فرشتے ایک دوسرے سے لے کر اس کی خوشبو سونگھتے ہیں، اور جب آسمان کے دروازے پر پہنچتے ہیں تو آسمان کے فرشتے آپس میں کہتے ہیں، یہ کیسی عمدہ خوشبو (والی روح) ہے جو زمین سے تمہارے پاس آرہی ہے، فرشتے جیسے ہی اگلے آسمان پر پہنچتے ہیں تو اس آسمان کے فرشتے بھی اسی طرح کہتے ہیں، یہاں تک کہ (لانے والے فرشتے) اس روح کو اہل ایمان کی روحوں کی جگہ (علّیین) میں لے آتے ہیں۔ جب وہ روح پہنچتی ہے تو (پہلے سے موجود) روحوں کو اتنی زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی ایک کو اپنے بھائی کے ملنے پر ہوسکتی ہے، چناں چہ بعض روحیں (نئی آنے والی روح سے) پوچھتی ہیں: فلاں آدمی کس حال میں ہے؟ پھر وہ آپس میں کہتی ہیں: اسے ذرا چھوڑ دو، آرام کرنے دو، یہ دنیا کے مصائب

---

❶ مستدرك حاكم، كتاب الجنائز، باب حال قبض روح المومن وقبض روح الكافر، ۱/۳۵۲۔ ۳۵۳ قال الذهبی عن ابی هريرة عن النبی ﷺ بنحوه والكل صحيح

وآلام میں مبتلا تھا (ستانے کے بعد) وہ روح جواب دیتی ہے کیا وہ روح تمہارے پاس نہیں آئی؟ وہ آدمی تو فوت ہو چکا ہے، جس پر وہ (افسوس سے) کہتے ہیں! وہ اپنی ماں ہاویہ (یعنی جہنم) میں لے جایا گیا ہے۔ کافر آدمی کے پاس عذاب کے فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں: اے غمزدہ اور مغضوب روح! نکل اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضی کی طرف۔ کافر کی روح جب جسم سے نکلتی ہے تو اس سے اس قدر (غلیظ) بدبو آتی ہے جس قدر کسی مردار سے (غلیظ) بو آتی ہے، فرشتے اسے لے کر زمین کے دروازے کی طرف آتے ہیں تو (زمین کے دروازے کے محافظ) فرشتے کہتے ہیں، کس قدر گندی بو ہے یہ، جیسے ہی فرشتے اگلی زمین کے دروازے پر پہنچتے ہیں تو اس زمین کے دروازے کے محافظ فرشتے بھی ایسا ہی کہتے ہیں حتی کہ عذاب کے فرشتے اسے کفار کی روحوں کی معین جگہ (یعنی سجین) میں لے آتے ہیں۔''

حدیث نمبر ③

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ یُصْعِدَانِهَا قَالَ حَمَّادٌ: فَذَكَرَ مِنْ طِیْبِ رِیْحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ، قَالَ: وَیَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَاءِ: رُوْحٌ طَیِّبَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ، صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكِ وَعَلٰی جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِیْنَهٗ، فَیُنْطَلَقُ بِهٖ اِلٰی رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ یَقُوْلُ: اِنْطَلِقُوْا بِهٖ اِلٰی آخِرِ الْاَجَلِ، قَالَ: وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُهٗ، قَالَ حَمَّادٌ: وَذَكَرَ مِنْ نَتْنِهَا وَذَكَرَ لَعْنًا وَیَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَآءِ: رُوْحٌ خَبِیْثَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ قَالَ: فَیُقَالُ: اِنْطَلِقُوْا بِهٖ اِلٰی آخِرِ الْاَجَلِ، قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ رِیْطَةً كَانَتْ عَلَیْهِ عَلٰی اَنْفِهٖ هٰكَذَا﴾ [1]

---

[1] مسلم، کتاب الجنة ونعیمها، باب عرض المقعد علی المیت وعذاب القبر، رقم: ۷۲۲۱

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب مومن کی روح نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں (حدیث کے راوی) حماد کہتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روح کی خوشبو اور مشک کا ذکر کیا، اور کہا کہ آسمان والے فرشتے (اس روح کی خوشبو پا کر) کہتے ہیں، کوئی پاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، اللہ تجھ پر رحمت کرے اور اس جسم پر بھی جسے تو نے آباد کر رکھا تھا، پھر فرشتے اپنے رب کے حضور اس روح کو لے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اسے قیامت قائم ہونے تک (اس کی معین جگہ یعنی علّیین میں) پہنچا دو۔ حدیث کے راوی نے کافر کی روح کے نکلنے کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روح کی بدبو اور اس پر (فرشتوں کی) لعنت کا ذکر کیا۔ آسمان کے فرشتے کہتے ہیں: کوئی ناپاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آ رہی ہے، پھر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم ہوتا ہے اسے قیامت قائم ہونے تک (اس کی معین جگہ یعنی سجین میں) لے جاؤ۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی روح کی بدبو کا ذکر فرمایا تو (نفرت سے) اپنی چادر کا دامن اس طرح اپنی ناک پر رکھ لیا۔ (اور پھر اپنی چادر ناک پر رکھ کر دکھائی۔)

⑦...... ﴿فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ ❶

''پس اسے اللہ نے تمام بدیوں سے محفوظ رکھ لیا جو انھوں نے سوچ رکھی تھیں۔ اور فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب الٹ پڑا۔ آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح وشام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا کہ) آلِ فرعون کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔''

یہ آیات عذاب قبر کے اثبات میں نص صریح اور مضبوط شہادت ہیں، اس بات کا

---

❶ ٤٠/ المؤمن: ٤٥، ٤٦

اعتراف منکرین عذاب قبر کو بھی ہے۔ چناں چہ فاضل صاحب اپنے ۳۶ صفحات کے کتابچہ میں لکھتے ہیں کہ: ان آیات کو عذاب برزخ کی سب سے اہم وقوی ترین دلیل قرار دیا جاتا ہے۔ ❶

عذاب قبر کے اثبات میں نص صریح ہونے کی ان آیات میں دو بڑی واضح دلیلیں ہیں۔

①: قیامت قائم ہونے سے پہلے قوم فرعون کو صبح وشام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور قیامت سے پہلے انھیں جس عذاب پر پیش کیا جارہا ہے وہی عذاب قبر ہے۔ یاد رہے کہ آگ پر پیشی آل فرعون کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس میں تمام مجرمین شامل نہیں۔ چناں چہ حدیث میں ہے:

«اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ، وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» ❷

''بے شک جب تم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کا ٹھکانا اسے صبح وشام دکھایا جاتا ہے، اگر وہ جنتی ہے تو جنت والوں میں، اور اگر وہ دوزخی ہے تو دوزخ والوں میں، پھر کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھ کو اٹھائے گا۔

معلوم ہوا کہ صبح وشام آگ پر پیشی صرف آل فرعون کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ اس میں وہ سب لوگ شامل ہیں جن کے کرتوت فرعون اور آل فرعون جیسے ہوں۔

②: دوسری دلیل اس آیت میں یہ ہے کہ قیامت کے دن فرشتوں سے کہا جائے گا کہ قوم فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں داخل کرو۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس سے پہلے جوان کو کم عذاب دیا گیا تھا وہ عذاب برزخ تھا۔ کیوں کہ روزِ محشر تو انھیں اَشَدَّ الْعَذَاب ہوگا۔ اس سے پہلے والا عذاب اتنا سخت نہیں، اسی لیے اسے ﴿سُوْءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا

---

❶ عذاب قبر، ص: ۲۰

❷ بخاری، کتاب الجنائز، باب المیت یعرض علیه مقعده بالغداة والعشی: ۱۳۷۹۔ مسلم، کتاب الجنة من اِلَیہِ کے الفاظ کا اضافہ ہے، یعنی تجھے جنت یا جہنم کی طرف اٹھایا جائے گا۔

وَّعَشِيًّا﴾ کہا، اور پھر بعد میں ﴿اُدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ فرما کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ قیامت سے قبل جو عذاب دیا گیا تھا وہ تھا تو عذاب ہی مگر قیامت کے سخت عذاب کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھا۔

امام فخر الدین الرازی اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں:

احتج اصحابنا بهذه الاية على اثبات عذاب القبر. قالوا: الاية تقضي عرض النار عليهم غدوا وعشيا، وليس المراد منه: يوم القيمة؛ لانه قال: ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ وليس المراد منه ايضاً: الدنيا؛ لان عرض النار عليهم غدوا وعشيا ما كان حاصلا في الدنيا؛ فثبت ان هذا العرض انما حصل بعد الموت وقبل يوم القيمة، وذلك يدل على اثبات عذاب القبر في حق هولاء، واذا ثبت في حقهم ثبت في حق غيرهم؛ لانه لا قائل بالفرق. [1]

”ہمارے ساتھیوں (اساتذہ کرام) نے اس آیت سے عذاب قبر کی دلیل پکڑی ہے، انھوں نے فرمایا ہے کہ یہ آیت ان (آل فرعون) پر صبح وشام آگ پیش کرنے کا تقاضا کرتی ہے، اور اس (پیشی) سے مراد نہ تو قیامت کا دن ہے، کیوں کہ اس کے لیے ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو (حکم ہوگا) کہ آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو) فرمایا ہے۔ اور نہ ہی اس سے مراد دنیا (کا دن) ہے، کیوں کہ صبح وشام ان پر آگ کی پیشی دنیا میں حاصل نہیں ہوئی۔ پس ثابت ہوگیا کہ بے شک یہ پیشی صرف اور صرف موت کے بعد اور قیامت سے پہلے ہی حاصل ہوگی۔ اور یہ (آیت) ان فرعونیوں کے بارے میں عذاب قبر کے برحق ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ جب ان (فرعونیوں) کے بارے میں

---

[1] تفسیر کبیر بحوالہ تحفۃ الاحوذی: ۹/ ۲۶۶ جدید

(عذابِ قبر) ثابت ہوگیا تو دوسروں کے بارے میں بھی ثابت ہوگیا۔ اس لیے کہ (اللہ تعالیٰ کا) فرمان سب کے لیے یکساں ہے۔"

امام حسن بن محمد نیسا پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وفی الایة دلالـة ظاهـرة علی اثبات عذاب القبر، لان تعذیب یوم القیمة یجیء فی قوله: ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ﴾ ❶

"اس آیت میں اثبات عذاب قبر کی واضح دلیل ہے، کیوں کہ قیامت کے دن عذاب دینے کا (ذکر تو) اس فرمان میں ہے: ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ......﴾"

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر صبح و شام ان کی روحیں جہنم کے سامنے لائی جاتی ہیں۔ قیامت تک انہیں یہ عذاب ہوتا رہے گا، اور قیامت کے دن ان کی روحیں جسم سمیت جہنم میں ڈال دی جائیں گی، اور اس دن ان سے کہا جائے گا کہ اے آل فرعون! سخت، دردناک اور بہت تکلیف دہ، عذاب میں چلے جاؤ۔ یہ آیت اہل سنت کے اس مذہب کی کہ عالم برزخ میں، یعنی قبروں میں عذاب ہوتا ہے۔ بہت بڑی دلیل ہے۔ ❷

علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ذهب الـجمهور ان هـذا الـعرض هـو فی البرزخ: ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ يدل دلالة واضحة علی ان ذلک العرض هو فی البرزخ. ❸

"جمہور کا مذہب (یہ) ہے کہ بے شک (آگ پر) یہ پیشی برزخ ہی میں ہے۔ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ واضح طور پر دلالت کر رہا

---

❶ بحواله تحفة الاحوذی: ٩/ ٢٦٦ جدید

❷ تفسیر ابن کثیر اردو: ٤/ ٥٢٩

❸ تفسیر در منثور: ٤/ ٤٩٥ قدیم

ہے کہ بے شک یہ (آگ پر) پیش کیا جانا برزخ ہی میں ہوتا ہے۔"

امام سُدّی اور ہذیل بن شرحبیل رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

ھو انکم لما ھلکوا، جعلت ارواحھم فی اجواف طیر سود، فھی تعرض علی النار کل یوم مرتین، تغدوا وتروح الٰی حتی تقوم الساعۃ. ❶

"بے شک جب وہ ہلاک ہوئے تو ان کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹوں میں رکھ دی گئیں، پھر انہیں روزانہ صبح وشام دومرتبہ آگ پر پیش کیا جاتا ہے، قیامت تک (یہ ہوتا رہے گا)۔"

حضرت عکرمہ اور محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:

ھذہ الآیۃ تدل علی عذاب القبر، لان اللہ تعالٰی میّز عذاب الاخرۃ، فقال: ﴿ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾ ❷

"یہ آیت عذاب قبر پر دلالت کرتی ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے عذاب آخرت کا الگ سے بیان کرتے ہوئے فرمایا: **وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ** "

سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

والنص یلھم ان عرضھم علی النار غدوا وعشیا، وھو فی الفترۃ من بعد الموت الی قیام الساعۃ وقد یکون ھذا ھو عذاب القبر ❸

"اور (یہ) نص بتا رہی ہے کہ ان کا صبح وشام آگ پر پیش کیا جانا یہ موت اور قیامت کے درمیان کا زمانہ ہے، اور پکی بات ہے کہ یہی عذاب قبر ہے۔"

---

❶ تفسیر الثعلبی: ۸/ ۲۷۸ احیاء التراث

❷ ایضاً ❸ تفسیر ظلال القرآن: ۵/ ۳۸٤

ڈاکٹر محمد لقمان السلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

دنیا میں نہایت ذلت ورسوائی کے ساتھ سمندر میں ڈبو دیے گئے اور قبر اور برزخ میں صبح وشام، یعنی ہر وقت ان کی روحوں کو آگ کا عذاب دیا جاتا ہے، اور جب قیامت آئے گی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ فرعون اور فرعونیوں کو شدید ترین عذاب میں ڈال دو۔

سیوطی نے کرمانی کی کتاب ''العجائب'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کی سب سے بڑی دلیل ہے، اس لیے کہ آیت میں روحوں کو عذاب دیا جانا روز قیامت کے عذاب سے پہلے بتایا گیا ہے۔

عذاب قبر نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے۔ سیدہ عائشہ کہتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آگاہ رہو! تم لوگ قبروں میں آزمائشوں میں ڈالے جاؤ گے۔ (احمد ومسلم) اور بخاری نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عذاب قبر حق ہے۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ [1]

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

اس آگ پر برزخ میں، یعنی قبروں میں وہ لوگ روزانہ صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں، جس سے عذاب قبر کا اثبات ہوتا ہے۔ جس کا بعض لوگ انکار کرتے ہیں۔ احادیث میں تو بڑی وضاحت سے عذاب قبر پر روشنی ڈالی گئی ہے، مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوال وجواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ [2] ''ہاں قبر کا عذاب حق ہے۔'' اسی طرح ایک اور حدیث میں فرمایا گیا: ''جب تم میں سے کوئی مرتا ہے تو (قبر میں) اس پر صبح وشام اس کی جگہ پیش کی جاتی ہے، یعنی اگر وہ جنتی ہے تو جنت اور جہنمی ہے تو جہنم اس کے سامنے پیش کی جاتی ہے، اور کہا جاتا ہے کہ یہ تیری اصل جگہ ہے جہاں قیامت والے دن اللہ

---

[1] تفسیر تیسیر الرحمن: ٢/ ١٣٢٤.

[2] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، رقم: ١٣٧٢

تعالیٰ تجھے بھیجے گا۔ ❶

اس کا مطلب ہے کہ منکرین عذاب قبر قرآن وحدیث دونوں کی صراحتوں کو تسلیم نہیں کرتے۔ ❷

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان غرق ہو کر مرنے والوں میں سے صرف فرعون کی لاش کو اللہ نے بچا لیا، باقی سب لوگوں کی لاشیں سمندر میں آبی جانوروں کی خوراک بن گئیں یا سمندر کی تہہ میں چلی گئیں۔ فرعون کی لاش کو سمندر کی موجوں نے اللہ کے حکم سے کنارے پر پھینک دیا تاکہ عامۃ الناس اس خدائی کا دعویٰ کرنے والے شہنشاہ کا حشر دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔ اور یہ مدتوں ساحل سمندر پر پڑی رہی اور گلی سڑی نہیں، بلکہ جوں کی توں قائم رہی۔ کہتے ہیں کہ اس کے مردہ جسم پر سمندر کے نمک کی دبیز تہہ چڑھ گئی تھی جس کی وجہ سے اس کا جسم گلنے سڑنے سے محفوظ رہا۔ اب ان غرق ہونے والوں کی لاشیں خواہ سمندر کی تہہ میں ہوں یا آبی جانوروں کے پیٹ میں یا فرعون کی لاش قاہرہ کے عجائب گھر میں پڑی ہو، ان سب کی ارواح غرق ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں چلی گئی تھیں۔ غرق ہونے کے دن سے لے کر قیامت تک ان ارواح کو ہر روز صبح وشام اس دوزخ پر لا کھڑا کیا جاتا ہے۔ جس میں وہ قیامت کے دن اپنے جسموں سمیت داخل ہونے والے ہیں۔ ان کی موت سے لے کر قیامت تک کے عرصہ میں...... جسے اصطلاحی زبان میں عالم برزخ کہا جاتا ہے...... صرف آگ پر پیشی ہوتی ہے اور صرف ارواح کی ہوتی ہے۔ ❸ لیکن قیامت کے دن وہ آگ میں داخل ہوں گے اور جسموں سمیت داخل ہوں گے۔ اس لحاظ سے عالم برزخ کا عذاب قیامت کے عذاب کی نسبت بہت ہلکا اور قیامت کا عذاب عالم برزخ کے مقابلہ میں شدید تر عذاب ہے۔ اس آیت میں

---

❶ صحیح بخاری، باب المیت یعرض علیه مقعده بالغداة والعشی، رقم: ۱۳۷۹

❷ تفسیر احسن البیان، ص: ۶۱۸، حاشیہ: ۹

❸ مولانا صاحب کی ذاتی رائے ہے میرا متفق ہونا ضروری نہیں۔ [مصنف]

عالم برزخ کے عذاب یا عذاب قبر کی ٹھیک ٹھیک صراحت موجود ہیں۔ ❶

تفسیر اشرف الحواشی میں ہے:

علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ عالم برزخ (قبر) میں کفار کو عذاب ہو رہا ہے۔ قرآن کی بعض دوسری آیات میں بھی اس کے متعلق اشارات ملتے ہیں اور حدیث میں بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''موت کے بعد ہر آدمی کو صبح وشام جنت یا جہنم میں اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے'' اور اس کی دلیل میں یہی آیت تلاوت فرمائی۔

اسی تفسیر میں مزید لکھا ہوا ہے:

علماء اہل سنت کے نزدیک عذاب قبر برحق ہے اور اس کا انکار بدعت ہے۔ ❷

پیر کرم علی شاہ لکھتے ہیں:

اس آیت سے اہل سنت نے عذاب قبر کا اثبات کیا ہے۔ قبر سے مراد صرف وہ گڑھا ہی نہیں جس میں کسی کو دفن کیا جاتا ہے...... کیوں کہ قبر تو کسی کو نصیب ہوتی ہے اور کسی کو نصیب ہی نہیں ہوتی...... بلکہ اس سے مراد عالم برزخ ہے۔ مرنے کے بعد روزِ قیامت سے پہلے کے وقت کو عالم برزخ کہتے ہیں۔ آلِ فرعون کو دیے جانے والے دو عذابوں کا یہاں ذکر ہو رہا ہے۔ ایک وہ جس میں قیامت سے پہلے وہ مبتلا ہیں۔ دوسرا وہ جو قیامت کے بعد انہیں دیا جائے گا۔ ❸

سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ آیت اس عذاب برزخ کا صریح ثبوت ہے جس کا ذکر بکثرت احادیث میں عذاب قبر کے عنوان سے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہاں صاف الفاظ میں عذاب کے دو مرحلوں کا ذکر فرما رہا ہے۔ ایک کم تر درجہ کا عذاب، جو قیامت کے آنے سے پہلے فرعون اور آل فرعون کو اب دیا جا رہا ہے، اور وہ یہ ہے کہ انہیں صبح وشام دوزخ کی آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے،

---

❶ تیسیر القرآن: ٤/ ٨٤، حاشیہ: ٦٠

❷ اشرف الحواشی، ص: ٥٦٤، حاشیہ: ٥

❸ تفسیر ضیاء القرآن: ٤/ ٣١٠

جسے دیکھ کر وہ ہر وقت ہَول کھاتے رہتے ہیں کہ یہ ہے وہ دوزخ جس میں آخر ہمیں جانا ہے۔ اس کے بعد جب قیامت آ جائے گی تو انھیں وہ اصلی اور بڑی سزا دی جائے گی جو ان کے لیے مقدر ہے، یعنی وہ اسی دوزخ میں جھونک دیے جائیں گے جس کا نظارہ انھیں غرقاب ہو جانے کے وقت سے آج تک کرایا جا رہا ہے، اور قیامت کی گھڑی تک کرایا جاتا رہے گا۔ اور یہ معاملہ صرف فرعون اور آلِ فرعون کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے، تمام مجرموں کو موت کی ساعت سے لے کر قیامت تک وہ انجام بد نظر آتا رہتا ہے جو ان کا انتظار کر رہا ہے، اور تمام نیک لوگوں کو اس انجام نیک کی حسین تصویر دکھائی جاتی رہتی ہے جو اللہ نے ان کے لیے مہیا کر رکھا ہے۔ ❶

الشیخ ابو محمد عبدالحق الحقانی الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ ...... الخ "کہ صبح وشام آتش جہنم کے سامنے کیے جاتے ہیں۔"

صبح وشام سے مراد خاص یہی دو وقت نہیں، بلکہ دوام مراد ہے۔ اس کو محاورہ میں صبح وشام سے تعبیر کرتے ہیں اور آگ کے سامنے لائے جانے سے مراد اس کا دکھایا جانا ہے یا کمتر عذاب ہونا بہ نسبت آخرت کے۔ بعض کہتے ہیں آگ میں داخل ہونا مراد ہے۔ بولتے ہیں **عرضهم علی السیف اذا قتلهم** (تلوار پر پیش کیا انھیں جب قتل کیا)

آگے مزید لکھتے ہیں:

یہ آیت صاف دلیل ہے کہ مرنے کے بعد عذاب قبر ہوگا اور ثواب بھی۔ جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے، برخلاف معتزلہ کے، وہ حشر کے روز جزا وسزا ہونا کہتے ہیں، اور اس درمیانی زمانہ کو خالی قرار دیتے ہیں، بدلیل قولہ تعالیٰ ﴿مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا﴾ اس کو خواب کا زمانہ کہتے ہیں۔ مَرْقَدِنَا کے معنی ہم سورۃ یٰسین کی تفسیر میں بیان کر آئے ہیں، علاوہ اس آیت کے اہل سنت کے عقیدہ کے اثبات کے لیے بے شمار صحیح حدیثیں بھی وارد ہیں۔ ❷

---

❶ تفهيم القرآن: ٤/ ٤١٣

❷ تفسير حقاني: ٦/ ١٨٩

شارح صحیح بخاری جناب مولانا داؤد راز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس آیت میں عذاب دارین کا صریح ذکر ہے، اس کے سوا اور کسی کا احتمال ہی نہیں، دارین سے مراد قبر کا عذاب اور پھر قیامت کے دن کا عذاب ہے۔ ❶

مولانا ابوالحسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ امام قرطبی کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

جمہور علماء اس پر ہیں کہ یہ ان کو آگ کے سامنے کرنا برزخ میں واقع ہوتا ہے، کہ مراد اس سے قبر ہے۔ اس دلیل سے کہ وہ قیامت کے عذاب کے مقابلے واقع ہوا ہے۔ سو ضروری ہے کہ وہ عذاب قیامت سے پہلے ہو۔ برزخ اور قبر کے سوا اور کوئی جگہ نہیں۔ پس اس آیت سے قبر کا عذاب ثابت ہوا۔ ❷

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ آیت دلیل ہے عذاب قبر کی۔ اور احادیث کی روایات متواترہ اور اجماع امت اس پر شاہد ہیں۔ ❸

قرآنِ مجید نے فرعون اور اس کی آل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے تینوں جہانوں کے عذابوں کا ذکر کیا ہے۔

دنیا کا عذاب

فرعون اور آل فرعون پر دنیا میں جو عذاب آئے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ لَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴾ ❹

---

❶ صحیح بخاری مترجم: ۲/ ۴۱۵

❷ فیض الباری: ۲/ ۲۱۵، پارہ:۵

❸ معارف القرآن: ۷/ ۶۰۳

❹ ۷/ الاعراف: ۱۳۰

''اور البتہ تحقیق ہم نے آلِ فرعون کو قحط سالی اور پھلوں کی کم پیداواری میں مبتلا کیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

﴿ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ○ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ ۖ لَئِن كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ○ ﴾ [1]

''آخر ہم نے ان پر طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون کا عذاب، ایک ایک کر کے، مختلف وقتوں میں نشانیوں کے طور پر بھیجا، پھر بھی وہ اکڑے ہی رہے، کیوں کہ وہ تھے ہی مجرم لوگ۔ اور جب ان پر کوئی عذاب آن پڑتا تو کہتے: موسیٰ! تیرے پروردگار نے تجھ سے جو (دعا قبول کرنے کا) عہد کیا ہوا ہے، تو ہمارے لیے دعا کر، اگر تو ہم سے عذاب کو دور کر دے گا، تو ہم یقیناً تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ روانہ کر دیں گے۔''

ان آیات میں فرعونیوں پر مختلف اوقات میں آنے والے مختلف عذابوں کا ذکر ہے، مثلاً قحط سالی، پھلوں کی پیداوار میں کمی، طوفان، یعنی سیلاب یا بارش کی کثرت، کہ جس سے ہر چیز غرق ہوگئی، ٹڈیوں کا عذاب، ٹڈیوں کا حملہ فصلوں کی ویرانی کے لیے مشہور ہے۔ یہ ٹڈیاں ان کے غلوں اور پھلوں کی فصلوں کو کھا کر چٹ کر جاتیں، قُمَّلَ ''جوئیں'' جو انسان کے جسم، کپڑے، اور بالوں میں ہو جاتی ہیں۔ قُمَّلَ کا لفظ چچڑی، مچھر، اور سسری، پر بھی بولا جاتا ہے، مینڈکوں کا عذاب، ہر طرف مینڈک ہی مینڈک حتیٰ کہ کھانا کھانے لگتے تو مینڈک کود کر برتن میں آ گرتا۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] ۷/ الاعراف: ۱۳۳، ۱۳۴

طوفان کی وجہ سے وہ بھوکے مرنے لگے، پھر ٹڈیوں کا عذاب آیا تو درخت تو کیا گھر کی چوکھٹیں اور دروازوں تک وہ کھا گئیں، مکانات گرنے لگے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ایک پتھر پر لکڑی ماری جس میں سے بے شمار چچڑیاں نکل پڑیں اور پھیل گئیں۔ کھانا پینا، سونا بیٹھنا سب بند ہوگیا۔ پھر مینڈکوں کا عذاب آیا، جہاں دیکھو مینڈک ہی مینڈک نظر آنے لگے۔ پھر خون کا عذاب آیا نہریں، تالاب، کنویں، مٹکے، گھڑے وغیرہ، غرض بجائے پانی کے خون ہی خون سب چیزیں ہوگئیں۔ ❶

پھر آخر میں جب فرعونیوں کی ظلم وزیادتیاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر راتوں رات یہاں سے نکل جائے، چناں چہ موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، جب فرعون کو اس صورت حال کا پتہ چلا تو وہ بھی اپنے لاؤ لشکر سمیت موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں نکل پڑا، آخر فرعون کے لشکر نے بنی اسرائیل کو سمندر کے کنارے پر جا پکڑا۔ اب صورتِ حال یہ تھی کہ دونوں لشکروں میں صرف اتنا فاصلہ رہ گیا تھا کہ جس سے دونوں لشکر ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔ بنی اسرائیل سمندر کے کنارے پر کھڑے تھے، پیچھے سے فرعون کا لشکر تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ان کی طرف چلا آ رہا تھا۔ بنی اسرائیل اس صورتِ حال کو دیکھ کر سخت گھبرائے، آگے سمندر پیچھے فرعون کا لشکر، گویا دونوں طرف موت ہی موت کھڑی نظر آ رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنا عصا سمندر پر مار، موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے سمندر میں راستے بنا دیے جس سے وہ پار ہونے لگے، انھیں دیکھ کر فرعون بھی اپنے لشکر سمیت انھیں راستوں پر چل پڑا جہاں سے بنی اسرائیل گزر رہے تھے۔ جب بنی اسرائیل سمندر پار کر گئے اور فرعون کا لشکر عین سمندر میں آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے پانی کو چلنے کا حکم دے دیا۔ فرعون اپنے لاؤ لشکر سمیت پانی میں غرق ہوگیا۔ یہ تھے فرعون اور اس کی آل پر دنیا میں آنے والے چند عذاب جو قرآنِ مجید نے بیان کیے ہیں۔ پانی میں غرق ہوتے ہی عالم برزخ کا عذاب شروع ہوگیا۔

---

❶ تفسیر ابن کثیر اردو: ۲/ ۳۹۴

برزخ کا عذاب

عالم برزخ کے عذاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ﴾

''اور آل فرعون کو برے عذاب نے آ گھیرا۔ وہ آگ ہے کہ جس پر وہ صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں۔''

امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **يعرضون عليها صباحا ومساءا، يقال لهم: يا ال فرعون؛ هذه منا ذلكم، توبيخا ونقمة وصغارا لهم** ''کہ وہ صبح وشام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں اور انھیں جھڑکنے کے لیے سزا کے طور پر بطور رسوائی یہ کہا جاتا ہے کہ اے آلِ فرعون! یہ تمہارے ٹھکانے ہیں۔''❶

حضرت میمون بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

كان ابوهريرة اذا اصبح، ينادى: اصبحنا والحمد لله، وعرض ال فرعون على النار، فلا يسمعه احد الا يتعوذ بالله من النار. ❷

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب صبح کرتے تھے تو پکارا کرتے: ''ہم نے صبح کی اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، اور آل فرعون آگ پر پیش کیے گئے ہیں۔'' پس جو کوئی بھی آپ رضی اللہ عنہ کی آواز سنتا وہ آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتا۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ارواح ال فرعون فى اجواف طير سود، فيعرضون على النار كل يوم مرتين، فيقال لهم: هذه منازلكم، فذلك قوله تعالىٰ ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾

---

❶ تفسير الثعلبى: ٨/ ٢٧٨ احياء التراث

❷ احوال القبور لابن رجب، ص: ٤٥ بيروت

''آل فرعون کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹوں میں ہیں۔ پس وہ روزانہ دو مرتبہ آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ پھر انھیں کہا جاتا ہے کہ یہ تمھاری منزلیں ہیں، پس یہ ہے (تفسیر) اللہ تعالیٰ کے قول ﴿ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ﴾ کی۔''[1]

اعتراض ①: منکرین عذاب قبر کا اس آیت پر پہلا اعتراض یہ ہے کہ: آل فرعون صبح وشام حشر تک صرف آگ کے سامنے پیش کیے جاتے رہیں گے، آگ میں ڈالے نہیں جائیں گے۔ آگ کے سامنے پیش کیا جانا اور آگ میں ڈالا جانا، یہ دونوں کسی طرح مساوی ہو سکتے ہیں؟[2]

جواب: اس عبارت میں فاضل صاحب نے آل فرعون کا برزخ میں آگ پر پیش کیا جانا تو تسلیم کرلیا ہے۔ فللہ الحمد۔ اب بات صرف یہ ہے کہ کیا آگ پر پیشی عذاب ہے یا نہیں؟

آلِ فرعون کا صبح وشام، حشر تک آگ کے سامنے پیش کیا جانا تو خود قرآنِ مجید نے بیان کیا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا آگ پر آل فرعون کی یہ پیشی محض انھیں اَھْلًا وَسَھْلًا کہنے کے لیے کی جاتی ہے؟ شاید منکرین عذاب قبر کے دل میں یہ خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہوں گے، کہ جاؤ بھئی! آلِ فرعون کو آگ کے پاس لے جاؤ، کیوں کہ یہ بیچارے سمندر کے ٹھنڈے پانی میں ڈبوئے گئے تھے جس کی وجہ سے انھیں سردی لگ گئی تھی، لہٰذا انھیں آگ کے پاس لے جاؤ تاکہ یہ آگ سیک لیں اور ان کی سردی دور ہو۔ فیا للعجب

فرعون اور آلِ فرعون دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانیاں کریں، بنی اسرائیل پر ظلم وزیادتیاں کریں، جب کہ اللہ تعالیٰ انھیں قبروں میں مزے سے آگ سیکنے دے، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ویسے منکرین عذاب قبر کو کافروں، فاجروں سے بڑی ہمدردی ہے اسی لیے تو کبھی وہ یہ کہتے ہیں کہ آگ پر پیش کیا جانا عذاب نہیں، کبھی کہتے ہیں کہ اگر برزخ کا عذاب تسلیم کرلیا تو اس سے ناانصافی لازم آئے گی کہ ایک قوم نوح کے دور سے عذاب میں مبتلا رہے اور ایک

---

[1] احوال القبور لابن رجب، ص: ۴۵ بیروت

[2] عذابِ قبر: ۲۰

قومِ محمد ﷺ کے دور سے۔

کیا آگ پر پیش ہونا عذاب نہیں؟ کیا جب ہم اس دنیا کی آگ کے...... جو کہ دوزخ کی آگ سے انہتر (٦٩) گنا کم حرارت والی ہے...... کے سامنے بیٹھتے ہیں، اس کی تپش محسوس نہیں ہوتی؟ اور پھر اگر گرمی کا موسم ہو تو آگ کی طرف تو دیکھا بھی نہیں جاتا، چہ جائیکہ آگ پر پیش کیا جائے۔

گوشت کو روسٹ کرنے کے لیے آگ ہی پر پیش کیا جاتا ہے، پھر دیکھ لیں کہ گوشت کا کیا حال ہوتا ہے۔ تو جب ہماری دنیا کی آگ کا یہ حال ہے تو آخرت کی آگ جو کہ اس سے انہتر (٦٩) گنا زیادہ ہے، اس پر پیش ہونے والوں کا کیا حشر ہوتا ہوگا؟

علامہ بدیع الدین راشدی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے ہی اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''آگ پر پیش ہونا تو خود عذاب ہے، کیوں کہ جہنم کے صرف پانی کا یہ حال ہے کہ ﴿وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ؕ﴾ [1] ''اگر وہ فریاد رسی چاہیں گے تو ان کی فریاد رسی اس پانی سے کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا، جو چہرے بھون دے گا۔''

پس جب جہنم کے پانی کی گرمی اور تیزی اتنی ہے کہ اس کے قریب سے منہ جل جائے گا تو پھر آگ کا کیا کہنا، پیش ہونا تو خود عذاب ہے۔ [2]

اعتراض ②: ﴿اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ کی بنا پر یہ قیاس کر لینا کہ ﴿اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ سے پہلے برزخ میں ہلکا یا کم عذاب ہو رہا ہے، یہ نہ صرف من گھڑت ہے بلکہ قرآن کے بھی خلاف ہے۔ [3]

جواب: اس میں من گھڑت کون سی بات ہے؟ آگ پر پیشی کو اگر آپ عذاب نہیں مانتے تو کیا آپ کے نہ ماننے سے حقیقت بدل سکتی ہے؟ آگ پر پیش ہونا تو بذاتِ خود عذاب ہے، جو لوگ آگ کی بھٹی پر کھڑے ہو کر کام کرتے ہیں اور پھر خاص کر جب سخت گرمی ہو تو کبھی ان سے

---

[1] الکھف: ٢٩

[2] عذاب قبر کی حقیقت، ص: ٣٠

[3] عذابِ قبر: ٢٠

جا کر پوچھیے گا کہ کیا آگ کے سامنے کھڑے ہونے سے تکلیف ہوتی ہے یا نہیں؟ اور پھر یاد رہے کہ یہ دنیا کی آگ کا حال ہے، جہنم کی آگ اس سے کہیں زیادہ سخت ہے، ایک آدمی کو آگ پر پیش کیا جائے اور دوسرے کو آگ میں ڈال دیا جائے، بتائیے کہ سخت عذاب کس کو ہوگا اور ہلکا کس کو ہوگا؟ یہاں کوئی بھی عقل مند یہ نہیں کہے گا کہ عذاب تو فقط جلنے والوں کو ہی ہو رہا ہے، دوسرے کو نہیں، ایسا کوئی بھی نہیں کہے گا، اس لیے کہ وہ آگ کے بالکل قریب ہے اور پھر اگر اسے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا جا رہا ہو کہ اس کے بعد تیری باری بھی آنے والی ہے، تو بھی اسی طرح آگ میں جلے سڑے گا۔

اسی طرح ﴿اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ کی بنا پر کوئی اس مقام پر یہ کہے کہ ﴿اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ قیامت والے دن ہوگا، جب کہ اس سے پہلے برزخ میں کم یا ہلکا عذاب ہوگا، تو اس میں قرآن مجید کی مخالفت کیسے ہوگی؟

کیا قرآنِ مجید نے ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا﴾ یعنی آگ پر پیشی کے عذاب ہونے کی نفی کی ہے؟

ہمارا آپ کو مشورہ ہے کہ پہلے آپ مخالفت کی تعریف پڑھیں، تا کہ آپ کو پتہ چلے کہ مخالفت کیا چیز ہے اور کیسے ہوتی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو بھی بات آپ کے اپنے من کو نہ بھائے اس پر من گھڑت اور خلاف قرآن کا فتویٰ اور جو بات اپنے من پسند کی ہو، گو وہ من گھڑت اور خلافِ قرآن ہی کیوں نہ ہو۔ وہ آپ کے نزدیک عین اسلام ہے جس کی ایک مثال عذاب قبر کا انکار ہے۔

اعتراض ③: آگ کے سامنے پیش کیا جانا اگر واقعی ہی عذاب ہوتا تو خود آیت ہی میں عذاب ادنیٰ یا عذابِ اصغر یا عذابِ خفیف کی ضرور صراحت ہوتی، چناں چہ آگ کے سامنے پیش کیے جانے کو اللہ تعالیٰ نے جب عذاب نہیں فرمایا ہے، تو ہمارا اس کو عذابِ قبر یا عذابِ برزخ قرار دے لینا ہر لحاظ سے غلط ہی ہے۔ [1]

جواب: چند لمحوں کے لیے مان لیا جائے کہ آگ پر پیشی عذاب نہیں، اب منکرین عذابِ قبر ہی

---

[1] ایضاً

بتائیں کہ اسے کیا نام دیں گے؟

اللہ تعالیٰ نے آگ پر پیشی کو ﴿ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴾ کہا ہے، کیوں کہ آگے والا جملہ ﴿اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا﴾، ﴿ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴾ سے بدل بن رہا ہے۔[1] اور گرائمر سے ادنیٰ سا بھی تعلق رکھنے والا شخص سمجھتا ہے کہ بدل اور مبدل منہ دونوں ایک ہی ہوتے ہیں، بلکہ بدل مقصود ہوتا ہے۔

اعتراض ④: غور کیجیے مقدمہ عدالت میں پیش ہونے کے بعد فیصلہ تک ملزم جیل ہی میں رکھا جاتا ہے۔ جس کو مجرم اپنے جرم کی سزا نہیں سمجھتا، اور نہ قید کی اس مدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے عدالت جرم کی سزا میں کوئی کمی کرتی ہے۔ جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ فیصلہ تک قید کی یہ مدت ایک عبوری حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن ہمارے مفسرین و علماء اس قبر کی مدت کو جرم کی سزا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چناں چہ آل فرعون کو حشر تک صبح و شام آگ کے سامنے لانے کی بات کو عذاب قبر یا عذاب برزخ قرار دے رہے ہیں۔[2]

جواب: اوّل تو یہ مثال ہی غلط ہے، کیوں کہ ہماری اس دنیا کو آخرت کی دنیا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں ہمارے ہاں جو قوانین ہیں وہ آخرت کی دنیا کے قوانین جیسے ہرگز نہیں ہو سکتے، مثلاً اسی مثال کو آپ لے لیجیے! کہ ہماری عدالتیں تو فیصلے سے قبل ملنے والی سزا کو سزا نہیں مانتیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں تو فیصلے سے پہلے ملنے والی سزا کو سزا ہی کہا جاتا ہے، جس کی وضاحت آگے آ رہی ہے۔ اور پھر یہ بات بھی سراسر غلط ہے کہ مجرم کو جو سزا فیصلے سے پہلے ملتی ہے وہ اسے سزا نہیں سمجھتا۔

مجرم تو عدالت کے فیصلے سے پہلے بھی ایک قسم کی سزا ہی میں ہوتا ہے۔ حوالات میں بند رہنا بھی ایک قسم کی سزا ہے اور پھر بسا اوقات حوالات میں مجرم کی چھترول بھی ہوتی ہے۔ اسے کون سزا نہیں کہتا؟

---

[1] تفسیر الثعلبی: ۸/ ۲۷۷ بیروت

[2] ایضاً

مجرم اپنے جرم کی ملنے والی سزا جو کہ حوالات کی سزا سے بڑی ہوتی ہے اور ابھی وہ اسے ملی بھی نہیں اس کا تصور کر کے پریشان رہتا ہے۔ آئندہ ملنے والی سزا کا تصور کر کے پریشان رہنا بھی ایک طرح کی سزا ہی ہوتی ہے۔

سزا دو قسم کی ہوتی ہے، ذہنی سزا اور جسمانی سزا۔ حوالات میں پولیس والے مجرم کو اگر جسمانی سزا نہ بھی دیں تو بھی وہ ذہنی سزا کا ضرور مریض ہوگا۔ اپنے جرم اور پھر اس پر ملنے والی سزا کا تصور کر کے وہ ذہنی سزا کا ضرور شکار ہوگا۔

مجرم کو جب پولیس نے گرفتار کر لیا تو گویا وہ اپنے انجام کی طرف روانہ ہوگیا، اصل سزا تو عدالت میں فیصلے کے بعد ہی شروع ہوگی مگر اس سے پہلے بھی اس کو مختلف قسم کی سزائیں ملتی ہیں، مجرم کا اپنے اہل وعیال سے دور رہنا اور ساری دنیا سے بے نیاز ہو کر ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں بند رہنا بھی سزا ہی ہے، اگر سمجھ میں نہیں آتا تو خود رہ کر دیکھ لو یا پھر ان سے پوچھ لو جو اس طرح کی سزائیں بھگت رہے ہیں۔

اعتراض ⑤: فیصلے سے پہلے عذاب دینے کا ایسا الزام اللہ تعالیٰ پر عائد کر رہے ہیں جس سے دنیا کی تمام عدالتیں بری ہیں۔ [1]

جواب: گزارش ہے کہ فیصلے کے دن سے پہلے مجرموں کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ پر الزام نہیں بلکہ اس کا قانون ہے، یہ بات اس نے خود اپنی آخری کتاب میں بیان کی ہے۔ فرمایا: ﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ○ ﴾ [2]

"خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا، اس لیے کہ انھیں ان کی بعض کرتوتوں کا اللہ تعالیٰ مزہ چکھا دے، بہت ممکن ہے کہ وہ باز آ جائیں۔"

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ أَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ

---

❶ ایضاً، ص: ۲۱

❷ ۳۰/ الروم: ۴۱

اللهِ مِنْ وَّاقٍ ○ ﴾ ❶

''ان (کفار) کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہے، انھیں اللہ کے غضب سے بچانے والا کوئی بھی نہیں۔''

سورت الانعام میں فرمایا:

﴿ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ○ ﴾ ❷

''آپ کہہ دیجیے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے، یا تمہارے پاؤں تلے سے، یا یہ کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑ کا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی چکھا دے۔ آپ دیکھیے تو سہی ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جائیں۔''

سورۃ العنکبوت میں سابقہ اقوام، مثلاً نوح، ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام کی قوموں پر آنے والے مختلف عذابوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ ﴾ ❸

''پھر تو ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کے وبال میں گرفتار کر لیا، ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کی بارش برسائی، اور ان میں سے بعض کو زور آور سخت آواز نے دبوچ لیا، اور بعض کو ان میں سے ہم نے زمین میں دھنسا دیا، اور بعض کو ان میں سے ہم نے ڈبو

---

❶ ١٣/ الرعد: ٣٤

❷ ٦/ الانعام: ٦٥

❸ ٢٩/ العنكبوت: ٤٠

دیا۔ اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے بلکہ یہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔''

قرآنِ مجید میں اس طرح کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ اگر قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہیں ہے تو پھر یہ تمام قومیں اللہ تعالیٰ کے سامنے کہہ سکتی ہیں کہ اے اللہ! جب تو نے حساب وکتاب کا ایک دن مقرر کیا ہوا تھا تو پھر اس سے پہلے تو نے ہمیں کیوں عذاب میں مبتلا کیا؟

غور کریں کہ آج اگر دنیا میں کسی شخص پر عذاب نازل ہو تو آپ کیا کہیں گے؟

کیا یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے (نعوذ باللہ) اس پر ظلم کیا ہے؟

کیا یہی جو قومیں ہم سے پہلے ہلاک ہوئیں، جنھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب نے پکڑ لیا، کیا اللہ تعالیٰ نے ان پر (نعوذ باللہ) ظلم کیا ہے؟ حساب وکتاب کا دن تو قیامت ہی ہے، لیکن عذاب دنیا میں بھی ہو رہا ہے آخر کیوں؟ یہاں جو جواب منکرین عذاب قبر ہمیں دیں گے، ہمارا بھی وہی جواب ہوگا۔

معلوم ہوا کہ قیامت سے قبل عذاب کا ہونا اللہ تعالیٰ پر الزام نہیں بلکہ اس کا یہ قانون ہے، کہ جس مجرم کو جب چاہے سزا دے لے۔

⑧...... ﴿ وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۛ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۚ ﴾ ❶

''اور کچھ تمہارے گرد و پیش والوں میں، اور کچھ مدینہ والوں میں، ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حد کمال کو پہنچے ہوئے ہیں، آپ ان کو نہیں جانتے، انھیں ہم ہی جانتے ہیں۔ عنقریب ہم ان کو دوہری سزا دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف بھیجے جائیں گے۔''

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مدینہ منورہ اور اس کے اردگرد دیہاتوں میں کچھ ایسے منافق ہیں جو اس قدر ہوشیار و چالاک ہیں اور ان کا نفاق اتنا گہرا اور پر اسرار ہے کہ وہ اپنے نفاق کو ظاہر ہی نہیں ہونے دیتے۔ تاہم وہ اپنے نفاق پر پوری مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں۔

---

❶ ۹/ التوبة: ۱۰۱

عام مسلمان تو کیا، خود آپ ﷺ بھی اپنی پیغمبرانہ فراست کے باوجود انھیں نہیں پہچان سکتے۔ ان کے نفاق کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، جو دلوں کے ارادوں اور رازوں تک سے واقف ہے۔ ان منافقوں کو ہم دو مرتبہ عذاب دیں گے، پھر اس دوسرے عذاب کے بعد یہ ایک ایسے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے جو پہلے تمام عذابوں سے بڑا ہوگا۔

﴿ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴾

''عنقریب ہم انھیں دوہرا عذاب دیں گے، پھر وہ ایک بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

یہاں ﴿ عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴾ سے مراد بالا تفاق قیامت کا عذاب ہے۔ جب کہ دو مرتبہ عذاب سے دنیا اور قبر کا عذاب مراد ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس ﴿ مَرَّتَيْنِ ﴾ سے مراد دنیا اور قبر کا عذاب ہے، امام قتادہ رحمہ اللہ اور ابن جریج رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے۔ ❶

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جمعہ کے خطبے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے فلاں! تو نکل جا، تو منافق ہے، اور اے فلاں! تو بھی نکل جا، تو منافق ہے۔'' پس بہت سے لوگوں کو آپ ﷺ نے مسجد سے نکل جانے کا حکم فرمایا۔ ان کا نفاق مسلمانوں پر کھل گیا۔ یہ پورے رسوا ہوئے۔ یہ تو مسجد سے نکل کر جا رہے تھے اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آ رہے تھے۔ یہ ان سے ذرا کترا گئے یہ سمجھ کر کہ شاید نماز ہو چکی ہے اور یہ لوگ فارغ ہو کر جا رہے ہیں اور میں غیر حاضر رہ گیا۔ وہ لوگ بھی آپ سے شرمائے یہ سمجھ کر کہ ان پر بھی ہمارا حال کھل گیا ہوگا۔ اب مسجد میں آ کر دیکھا کہ ابھی نماز تو ہوئی نہیں۔ تو ایک شخص نے آپ کو کہا، لیجیے! خوش ہو جائیے! آج اللہ نے منافقوں کو خوب شرمندہ اور رسوا کیا ہے۔ یہ تو تھا پہلا عذاب جب محمد عربی ﷺ نے انھیں مسجد سے نکلوا دیا، اور دوسرا عذاب، عذاب قبر ہے۔'' ❷

---

❶ تفسير الطبرى: ٦/ ٤٥٥ بيروت

❷ تفسير ابن كثير اردو: ٢/ ٦٠٦

شارح صحیح البخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

روى الطبري وابن ابي حاتم والطبراني في الاوسط ايضاً من طريق السدي عن ابي مالك عن ابن عباس قال: خطب رسول الله يوم الجمعة، فقال: اخرج يا فلان فانك منافق، فذكر الحديث، وفيه ففضح الله المنافقين، فهذا العذاب الاول. والعذاب الثاني عذاب القبر ...... ورويا ايضاً من طريق سعيد بن ابي عروبة عن قتادة نحوه. ومن طريق محمد بن ثور عن معمر عن الحسن ﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ﴾ عذاب الدنيا وعذاب القبر. وعن محمد بن اسحق قال: بلغني فذكر نحوه. وقال الطبري بعد ان ذكر اختلافا عن غير هولاء: والا غلب ان احد المرتين عذاب القبر والاخرى تحتمل احد ما تقدم ذكره من الجوع او السبي او القتل او الازلال او غير ذلك.

''امام طبری، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے اوسط میں، امام سُدّی عن ابی مالک کی سند کے ساتھ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن خطبہ میں فرمایا: ''اے فلاں! تو نکل جا۔ بے شک تو منافق ہے۔'' پھر (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے) مکمل حدیث بیان کی، اور اس میں یہ بھی (بیان) تھا کہ اللہ نے منافقوں کو رسوا کیا۔ پس یہ پہلا عذاب تھا اور دوسرا عذاب، قبر کا عذاب ہے۔ اسی طرح ان دونوں (ابن ابی حاتم اور طبرانی) نے سعید بن ابی عروبہ کے واسطے سے حضرت قتادہ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ اور محمد بن ثور عن معمر کے واسطے سے حضرت حسن بصری سے بھی سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ (کی تفسیر) دنیا کا عذاب اور قبر کا عذاب بیان کی ہے۔ نیز محمد بن اسحاق سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ امام طبری نے ان (ائمہ مفسرین) کے علاوہ سے بھی ان کے اختلاف ذکر کرنے کے بعد فرمایا: کہ زیادہ غالب بات یہی ہے کہ ایک عذاب، عذاب قبر ہے اور دوسرا عذاب، دنیا میں بھوک، گرفتاری، قتل، ذلت اٹھانے یا

کسی اور نوع کا عذاب ہے۔"[1]

مولانا عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

اس میں سے ایک تو اس دنیائے فانی کی ذلت و رسوائی ہے جس سے منافقوں کو دوچار ہونا پڑا۔ اور دوسرا مرنے کے بعد کا عذاب قبر ہے۔ کیوں کہ بہت سے منافقین کو اس دنیا میں ایک ہی عذاب دیا گیا۔ دو نہیں۔ اس کے برعکس بعض منافقین کو کئی بار بار ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔ اب اگر ہر مرتبہ کی ذلت کو ایک بار کا عذاب کہیں تو انھیں دنیا میں دو مرتبہ کے بجائے کئی مرتبہ عذاب ہو گیا۔ اس لیے ان کے حق میں دو مرتبہ عذاب دینے کی بات بے معنی ہو جاتی ہے۔ البتہ دنیا کی ساری رسوائیوں کو ایک عذاب اور قبر کی سختیوں اور گرفتوں کو دوسرا عذاب قرار دیں، تو یہ عین تاریخی شہادت اور واقعات کے مطابق ہے۔[2]

عصر حاضر کے عظیم سکالر جناب مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

اس آیت میں جس بڑے عذاب کا ذکر ہے وہ قیامت کا عذاب ہے۔ اور اس سے پہلے جو دو مرتبہ عذاب دیا جائے گا، ان میں پہلی مرتبہ کا عذاب تو دنیا کا عذاب ہوا، جو ان کی منافقت کا پول کھلنے یا اسی قسم کی کسی اور سزا کی شکل میں تھا۔ لیکن دوسری مرتبہ کا عذاب اگر قبر کا عذاب نہیں ہے، تو پھر کون سا عذاب ہے؟ اس کی وضاحت فرما دیجیے۔ کیوں کہ منافقین میں سے کسی کو بھی دنیا میں دو مرتبہ عذاب دیا جانا ثابت نہیں۔[3]

⑨...... ﴿ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝ ﴾[4]

"اور وہ لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے ڈبو دیئے گئے، پھر آگ میں ڈال دیے گئے۔

---

[1] فتح الباری، ص:۳، ۷/ ۲۹۶ دار السلام

[2] عالم برزخ، ص: ۱۱۶۰۷

[3] انکار حدیث حق یا باطل، ص:۸۷

[4] نوح: ۲۵

پس نہ پایا انھوں نے اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی مدد کرنے والا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو جس قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا وہ قوم کفر و شرک میں اس انتہا کو پہنچ چکی تھی کہ انھیں توحید کی دعوت دینا بھڑوں کے چھتے کو چھیڑنے کے مترادف تھا۔ لیکن جناب نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور فرمایا کہ میں تو تمھیں صرف اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ لہٰذا تم اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت نہ کرو، ورنہ مجھے خدشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دردناک عذاب تمھیں اپنی گرفت میں لے لے گا۔ قوم پر آپ کی تبلیغ کا کوئی اثر نہ ہو۔ بلکہ الٹا انھوں نے نہ صرف آپ ﷺ کی دعوت کو جھٹلایا بلکہ آپ کو زندگی کے ہر موڑ پر تنگ کرنے اور آپ سے مسخرا پن کرنے کو اپنا معمول بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ کا بھی یہ قانون ہے کہ جب کوئی قوم ظلم وزیادتی، بغاوت وسرکشی، کی انتہا کو پہنچ جائے تو وہ اس کی گرفت سے نہیں بچ سکتی۔ اسی طرح جب قوم نوح کی ہلاکت کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک تنور میں سے پانی جوش مار کر نکلنے لگا۔ آسمان سے بارش ہونے لگی، زمین سے بھی پانی نکل رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا۔ پانی کے اس طوفان سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی نوح علیہ السلام اور ان لوگوں کو جو آپ پر ایمان لائے تھے، بچا لیا، باقی ساری قوم پانی میں غرق کر دی۔ اسی بات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ﴾ ’’(قوم نوح) اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کر دی گئی۔ پھر آگ میں ڈال دی گئی۔‘‘ گناہوں کی وجہ سے پانی میں ڈبو دیا جانا یقیناً اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا۔ منکرین عذاب قبر پر افسوس ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرمائے:

﴿مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ﴾ جب کہ یہ لوگ اب بھی یہی رٹ لگائے ہوئے ہیں کہ روز محشر میں حساب و کتاب کے بعد ہی عذاب ہونا ہے، اس سے پہلے کوئی عذاب نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ وہ لوگ پانی میں ڈبو دیے گئے اور پھر آگ میں داخل کر دیے گئے۔ یعنی غرق ہوتے ہی آتش برزخ میں جھونک دیے گئے۔ یہ آیت بھی عذاب قبر کے

وقوع اور عالم برزخ کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فادخلوا نارا هی نار البرزخ، والمراد عذاب القبر، ومن مات فی ماء او نار او اكلته السباع او الطير مثلا اصابه ما يصيب المقبور من العذاب . ❶

''پھر وہ آگ میں داخل کیے گئے، یہ برزخ کی آگ ہے، اور مراد قبر کا عذاب ہے۔ اور جو کوئی بھی پانی میں ڈوب کر یا آگ میں جل کر مر جائے یا اسے درندے یا پرندے کھا جائیں تو اس کو بھی وہی عذاب ہوتا ہے جو قبر میں دفن شدہ مردوں کو ہوتا ہے۔''

امام فخر الدین الرازی فرماتے ہیں:

''تمسک اصحابنا فی اثبات عذاب القبر بقوله ﴿ أُغْرِقُوْا فَأُدْخِلُوْا نَارًا ﴾ وذلک من وجهين؛ الاولٰ ان الفاء فی قوله ﴿فَأُدْخِلُوْا نَارًا﴾ تدل علی انه حصلت تلک الحالة عقيب الاغراق، فلا يمكن حملها علی عذاب الاخرة، والا بطلت دلالة هذه الفاء؛ الثانی انه قال ﴿ فَأُدْخِلُوْا ﴾ علی سبيل الاخبار عن الماضی وهذا انما يصدق لو وقع ذلک . ❷

''ہمارے ساتھیوں نے اللہ تعالیٰ کے قول ﴿ أُغْرِقُوْا فَأُدْخِلُوْا نَارًا ﴾ سے عذاب قبر کا اثبات پکڑا ہے۔ اور اس کی دو وجہیں ہیں۔ اوّل تو (یہ کہ) فَأُدْخِلُوْا کی فاء اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حالت پانی میں غرق ہونے کے فوراً بعد ہی کی بات ہے۔ پس یہ ممکن ہی نہیں کہ اس آیت کو عذاب آخرت (یعنی قیامت) پر محمول کیا جائے، کیوں کہ ایسا کرنے سے فاء کا مفہوم باطل ہو جائے گا۔ دوم أُدْخِلُوْا ماضی کی خبر ہے اور یہ اسی وقت صادق آ سکتی ہے جب یہ واقع ہو چکا ہو۔''

---

❶ تفسیر روح المعانی: ۱۵/ ۱۳۵

❷ تفسیر کبیر: ۱۹/ ۱٤٥

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

''آگ سے مراد ہے عالم برزخ۔ یعنی قبر کی آگ۔ کیوں کہ قبر یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے کوئی گڑھا۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قوم نوح عالم برزخ میں عذاب قبر میں مبتلا کر دی گئی۔ کیوں کہ فاء کا مفہوم ہے، فوراً کسی فعل کے بعد واقع ہو جانا۔'' ❶

علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

''بظاہر پانی میں ڈبو دیے گئے لیکن فی الحقیقت برزخ کی آگ میں پہنچ گئے۔'' ❷

اشرف الحواشی میں ہے:

''مرتے ہی ان پر آگ کا عذاب شروع ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد وہ عذاب ہے جسے احادیث میں عذابِ قبر سے تعبیر کیا گیا ہے۔'' ❸

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب یہ طوفان آیا تو اس قوم کے معبودان کے کسی کام نہ آ سکے، بلکہ وہ بھی ان کے ساتھ غرق ہو گئے اور غرق ہونے کے ساتھ ہی انھیں جہنم میں داخل کر دیا گیا۔ یہ آیت بھی منجملہ ان آیات کے ہے جن سے برزخ یا عذابِ قبر کا ثبوت قرآن سے مہیا ہوتا ہے۔'' ❹

استاذ العلماء حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

﴿ فَاُدْخِلُوْا نَارًا ﴾ ''پس آگ میں داخل کیے گئے۔'' فاء سے ظاہر ہو رہا ہے کہ غرق ہوتے ہی انھیں آگ میں داخل کر دیا گیا تھا۔ یعنی قیامت کے دن جہنم میں جانے سے پہلے برزخ و قبر میں ہی وہ آگ میں داخل کر دیے گئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آلِ فرعون

---

❶ تفسیر مظھری اردو: ۱۲/ ۱۰۹

❷ تفسیر عثمانی، ص: ۷۵۸، حاشیہ: ۷

❸ اشرف الحواشی، ص: ٦٨٢، حاشیہ: ۱۲

❹ تیسیر القرآن: ٤/ ٥٢٩

کے متعلق فرمایا: ﴿ وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوْءَ الْعَذَابِ ٥ اَلنَّارُ ...... الخ ﴾ ❶

''اور آل فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا، جو آگ ہے اس پر صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔''

خلاصہ یہ کہ نوح کی قوم اور آلِ فرعون کو پہلے پانی میں غرق کیا گیا۔ پانی کے عذاب کے بعد اس کا الٹ، یعنی آگ کا عذاب شروع ہو گیا، پھر قیامت کے دن جہنم کے ﴿ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾ میں داخل کیے جائیں گے۔

یہ آیت اور سورہ مومن کی آیت عذاب قبر کی زبردست دلیلیں ہیں۔ ❷

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''قرآن مجید میں ہے: ﴿ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ﴾ ''قوم نوح غرقاب ہونے کے فوراً بعد آگ میں داخل کر دی گئی۔'' قیامت کے بعد جو عذاب ہوگا وہ غرق ہونے کے فوراً بعد نہیں ہوگا بلکہ وہ عرصہ ہائے دراز کے بعد ہوگا اس لیے جس عذاب کا یہاں ذکر ہے وہ قبر میں ہی ہو سکتا ہے۔'' ❸

مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

''اس آیت سے معلوم ہوا کہ عالم برزخ یعنی قبر میں رہنے کے زمانے میں بھی مُردوں پر عذاب ہوگا، اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ جب قبر میں بدعمل کو عذاب ہوگا تو نیک عمل والوں کو ثواب اور نعمت بھی ملے گی۔ احادیث صحیحہ متواترہ میں قبر کے اندر عذاب وثواب ہونے کا بیان اس کثرت اور وضاحت سے آیا ہے کہ انکار نہیں کیا جا سکتا، اس لیے اس پر امت کا اجماع اور اس کا اقرار اہل سنت والجماعت کی علامت ہے۔ ❹

الشیخ ابو محمد عبدالحق الحقانی فرماتے ہیں:

---

❶ المؤمن: ٤٥، ٤٦

❷ تفسیر القرآن الکریم، ص:١٠٣

❸ شرح صحیح مسلم: ٧/ ٧٠٦-٧٠٧

❹ معارف القرآن: ٨/ ٥٦٧ ربانی بک ڈپو

فَاُدْخِلُوْا کی فاء اور صیغہ ماضی سے اہل سنت والجماعت نے ثابت کیا ہے کہ حشر سے پہلے بھی مومن و کافر کو ثواب و عذاب اس کے اعمال وایمان سے ملتا ہے۔ ❶

اعتراض ①: فاضل صاحب کے بے تکے اعتراضات سے یہ آیت بھی نہ بچ سکی، چناں چہ لکھتے ہیں: فَاُدْخِلُوْا (پس داخل کیے گئے) ماضی کا صیغہ ہونے کی بنا پر آگ میں ڈالے گئے کا مفہوم لیا گیا ہے، حالاں کہ مستقبل کی بات کو یقینی اٹل بنانے کے لیے صیغہ ماضی کا استعمال قرآن میں متعدد جگہ ہوا ہے۔ اس لیے صیغہ ماضی عذاب قبر کی دلیل نہیں بن سکتا، کیوں کہ اس سے قرآن میں تضاد بیانی ثابت ہوتی ہے۔ ❷

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ تمام توجیہات مجازی ہیں۔ جب اصل کلام میں حقیقت ہے تو پھر خواہ مخواہ حقیقی معنی چھوڑ کر مجاز کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں، کیوں کہ عذاب قبر نہ صرف قرآنِ مجید سے بلکہ کثیر احادیث سے ثابت ہے اور پھر سلف صالحین کا بھی اس پر اجماع ہے۔

فَاُدْخِلُوْا پر فاء عاطفہ ہے۔ جہاں ترتیب اور تعقیب بتانا مقصود ہو، یعنی یہ کام، پہلے کام کے بعد ہوا اور اس کے فوراً بعد ہوا تو یہ فاء استعمال ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ ان کے غرق ہونے کے بعد ﴿فَاُدْخِلُوْا نَارًا﴾ ''انھیں آگ میں ڈال دیا گیا'' اگر یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہوتا کہ قیامت کے روز ان کو واصل جہنم کیا جائے گا تو فَاُدْخِلُوْا کے بجائے ثُمَّ فَاُدْخِلُوْا ہوتا۔

اعتراض ②: فاضل صاحب کا خیال ہے کہ یہاں فَاُدْخِلُوْا صیغہ ماضی عذاب قبر کی دلیل نہیں بن سکتا، کیوں کہ اس سے قرآنِ مجید میں تضاد بیانی ہوتی ہے یعنی حشر کے دن فیصلہ کے بعد جزا دیئے جانے کے خلاف ہے۔ صیغہ ماضی (داخل کیے گئے) کی بجائے مستقبل (داخل کیے جائیں گے) کے معنی لینے سے قرآن میں کوئی اشکال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ ❸

جواب: فاضل صاحب اگر ہر کسی کو قیامت کے دن فیصلے کے بعد ہی سزا ملنی ہے۔ یعنی آپ

---

❶ تفسیر حقانی: ۸/ ۲۲۹

❷ عذاب قبر: ۱۶

❸ ایضاً

کے بقول قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہیں ہے تو پھر یہ بتائیے کہ کیا پانی میں غرق کیا جانا عذاب ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ کیا یہ سزا ابھی ملنی ہے یا مل چکی ہے؟ اگر ان سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ کیوں کہ قوم نوح اس دنیا سے مدتوں پہلے غرق ہو چکی ہے۔

اور اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ بڑا عذاب تو حشر ہی کے دن سے شروع ہوگا، جب کہ اس کے علاوہ اور کئی قسم کے عذابوں کا قیامت سے پہلے ملنا قرآن مجید کی تضاد بیانی نہیں، صاف بیانی اور حقیقت بیانی ہے۔ نیز کیا أُغْرِقُوْا کا معنی بھی مستقبل (غرق کیے جائیں گے) میں کریں گے، جب کہ وہ دنیا ہی میں غرق کیے جا چکے ہیں۔

مثال: اگر کوئی آدمی جرم کرے تو پولیس اسے پکڑتی ہے۔ عدالت میں فیصلہ سنانے سے پہلے بھی اس مجرم کو مختلف قسم کی سزائیں ملتی ہیں۔ لیکن مجرم کو یہ پتہ ہوتا ہے کہ میری اصل سزا تو عدالت کے فیصلے کے بعد ہی شروع ہونی ہے۔ یہ سب سزائیں عارضی ہیں۔ حوالات میں بند رہنا اور وہاں پر ملنے والی طرح طرح کی سزاؤں کا، کوئی بھی عقل مند انسان انکار نہیں کرتا۔

اعتراض ③: آیت کے لفظ نَارًا سے صرف دوزخ کی آگ ہی مراد ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ آگ کا ذکر دوزخ کے ساتھ مخصوص ہے۔

جواب: ہم کب کہتے ہیں کہ یہ آگ دوزخ کی آگ کے علاوہ کوئی اور آگ ہے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ برزخ کی آگ بھی دوزخ کی آگ ہی کا حصہ ہے، اور پھر برزخ ہی کی آگ نہیں بلکہ ہماری اس دنیا کی جو آگ ہے، یہ بھی دوزخ ہی کی آگ کا ایک حصہ ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«نَارُكُمْ هٰذِهِ الَّتِيْ يُوْقِدُ ابْنُ آدَمَ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ جُزْءً مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ قَالُوْا وَاللّٰهِ إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَإِنَّهَا فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّيْنَ جُزْءً كُلُّهَا مِثْلُ حَرِّهَا» ❶

"تمہاری یہ (دنیا کی) آگ، جسے ابن آدم جلاتا ہے، جہنم کی آگ کا سترہواں حصہ

---

❶ مسلم، كتاب الجنة ونعيمها، باب جهنم اعاذنا الله منها، رقم: ٧١٦٥

ہے'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول (انسانوں کو جلانے کے لیے یہی) کافی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''لیکن وہ تو دنیا کی آگ سے انہتر (۶۹) درجہ زیادہ گرم ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر ہے۔''

اعتراض ④: عذاب قبر کی حدیث میں بھی آگ کے عذاب کا ذکر نہیں ہے۔

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث مروی ہے جس میں ہے کہ کافر جب قبر میں ہونے والے سوالات کے جوابات دینے میں ناکام ہو جاتا ہے تو اس کے لیے آگ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے۔ اور دوسرے عذاب جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ ❶

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

((فَنَادٰی مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ كَذَبَ فَافْرِشُوْا لَهٗ مِنَ النَّارِ، وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَى النَّارِ، فَيَاْتِيْهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُوْمِهَا وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهٗ حَتّٰى تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ، وَيَاْتِيْهِ رَجُلٌ قَبِيْحُ الْوَجْهِ، قَبِيْحُ الثِّيَابِ، مُنْتِنُ الرِّيْحِ، فَيَقُوْلُ اَبْشِرْ بِالَّذِيْ يَسُوْءُكَ هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِيْ كُنْتَ تُوْعَدُ، فَيَقُوْلُ مَنْ اَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيْءُ بِالشَّرِّ، فَيَقُوْلُ اَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيْثُ فَيَقُوْلُ رَبِّ لَا تُقِمِ السَّاعَةَ .)) ❷

''آسمان سے منادی کی آواز آتی ہے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے، اس کے لیے آگ کا بستر بچھا دو اور اس کے لیے (جہنم کی) آگ کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو۔ چناں چہ (جہنم کی) آگ کی گرم اور زہریلی ہوا اسے آنے لگتی ہے اور اس پر اس کی قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے، حتی کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں میں

---

❶ صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، فصل فی احوال المیت فی قبرہ، رقم: ۳۱۰۳ طبع جدید

❷ مسند احمد: ٤/ ٢٨٨

پیوست ہو جاتی ہیں، پھر اس کے پاس ایک بدصورت، گندے کپڑوں والا، بدترین، بدبو والا شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے برے انجام کی بشارت ہو۔ یہ ہے وہ دن جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ کافر کہتا ہے: تو کون ہے؟ تیرا تو چہرہ ہی ایسا ہے جو (میرے پاس) شر لے کر آیا ہے۔ وہ جواب میں کہتا ہے: میں تیرے گندے اعمال ہوں، تب کافر کہتا ہے: میرے رب! قیامت قائم نہ کرنا۔''

یہ چند حدیثیں بطور اشارہ ہم نے ذکر کی ہیں ورنہ کئی احادیث میں آگ کے عذاب کا ذکر ہے، البتہ اگر منکرین عذابِ قبر کی آنکھوں پر انکار کی پٹی بندھی ہو تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔

آنکھیں گر بند ہوں تو دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

اور پھر یہ بھی یاد رہے کہ ضروری نہیں عذاب صرف آگ ہی سے دیا جائے، بلکہ جس طرح دنیا میں عذاب کی مختلف قسمیں ہیں ایسے ہی آخرت میں بھی عذاب کی مختلف قسمیں ہوں گی۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ((وَاٰخَرَ مِنْ شَكْلِهٖ اَزْوَاجٌ)) ❶ (اور اس قسم کے دوسرے کئی عذاب) کے الفاظ ہیں۔ اگر منکرین عذاب قبر نے کوئی ایسی حدیث پڑھی ہو جس میں آگ کے عذاب کا ذکر نہ ہو تو کیا اس سے دوسرے عذابوں کی نفی ہو جائے گی؟ معلوم ہوا کہ منکرین عذاب قبر کا یہ کہنا کہ کسی حدیث میں بھی آگ کے عذاب کا ذکر نہیں، سراسر غلط اور مبنی بر جہالت ہے۔

⑩...... ﴿وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰی وَ قَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ وَ كَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰی ۝﴾ ❷

---

❶ حدیث پیچھے گزر چکی ہے۔

❷ ٢٠/ طه: ١٢٤ تا ١٢٦

''اور جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا، پس بے شک اس کے لیے تنگ زندگی ہوگی اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ اور وہ کہے گا، اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا، حالاں کہ اس سے پہلے تو میں بلاشبہ دیکھنے والا تھا؟ وہ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: اسی طرح تیرے پاس ہماری نشانیاں آئیں، تو نے ان کو فراموش کر دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے فراموش کر دیا جائے گا۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو شخص میرے ذکر سے اعراض کرے گا، اسے تنگ زندگی ملے گی، جب کہ روز قیامت وہ اندھا کر کے اٹھایا جائے گا، اپنے اس انجام کے متعلق وہ اللہ تعالیٰ سے پوچھے گا کہ اے میرے پروردگار! میرا یہ حشر کیوں ہوا ہے؟ حالاں کہ دنیا میں تو میں ٹھیک ٹھاک، تندرست تھا؟ میری آنکھیں بھی ٹھیک تھیں، مگر آج مجھے کچھ نظر نہیں آرہا، یہ مجھے اندھا کیوں کیا گیا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تیرا یہ حشر اس وجہ سے ہوا ہے کہ تیرے پاس ہماری آیات پہنچی تھیں، مگر تو نے ان سے روگردانی کی۔ دنیا میں تو نے میری آیات کے ساتھ ایسا کیا لہٰذا آج تیرے ساتھ بھی ایسا کیا جا رہا ہے۔

ذکر سے مراد ایک تو وہ معروف ذکر ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴾ ❶

''پس تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا اور میری شکر گزاری کرو اور ناشکری سے بچو۔''

نماز پڑھنا، سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وغیرہ یہ سب ذکر کی قسمیں ہیں۔

اور قرآنِ مجید بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ ''بے شک ہم نے ہی ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور بے شک ہم خود ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' ❷

---

❶ ٢/ البقرة: ١٥٢

❷ ١٥/ الحجر: ٩

یہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ذکر کہا ہے۔

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر رسول اللہ ﷺ کو بھی ذکر سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

﴿ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۙ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ﴾ ❶

''یقیناً اللہ نے تمہاری طرف ذکر نازل کیا ہے۔ (یعنی) رسول جو تم پر اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتا ہے۔''

یہاں رسول اللہ ﷺ کے لیے ذکر کا لفظ بولا گیا ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض نے کہا ہے ذکر سے مراد یہاں رسول ہے، چناں چہ ساتھ ہی فرمایا ہے ﴿رَسُوْلًا﴾ تو یہ بدل اشتمال ہے، چوں کہ قرآن کے پہنچانے والے رسول اللہ ﷺ ہی ہیں، تو اس مناسبت سے آپ کو لفظ ذکر سے یاد کیا گیا ہے۔ حضرت امام ابن جریر بھی اسی مطلب کو درست بتلاتے ہیں۔ ❷

جب رسول کو ذکر سے تعبیر فرمایا گیا ہے تو اس رسول کی بات (حدیث) بھی ذکر ہوئی۔

حاصل کلام یہ کہ جس کسی نے بھی قرآن یا حدیث نبوی ﷺ سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ اس کو تنگی کی زندگی دے گا۔

اب یہاں سوال ہے کہ یہ تنگی کی زندگی کس جہان میں ملے گی؟ دنیا، برزخ یا آخرت؟ ظاہر ہے کہ آخرت کی زندگی تو مراد ہو نہیں سکتی، کیوں کہ اس کے لیے تو الگ سے ﴿وَنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ کہا گیا ہے۔

اب باقی دو جہان ...... دنیا اور برزخ ...... ہیں۔ مذکورہ آیت میں یہ تفصیل کہیں نہیں ہے کہ تنگ زندگی دنیا میں ملے گی یا آخرت میں!

اگر ہم اس کو مطلق رکھیں تب بھی یہ آیت عذاب قبر پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ موڑنے والے کی دنیاوی زندگی بھی تنگی میں گزرے گی اور برزخی زندگی بھی تنگی ہی کی ہوگی۔ دکھوں، تکلیفوں، اور طرح طرح کے عذابوں والی زندگی۔

---

❶ ٦٥/ الطلاق: ١٠، ١١

❷ تفسیر ابن کثیر اردو: ٥/ ٤٤٦

اور اگر صرف دنیا کی زندگی ہی مراد لیں تو یہ ایک ایسی بات ہوگی جو کہ بالکل بے دلیل ہے۔

لیکن اگر اس کے برعکس ہم صرف برزخ کی زندگی ہی مراد لیں تو یہ غلط نہ ہوگا، کیوں کہ اس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ دنیا میں بے شمار اللہ تعالیٰ کے باغی اور نافرمان لوگ ایسے گزرے ہیں جنھوں نے بڑی ٹھاٹھ کی زندگی بسر کی ہے، جب کہ اس کے مقابلے میں بے شمار ایسے لوگ بھی گزرے ہیں، بلکہ آج بھی موجود ہیں، جو بڑے متقی، اور پرہیزگار تھے مگر ان کا جینا تنگی کا جینا تھا۔ قدم قدم پر مصیبتیں، آزمائشیں بلکہ جتنا کوئی زیادہ متقی اور ولی اللہ تھا اس پر اتنی ہی زیادہ مصیبتیں اور مشقتیں آتی ہیں۔ مثلاً:

فرعون اللہ تعالیٰ کا نافرمان تھا مگر دنیا میں بڑی عیش وعشرت کی زندگی بسر کر کے گیا، ایسے ہی ہامان، قارون، نمرود اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے کئی نافرمان۔ جب کہ اس کے برعکس حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے رفقاء کی یہ حالت تھی کہ دو وقت کی روٹی بھی اچھی طرح میسر نہیں آتی تھی، کئی کئی دن ان کے چولہوں میں آگ تک نہیں جلتی تھی۔ آج بھی دیکھ لیں کہ اللہ کے باغی بڑی ٹھاٹھ کی زندگی بسر کر رہے ہیں، جب کہ مسلمانوں کی عرصہ حیات دن بدن تنگ کیا جا رہا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ خود صاحب قرآن جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے مَعِيْشَةً ضَنْكًا کو عذابِ قبر سے تعبیر فرمایا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مومن کا سفر آخرت بیان کر کے کافر کے متعلق فرمایا:

«وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا أُتِيَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ، لَمْ يُوجَدْ شَيْءٌ، ثُمَّ أُتِيَ عَنْ يَمِينِهِ، فَلَا يُوجَدُ شَيْءٌ، ثُمَّ أُتِيَ عَنْ شِمَالِهِ، فَلَا يُوجَدُ شَيْءٌ، ثُمَّ أُتِيَ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ، فَلَا يُوجَدُ شَيْءٌ، فَيُقَالُ لَهُ: اِجْلِسْ، فَيَجْلِسُ خَائِفًا مَرْعُوبًا، فَيُقَالُ لَهُ: أَرَأَيْتَكَ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِي كَانَ فِيكُمْ مَاذَا تَقُولُ فِيهِ؟ وَمَاذَا تَشْهَدُ بِهِ عَلَيْهِ؟ فَيَقُولُ أَيُّ رَجُلٍ فَيُقَالُ: الَّذِي كَانَ فِيكُمْ، فَلَا يَهْتَدِي لِاسْمِهِ حَتّٰى يُقَالُ لَهُ: مُحَمَّدٌ، فَيَقُولُ: مَا أَدْرِي

سَمِعْتُ النَّاسَ قَالُوا قَوْلًا، فَقُلْتُ كَمَا قَالَ النَّاسُ، فَيُقَالُ لَهُ: عَلٰى ذٰلِكَ حَيِيتَ، وَعَلٰى ذٰلِكَ مِتَّ، وَعَلٰى ذٰلِكَ تُبْعَثُ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ النَّارِ، فَيُقَالُ لَهُ: هٰذَا مَقْعَدُكَ مِنَ النَّارِ، وَمَا اَعَدَّ اللّٰهُ لَكَ فِيهَا، فَيَزْدَادُ حَسْرَةً وَثُبُوْرًا، ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ: ذٰلِكَ مَقْعَدُكَ مِنَ الْجَنَّةِ، وَمَا اَعَدَّ اللّٰهُ لَكَ فِيهِ لَوْ اَطَعْتَهُ فَيَزْدَادُ حَسْرَةً وَثُبُوْرًا، ثُمَّ يُقَيَّضُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيهِ اَضْلَاعُهُ، فَتِلْكَ الْمَعِيشَةُ الضَّنْكَةُ الَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ:
﴿فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾

"اور بے شک کافر کو (عذاب دینے کے لیے فرشتے) اس کے سر کی طرف سے آتا ہے وہ (ایمان اور عمل صالح کی) کوئی رکاوٹ نہیں پاتا، پھر وہ اس کی دائیں طرف سے آتا ہے، پس وہ کوئی رکاوٹ نہیں پاتا، پھر وہ اس کی بائیں جانب سے آتا ہے (ادھر بھی) وہ کوئی رکاوٹ نہیں پاتا، پھر وہ اس کے پاؤں کی جانب سے آتا ہے (ادھر بھی) وہ کوئی رکاوٹ نہیں پاتا، پھر اس (کافر) کو کہا جاتا ہے، بیٹھ جا! پس وہ خوف زدہ اور سہما ہوا بیٹھ جاتا ہے۔ وہ (فرشتے) اس سے پوچھتے ہیں: جو شخص تم میں (بھیجا گیا) تھا اس کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ اور اس کے بارے میں تو کیا گواہی دیتا ہے؟ پس وہ (کافر) جواب دیتے ہوئے پوچھتا ہے! کونسا آدمی؟ وہ (فرشتے) کہتے ہیں جو تم میں (بھیجا گیا) تھا۔ اسے آپ ﷺ کے نام کے متعلق کچھ پتہ نہیں ہوتا یہاں تک کہ اسے بتایا جاتا ہے کہ محمد ﷺ (کے متعلق پوچھا جا رہا ہے) تو وہ جواب دیتا ہے، میں نہیں جانتا۔ میں نے تو لوگوں کو (آپ ﷺ کے متعلق) کچھ کہتے ہوئے سنا تھا، پس میں نے بھی لوگوں کی طرح ہی کہا۔ وہ کہتے ہیں کہ اسی شک پر تو زندہ رہا، اور اسی شک پر مرا، اور اگر اللہ نے چاہا تو اسی شک پر تو اٹھایا جائے گا۔ پھر جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ اس کے لیے کھول دیا جاتا ہے، ساتھ ہی اسے یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ آگ سے تیرا ٹھکانا، اور (دوسرے عذاب) جو اللہ نے تیرے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ پس (اس نظارے

کے بعد) اس کی ندامت اور ہلاکت میں اضافہ ہوتا ہے۔ پھر اس کے لیے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے کہ اگر تو (اللہ اور اس کے رسول کی) اطاعت کرتا تو یہ جنت تیرا ٹھکانا ہوتا، اور (دوسری نعمتیں) جو اللہ نے تیرے لیے اس میں تیار کر رکھی تھیں۔ (اس نظارے کے بعد) اس کی ندامت اور ہلاکت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ پھر اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں میں دھنس جاتی ہیں، پس یہ ہے مَعِيْشَةً ضَنْكًا (کی تفسیر) جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴾ ❶

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ قَوْلِهٖ ﴿ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا ﴾ قَالَ عَذَابُ الْقَبْرِ))

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا (اس کی تفسیر) عذاب قبر ہے۔" ❷

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِذَا مَاتَ الْكَافِرُ اُجْلِسَ فِیْ قَبْرِهٖ، فَيُقَالُ لَهٗ: مَنْ رَّبُّكَ، وَمَا دِيْنُكَ، فَيَقُوْلُ: لَا اَدْرِیْ، فَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهٗ، ثُمَّ قَرَاَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: ﴿ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا ﴾ قَالَ الْمَعِيْشَةُ الضَّنْكُ عَذَابُ الْقَبْرِ))

"سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جب کافر مر جاتا ہے تو اسے اس کی قبر میں

---

❶ صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، ذکر الخبر المدحض قول من زعم ان المیت اذا وضع فی قبره لا یحرك منه شیء الی ان یبلی، رقم: ۳۱۰۳ الشیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔

❷ صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، ذکر الخبر المدحض قول من انکر عذاب القبر، رقم: ۳۱۰۹ الشیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔

بیٹھا دیا جاتا ہے، پھر اس سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا تھا؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ پھر اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے۔ پھر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (قرآنِ مجید کی آیت) ﴿فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا﴾ کو پڑھا (اور) فرمایا کہ مَعِيشَةً ضَنْكًا عذاب قبر ہے۔“ ❶

((عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: يُطْبَقُ عَلَى الْكَافِرِ قَبْرُهُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيْهِ اَضْلَاعُهُ، وَهِيَ الْمَعِيْشَةُ الضَّنْكُ الَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ: ﴿مَعِيْشَةً ضَنْكاً وَّنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾))

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: کافر پر اس کی قبر مل جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر ہو جاتی ہیں اور یہی مَعِيْشَةً ضَنْكاً ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ﴿مَعِيْشَةً ضَنْكاً وَّنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ فرمایا ہے۔“ ❷

امام ابو صالح اور امام سدی سے بھی اس کی تفسیر عذاب قبر ہی منقول ہے۔ ❸

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" وقول رابع. وهو الصحيح، انه عذاب القبر، قاله ابو سعيد الخدري وعبد الله بن مسعود. وروى ابو هريرة مرفوعا عن النبي صلى الله عليه وسلم، وقد ذكرناه في كتاب "التذكرة" قال ابو هريرة يضيق على الكافر قبره حتى تختلف فيه اضلاعه وهو المعيشة الضنك

”اور چوتھا قول۔ جب کہ یہی صحیح (قول) ہے۔ کہ بے شک وہ (مَعِيْشَةً ضَنْكاً) عذاب قبر ہے۔ یہ قول ابو سعید خدری اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا ہے، اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع بیان کیا ہے، جسے ہم نے (اپنی) کتاب ”التذکرہ“ میں بیان

---

❶ احوال القبور لابن رجب، ص: ٤٩ بيروت

❷ تفسير الطبرى: ٨/ ٤٧٢ دار الكتب

❸ ايضاً

کیا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کافر پر اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس میں اس کی پسلیاں ادھر ادھر ہو جاتی ہیں، یہی مَعِیْشَةً ضَنْکً ہے۔''❶

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد قيل: ان المراد بالمعيشة الضنكى عذاب القبر، سياتى ما يرجح هذا ويقويه .

اور تحقیق (یہ بھی) کہا گیا ہے کہ بے شک مَعِیْشَةً ضَنْکً سے مراد عذاب قبر ہے، عنقریب (مفصل بیان) آئے گا، جو اس (تفسیر) کو راجح اور قوی ثابت کرے گا۔

اس کے بعد امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کئی احادیث اور آثار نقل کرنے کے بعد اپنا فیصلہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومجموع ما ذكرنا هنا يرجح تفسير المعيشة الضنكى بعذاب القبر

اور (ان تمام روایتوں کا) مجموعہ جو ہم نے یہاں ذکر کیں ہیں، وہ مَعِیْشَةً ضَنْکً کی تفسیر کو عذاب قبر کے ساتھ راجح کرتا ہے۔❷

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

امام بغوی نے حضرت ابن مسعود، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم کا قول نقل کیا ہے کہ مَعِیْشَةً ضَنْکً سے مراد عذاب قبر ہے۔ بزار نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ مَعِیْشَةً ضَنْکً عذاب قبر ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زمین اس کو دبائے گی کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر نکل جائیں گی۔ بعض مسند احادیث میں مرفوعاً آیا ہے کہ اس پر قبر اس طرح سمٹے گی کہ اس کی پسلیاں ادھر اُدھر نکل جائیں گی اور قبر سے اٹھائے جانے کے وقت تک برابر عذاب اس پر ہوتا رہے گا۔❸

---

❶ تفسیر القرطبی: ١١/ ٢٥٩ طبع ایران

❷ تفسیر فتح القدیر: ٣/ ٣٩٢

❸ تفسیر مظہری اردو: ٧/ ٤٣٥

سید احمد حسن محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ جس شخص نے آسمانی کتاب اور اللہ کے رسول کو نہ مانا، وہ مرتے ہی عذاب قبر میں گرفتار ہوگا۔ مَعِيشَةً ضَنكًا کی تعریف میں اگرچہ سلف کے کئی اقوال ہیں، لیکن حافظ ابو جعفر بن جریر نے اپنی تفسیر میں عذاب قبر کی تفسیر کو ترجیح دی ہے، معتبر سند سے مسند بزار میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ جس میں خود صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے مَعِيشَةً ضَنكًا کی تعریف عذاب قبر فرمائی ہے۔ ❶

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ صاحب فرماتے ہیں:

قبر میں ان کی معیشت تنگ کر دی جائے گی، خود جوان کا مسکن ہوگا وہ ان کو ایسا دبائے گا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹنے لگیں گی، جیسا کہ بعض احادیث میں اس کی تصریح ہے۔ ❷

⑪...... ﴿ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ ﴾ ❸

''زیادتی کی چاہت نے تمھیں غافل کر دیا، یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔ ہرگز نہیں! عنقریب تم جان لو گے۔ پھر ہرگز نہیں! عنقریب تم جان لو گے۔ ہرگز نہیں! اگر تمہیں (اس کا انجام) معلوم ہوتا یقینی علم کی حیثیت سے (تو تم ایسا ہرگز نہ کرتے)۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دنیا پرستی کے بدترین انجام سے خبردار کیا ہے، جس کی وجہ سے وہ مرتے دم تک زیادہ سے زیادہ مال و دولت اور دنیاوی فائدے اور لذتیں اور جاہ اقتدار حاصل کرنے اور اس میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے اور انہی چیزوں کے حصول پر فخر کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ اسی چیز نے انہیں فکر آخرت سے غافل کر دیا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے برے انجام سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا ﴿ حَتّٰى

---

❶ احسن التفاسير: ٤/ ١٩٩

❷ معارف القرآن: ٦/ ١٦٠

❸ ١٠٢/ التكاثر: ١ تا ٥

زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴾ ''یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔''

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای: حتی متم ودفنتم فی المقابر، یقال لمن مات، زار قبره. ''یعنی یہاں تک کہ تم مر گئے اور تم قبروں میں دفن کر دیے گئے۔ جو شخص مر جاتا ہے اسے (عربی میں) کہا جاتا ہے زَارَ قَبْرَهٗ (اس نے اپنی قبر دیکھ لی۔)'' ❶

﴿ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾ ❷

''ہرگز نہیں! عنقریب تم لوگ جان لوگے، پھر ہرگز نہیں! عنقریب تم جان لوگے۔''

یہ تکرار تاکید مضمون کے لیے ہے، جس میں ایک وعید کے بعد دوسری وعید بیان کی گئی ہے۔ پہلی وعید عذاب برزخ اور دوسری وعید عذاب آخرت کے متعلق ہے۔

امام فخر الدین الرازی، تفسیر کبیر میں اس کے مکرر آنے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

احدها انه للتاکید، وانه وعید بعد وعید. ''یعنی اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ بے شک یہ تاکید کے لیے ہے، اور بے شک وہ (تاکید) ایک وعید کے بعد دوسری وعید ہے۔''

دوسری وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **ان الاول عند الموت حین یقال لا بشری. والثانی فی سؤال القبر، من ربک. والثالث عند النشور، حین ینادی المناد: فلان شقی، شقاوة لا سعادة بعدها ابدا، وحین یقال: ﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ﴾** ❸

بے شک پہلا كَلَّا سَوْفَ موت کے متعلق ہے، جس وقت کہا جائے گا کہ تیرے لیے کوئی بھی بشارت نہیں۔ اور دوسرا قبر کے سوال مَنْ رَّبُّكَ کے متعلق ہے۔ اور تیسرا قیامت کے متعلق ہے کہ جس وقت اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: فلاں بد بخت ہے، اس کے بعد

---

❶ تحفة الاحوذی: ۹/ ۲٦٦ طبع جدید

❷ التکاثر: ۳، ٤

❸ تفسیر کبیر، ص: ۷۸، جز: ۳۲

کوئی بھی مبارک باد نہیں، اور جس وقت کہا جائے گا ''آج مجرم الگ ہو جائیں۔''

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ھو وعید بعد وعید، وکذا قال الحسن ''وہ ایک وعید کے بعد دوسری وعید ہے۔ اور امام حسن بصری بھی اسی طرح فرماتے ہیں۔'' ❶

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قال ابن عباس ﴿ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾ ما ینزل بکم من العذاب فی القبر، ﴿ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾ فی الاخرة اذا حل بکم العذاب. فالاول فی القبر، والثانی فی الاخرة. فالتکرار للحالتین

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ سے مراد وہ عذاب ہے جو قبر میں نازل ہوگا، اور ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ سے مراد عذاب آخرت ہے۔ پس پہلی (آیت) قبر کے بارے میں اور دوسری آخرت کے بارے میں ہے۔ پس تکرار دو حالتوں کے لیے ہے۔'' ❷

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال علی بن ابی طالب: الاول فی القبور، والثانی فی النشور

''علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ پہلا (كَلَّا سَوْفَ) عذاب قبر اور دوسرا عذاب حشر کے بارے میں ہے۔'' ❸

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وفی ھذا دلیل علی صحة القول بعذاب القبر، لان اللّٰہ تعالٰی ذکرہ اخبر عن ھؤلاء القوم الذین الھاھم التکاثر، انھم سیعلمون

---

❶ فتح القدیر، ص: ۱۶۵۱ جدید

❷ تفسیر القرطبی: ۲۰/ ۱۶۰ بیروت

❸ تفسیر روح المعانی، ص: ۴۰۳، جز: ۳۰

ما يلقون اذا هم زاروا القبور، وعيدا منه لهم وتهددا

''اس (سورت) میں عذابِ قبر کے برحق ہونے کی دلیل ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کیا ہے اور ان لوگوں کی خبر دی ہے جنہیں مال کی کثرت نے غفلت میں ڈال دیا، کہ بے شک عنقریب وہ جان لیں گے، جس چیز سے وہ ملیں گے، جب وہ قبریں دیکھیں گے۔ یہ ان کے لیے وعید اور ڈراوا ہے اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے۔'' ❶

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾ يعنى فى القبور وقيل ﴿ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾ اذا نزل بكم الموت، وجاتكم رسل لتنزع ارواحكم ﴿ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾ اذا دخلتم قبوركم، وجاءكم منكر ونكير، وحاط بكم هول السؤال وانقطع منكم الجواب .

''ہرگز نہیں! عنقریب تم جان لو گے، یعنی قبروں میں، اور کہا گیا ہے کہ (پہلے) كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (کا مطلب ہے) جب تمہیں موت آئے گی اور فرشتے تمہاری روحیں قبض کرنے کے لیے آئیں گے (دوسرے) كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (کا مطلب) جب تم قبروں میں پہنچ جاؤ گے اور منکر ونکیر آ جائیں گے اور سوال تمہیں گھیر لیں گے اور تمہارے جواب ٹوٹ جائیں گے۔'' ❷

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم ان فى القرآن المجيد اٰيات تدل على ثبوت عذاب القبر احداها هذه الاية، اعنى قوله تعالىٰ: ﴿ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴾ ❸

---

❶ تفسیر الطبری: ۱۲/ ۶۷۹ طبع جدید

❷ تفسیر القرطبی: ۱۰/ ۱۱۸ دار الکتب

❸ تحفة الاحوذی: ۹/ ۲۶۶ بیروت

’’(یہ بات اچھی طرح) جان لے! کہ بے شک قرآنِ مجید میں کئی ایسی آیات ہیں جو عذاب قبر کے اثبات پر دلالت کرتی ہیں، ان میں سے ایک آیت یہ بھی ہے، میری مراد اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ o حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ ہے۔

ڈاکٹر محمد لقمان السلفی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لوگوں تم اللہ کی یاد اور فکر آخرت سے یکسر غافل رہو گے یہاں تک کہ تم قبر میں پہنچ جاؤ گے، اس وقت تمہاری آنکھوں کا پردہ ہٹ جائے گا اور حقیقت تمہارے سامنے آ جائے گی، لیکن اس وقت ایمان ویقین کا کوئی فائدہ نہیں۔ ❶

⑫...... ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ o وَ لَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾

’’آپ کہہ دیجیے! اے یہودیو! اگر تمہارا خیال ہے کہ تمام لوگوں کے سوا صرف تم ہی اللہ کے دوست ہو تو اپنی موت کی تمنا کرو، اگر تم (اپنے دعویٰ میں) سچے وہ۔ اور وہ (یہود) کبھی بھی اپنے مرنے کی تمنا نہیں کریں گے، بسبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔‘‘ ❷

یہود کہا کرتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ ❸ ہم جہنم میں ہرگز نہیں جائیں گے اور اگر بالفرض جہنم میں چلے بھی گئے تو چند دن کے لیے ہی جائیں گے۔ ❹ اور وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ جنت میں صرف یہود ہی جائیں گے۔ ❺

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کہ اگر تم اپنے ان

---

❶ تیسیر الرحمن: ۲/ ۱۷٦٦

❷ ٦٢/ الجمعة: ٦، ٧

❸ ٥/ المائدة: ١٨

❹ ٢/ البقرة: ٨٠

❺ ٢/ البقرة: ١١١

دعووں میں سچے ہو تو پھر موت کی تمنا کرو، کیوں کہ موت ہی جنت کے انعام واکرام حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ اور پھر یہ بھی خبر دے دی کہ یہودی موت کی تمنا ہرگز نہ کریں گے، کیوں کہ یہ جانتے ہیں کہ موت کے فوراً بعد ہمیں اپنی بداعمالیوں کی سزا ملنا شروع ہو جائے گی۔

اب یہاں ﴿فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ﴾ (پس موت کی تمنا کرو) فرمایا ہے۔ اگر مرنے کے بعد قبر میں ثواب وعذاب نہ ہوتا تو ﴿فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ﴾ فرمانے کی کیا ضرورت تھی؟ فَتَمَنَّوُا الْحَشْرَ یا فَتَمَنَّوُا الْقِيٰمَةَ کہہ دیا جاتا؟ منکرین عذاب قبر کو غور کرنا چاہیے کہ عالم دنیا میں سکون بھی ہوتا ہے اور تکلیفیں بھی، یہی حال عالم حشر میں ہوگا، وہاں بھی بعض لوگوں کو راحت ولذت ملے گی اور بعض کو رنج والم سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اب اگر عالم برزخ میں جزا وسزا نہیں ہے، جیسا کہ منکرین عذاب قبر کہتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ عالم برزخ، عالم دنیا اور عالم حشر سے بہتر اور اعلیٰ ہے، کیوں کہ عالم دنیا اور عالم حشر میں تو جزا وسزا ہے، جب کہ برزخ میں ایسا نہیں؟ فَفَهِمْ وَتَدَبَّرْ

خود منکرین عذابِ قبر آیت ﴿يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا﴾ [1] "ہائے ہماری شامت! ہمیں کس نے ہماری خواب گاہ سے اٹھایا؟" کو عذاب قبر کی نفی میں بڑھ چڑھ کر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قبر تو خواب گاہ ہے جہاں پر عذاب دیے جانے کا کوئی تک ہی نہیں بنتا۔

اب یہاں سوال یہ ہے کہ اگر موت کے بعد جزا وسزا نہیں ہے تو ﴿فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ﴾ کیوں فرمایا؟ کیا اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) یہود کو دنیا کی دکھ تکلیفوں سے نجات دلا کر قبر میں بھیج کر آرام پہنچانا چاہتا ہے؟

اگلی آیت ﴿وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اپنی موت کی تمنا ہرگز نہیں کر سکتے، اس لیے کہ انھیں معلوم ہے کہ انھوں نے جو گناہ کیے ہیں، وہ آگ میں پہنچانے والے گناہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو ان کے جرائم کی زیادہ خبر ہے، لہٰذا موت کی تمنا کرنا تو خود اپنے پاؤں پر کلہاڑا مانے کے مترادف ہے۔ یہود اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ جو کرتوتیں ہم نے کیں ہیں، یہاں سے چھوٹتے ہی ان کی سزا میں فوراً

---

[1] ٣٦/ یٰسٓ: ٥٢

گرفتار ہو جائیں گے۔

معلوم ہوا کہ مرنے کے فوراً بعد جزا و سزا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اسی جزا و سزا کو عذاب قبر کہتے ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

فعلموا انهم لو تمنوا لماتوا من ساعتهم ولحقهم الوعيد . ❶

''پس وہ جانتے تھے کہ اگر ہم موت کی تمنا کریں گے تو فوراً مر جائیں گے اور وعید ان کو پالے گی۔''

مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کیلانی فرماتے ہیں:

اس آیت کے نزول کے بعد محض اپنے دعوے کو سچا قرار دینے کی خاطر انھوں نے جھوٹ موٹ یا زبانی طور پر بھی موت کی آرزو نہیں کی اس لیے کہ انھیں اپنی بد اطواریوں کا پوری طرح علم ہے، اور انھیں دل سے یہ یقین ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی جنت کی بجائے سیدھے جہنم رسید ہوں گے لہٰذا نہ صرف یہ مرنے کی آرزو نہیں کرتے بلکہ زیادہ سے زیادہ مدت زندہ رہنے پر انتہائی حریص واقع ہوئے۔ ❷

⑬...... ﴿ يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيٓ إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبٰدِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝ ﴾

''اے اطمینان والی روح! تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل، اس طرح کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش، پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میری جنت میں چلی جا۔'' ❸

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کا انجام بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ انھیں فرشتے یہ خوشخبریاں سناتے ہوئے ان کی ارواح کو کہتے ہیں کہ ''اپنے رب کی طرف چلو،

---

❶ روح المعانی: ۲۸/ ۴۰۴

❷ تیسیر القرآن: ۴/ ۴۴۴

❸ ۸۹/ الفجر: ۲۷ تا ۳۰

تمہارا رب تم سے خوش ہے اور وہ تمہیں بھی خوش کر دے گا۔'' پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ: اے روح! میرے خاص بندوں کے پاس چلی جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

مومن کی روح کو یہ خطاب مرتے وقت ہوگا جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ مرتے وقت بھی ہو اور قبر سے اٹھتے وقت بھی یہ خطاب ہو۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے، اس میں یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشم (کا کفن) لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں:

اُخْرُجِیْ رَاضِیَةً مَرْضِیَّةً عَنْکِ اِلٰی رَوْحِ اللّٰهِ وَرَیْحَانٍ، وَرَبِّ غَیْرِ غَضْبَانَ . ❶

''(اے پاک روح) اللہ تعالیٰ کی رحمت، جنت کی خوشبو اور اپنے خوش ہونے والے رب کی طرف نکل چل، اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔''

ابن ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

اُخْرُجِیْ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الطَّیِّبَةُ، کَانَتْ فِی الْجَسَدِ الطَّیِّبِ، اُخْرُجِیْ! حَمِیْدَةً وَّاَبْشِرِیْ بِرَوْحٍ وَرَیْحَانٍ وَرَبٍّ غَیْرِ غَضْبَانَ . ❷

''اے پاک روح! تو جس پاک جسم میں تھی (اس سے) نکل آ، اس حال میں کہ تو تعریف کے لائق ہے، اور تو خوش ہو جا (اللہ کی) رحمت کے ساتھ (جنت کی) خوشبو کے ساتھ اور (تیرا) رب تجھ سے ناراض نہیں۔''

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

---

❶ مستدرك حاكم كتاب الجنائز: ١/ ٣٥٤ امام حاکم اپنے محدثانہ انداز میں فرماتے ہیں: هذه الاسانيد كلها صحيحة۔

❷ ابن ماجه، ابواب الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له، رقم: ٤٢٦٢ الشیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

اَیَّتُهَا النَّفْسُ الطَّیِّبَةُ! اُخْرُجِیْ اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ . ❶

''اے پاک روح! اللہ کی مغفرت اور رضا مندی کی طرف نکل چل۔''

الشیخ عبدالحق الحقانی فرماتے ہیں:

یہ بات بوقت مرگ بھی نیکوں سے پیش آتی ہے، کیوں کہ یہ بھی قیامت صغریٰ ہے، رحمت کے فرشتے نہایت مہربانی سے کہتے ہیں، کہ اے روح، اطمینان والی! چل اپنے رب کی طرف، اس ویرانہ دنیا کو چھوڑ کر، تو اس سے خوش وہ تجھ سے خوش۔ تیرے لیے وہاں بڑی تیاریاں ہیں۔ احادیث صحیح میں اس کی بکثرت تصریح ہے۔ ❷

امام ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴾ قال هذا عند الموت ﴿فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴾ قال هذا یوم القیمة ❸

﴿ اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴾ یہ موت کے وقت کہا جائے گا جب کہ ﴿ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴾ یہ قیامت کے دن کہا جائے گا۔

اسامہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ سے یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بشرت بالجنة عند الموت، ویوم الجمع وعند البعث.

''جنت کی یہ بشارت موت کے وقت بھی دی جائے گی اور اکٹھا کیے جانے کے دن اور اٹھاتے وقت بھی۔'' ❹

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو روحیں سکون اور اطمینان والی ہیں، پاک اور ثابت ہیں، حق کی ساتھی ہیں، ان سے موت کے وقت اور قبر سے اٹھنے کے وقت کہا جائے گا کہ تو اپنے رب کی طرف، اور اس کے

---

❶ مسند احمد: ٤/ ٢٨٨ طبع قدیم

❷ تفسیر حقانی: ٨/ ١٣٢

❸ تفسیر الطبری جز: ٣٠، ص: ٢٠٩ طبع جدید

❹ ایضاً

پڑوس کی طرف، اس کے ثواب اور اجر کی طرف، اس کی جنت اور رضامندی کی طرف لوٹ چل، یہ خدا سے خوش ہیں اور خدا اس سے راضی ہے، اور اتنا دے گا کہ یہ بھی خوش ہو جائے گا اور میرے خاص بندوں میں آ جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ ❶

سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ بات اس سے موت کے وقت بھی کہی جائے گا اور قیامت کے روز بھی کہی جائے گی جب وہ دوبارہ اٹھ کر میدانِ حشر کی طرف چلے گا، اس وقت بھی کہی جائے گی۔ اور جب اللہ کی عدالت میں پیشی کا موقعہ آئے گا، اس وقت بھی کہی جائے گی۔ ہر مرحلے پر اسے اطمینان دلایا جائے گا کہ وہ اللہ کی رحمت کی طرف جا رہا ہے۔ ❷

سید احمد حسن محمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اچھے لوگوں کو قبض روح اور دفن اور قبر سے اٹھنے کے وقت اور قیامت کے دن فرشتے نجات کی خوشخبری دیں گے۔ ❸

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ کے بندے مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتے ہیں یا حشر ونشر کے بعد ان کو داخل کیا جائے گا؟

سچی سیدھی اور صاف بات تو یہی ہے کہ جس وقت انسان کا اس دنیا سے تعلق منقطع ہوتا ہے، اس وقت جنت کی خوشخبری اس کو سنائی جائے گی۔ اس دنیا سے جونہی انسان کا تعلق منقطع ہوتا ہے تو وہ فوراً عالم آخرت میں چلا جاتا ہے۔ اور آخرت میں انسان کے لیے دو ہی مقامات ہیں، ایک کا نام جنت ہے اور دوسرے کا نام جہنم ہے۔ اس لیے یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ یہاں سے رخصت ہوتے ہی اہل دوزخ کا تعلق اہل دوزخ سے، اور اہل جنت کا تعلق اہل جنت سے قائم ہو جاتا ہے، اگرچہ مکمل داخلہ جو قیامت کے بعد بدن کے ساتھ الحاق کے بعد ہوگا اس کو کہا جائے گا۔

---

❶ تفسیر ابن کثیر اردو: ٥/ ٦٣٦

❷ تفہیم القرآن: ٦/ ٣٣٤

❸ احسن التفاسیر: ٧/ ٢٩٩

یاد رہے کہ آخرت کی کسی بات کی مکمل تفہیم اسی وقت ہوگی جب معاملہ پیش آئے گا، کیوں کہ یہ چیز دنیا میں مشاہدہ میں آنے والی نہیں بلکہ یہ معاملہ خالصتاً ایمان بالغیب کا ہے جس پر کسی طرح کی بحث ممکن ہی نہیں۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں:

فان قلت متی یقال لها ذلک؟ قلت اما عند الموت، واما عند البعث، واما عند دخول الجنة. ❶

''پھر اگر تو کہے کہ یہ بات اس کے لیے کب کہی جاتی ہے؟ تو میں جواب دوں گا کہ موت کے وقت اور قبروں سے اٹھتے وقت اور جنت میں داخل ہوتے وقت۔''

تفسیر درمنثور اور جامع البیان میں ہے کہ:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی نے آیت ﴿یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ﴾ کی تلاوت کی، تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کتنا اچھا (قول) ہے، اے اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبکر! عنقریب فرشتہ یہ (قول) تیرے لیے موت کے وقت کہے گا۔ ❷

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ بات اسے موت کے وقت بھی کہی جائے گی۔ میدان محشر میں، قبروں سے اٹھنے اور میدان محشر کی طرف چلتے وقت بھی کہی جائے گی، اور عدالت الٰہی میں فیصلہ کے بعد بھی کہی جائے گی، گویا ہر مرحلے پر اسے یہ اطمینان دیا جائے گا کہ وہ اللہ کے فرمانبردار بندوں میں شامل ہے اور جنت کا مستحق ہے۔ ❸

ڈاکٹر محمد لقمان السلفی بھی اسی طرح لکھتے ہیں کہ: یہ بات نفس سے موت کے وقت اور

---

❶ تفسیر الکشاف: ٤/ ٧٥٢ بیروت

❷ تفسیر در منثور: ٨/ ٤٧٠، الطبری، ج: ٣٠، ص: ٢٠٩

❸ تیسیر القرآن: ٤/ ٦٤١

قیامت کے دن کہی جائے گی۔ ❶

یاد رہے کہ یہ خطاب مومنوں کے لیے، جب کہ کافروں کے لیے موت کے وقت جو بات کہی جائے گی وہ اس کے الٹ ہے۔ مثلاً سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ فرشتے کافر کو موت کے وقت کہتے ہیں:

اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ، اُخْرُجِيْ اِلٰى سَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَغَضَبٍ .

''اے خبیث روح! اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غصے کی طرف چل نکل۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں ہے:

اُخْرُجِيْ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيْثِ، اُخْرُجِيْ ذَمِيْمَةً وَاَبْشِرِيْ بِحَمِيْمٍ وَّغَسَّاقٍ وَاٰخَرَ مِنْ شَكْلِهٖ اَزْوَاجٍ

''اے خبیث روح! نکل (اس جسم سے)، تو خبیث جسم میں تھی، نکل (اس جسم سے) ذلیل ہو کر، اور بشارت ہو تجھے کھولتے ہوئے پانی کی، پیپ کی، اور بعض دوسرے عذابوں کی۔'' ❷

---

❶ تیسیر الرحمن: ۲/ ۱۷۳۸

❷ یہ احادیث پیچھے گزر چکی ہیں۔

باب سوم:

عذاب قبر احادیث کی روشنی میں

عذاب قبر کے متعلق بہت ساری احادیث رسول اللہ ﷺ سے مروی ہیں جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے، مثلاً سیدہ عائشہ، ابو ہریرہ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، انس بن مالک، ابوسعید الخذری، براء بن عازب، زید بن ثابت، اسماء بنت ابی بکر صدیق اور ہانی مولیٰ عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہم نے۔

ان احادیث کی تعداد تواتر کو پہنچ چکی ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں: **فاما احادیث عذاب القبر، ومسالة منكر ونكير، فكثيرة متواترة عن النبی** ﷺ ''یعنی عذاب قبر کی احادیث اور منکر ونکیر کے سوال (کی احادیث) نبی ﷺ سے کثرت اور تواتر کے ساتھ (مروی) ہیں۔''❶

علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقد تواترت الاخبار عن رسول الله ﷺ **فی ثبوت عذاب القبر ونعيمه** ''اور تحقیق رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر اور ثواب قبر کے ثبوت میں تواتر کے ساتھ احادیث ہیں۔''❷

یہاں ہم صرف وہی احادیث نقل کریں گے جن پر منکر عذاب قبر فاضل صاحب نے اپنے ۳۶ صفحات کے کتابچے میں اعتراضات کیے ہیں، البتہ اگر کوئی شخص ان تمام احادیث سے آگاہی چاہتا ہو تو وہ درج ذیل کتب دیکھ لے، احادیث وتفاسیر کی تمام کتب، اس کے علاوہ **التذكرة فی احوال الموتی وامور الاخرة للقرطبی، اثبات عذاب**

---

❶ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ٤/ ٢٨٥

❷ شرح عقیدہ الطحاویة: ٤٥٠

القبر وسؤال الملكين للبيهقي، شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور للسيوطي، احوال القبور واحوال اهلها الی النشور لابن رجب، کتاب الروح لابن قیم ۔

حدیث نمبر ①

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَیْنِ فَقَالَ: « اِنَّهُمَا لَیُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ، اَمَّا اَحَدُهُمَا فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَةِ » ثُمَّ اَخَذَ جَرِیْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا نِصْفَیْنِ، فَغَرَزَ فِیْ کُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةٍ. قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا؟ قَالَ: «لَعَلَّهُ یُخَفِّفُ عَنْهُمَا مَالَمْ یَیْبَسَا » ❶

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ ان دونوں قبروں والوں کو عذاب دیا جارہا ہے، اور کسی بڑے گناہ پر نہیں ۔ ایک تو ان میں پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کیا کرتا تھا، پھر آپ نے ایک ہری ٹہنی لے کر اس کے بیچ سے دو ٹکڑے کیے اور ہر قبر پر ایک ٹکڑا گاڑ دیا، لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: ''شاید جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں ان پر عذاب میں کچھ تخفیف رہے۔''

اعتراض ①: محمد فاضل صاحب اس حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث کئی لحاظ سے قرآن کے صریح خلاف ہے۔

قرآن میں عذاب قبر کا کہیں بھی اشارہ نہیں ۔ ❷

---

❶ بخاری کتاب الوضوء باب ما جاء فی غسل البول، رقم: ۲۱۸

❷ عذاب قبر: ۲٦

جواب: گزارش ہے کہ یہ حدیث کسی بھی لحاظ سے قرآن مجید کے خلاف نہیں، قرآنِ مجید نے تو عذاب قبر کے برحق ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

ہم آپ سے انتہائی ہمدردی کے ساتھ یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ بقول آپ کے۔ قرآن میں عذاب قبر کا کہیں بھی اشارہ نہیں، اس کی کیا وجہ ہے کہ ہمیں تو قرآن مجید میں عذاب قبر کی طرف کیے گئے اشارات مل گئے مگر آپ کو وہ نظر نہ آئے۔ یاد رکھیں کہ اگر کسی خبر کے متعلق نفی اور اثبات دونوں اکٹھے ہو جائیں تو اس صورت میں اثبات مقدم ہوتا ہے، مثلاً عمرو نے کہا کہ زید نے فلاں کام کیا ہے، جب کہ بکر اس کی نفی کرتا ہے، تو ایسی صورت میں عمرو کی بات کو ترجیح دی جائے گی، کیوں کہ بکر نے تو اپنے علم کے مطابق نفی کی ہے۔ فافهم وتدبر

یہاں بھی آپ کی طرف سے ہونے والی نفی پر ہمارا اثبات مقدم ہے۔ ان شاء الله

اگر آپ برا محسوس نہ کریں تو ہم آپ سے پوچھ سکتے ہیں کہ ذرا یہ تو بتائیں۔

کیا آپ نے مکمل قرآنِ مجید پڑھا بھی ہے؟

اگر پڑھا ہے تو کیا کسی مستند عالم دین سے پڑھا ہے؟

کیا آپ نے قرآنِ مجید کے اس مفہوم کو سمجھا ہے جو نبی پاک ﷺ نے صحابہ کرام کو سمجھایا تھا؟

کیا آپ کسی مستند دلیل سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ نبی پاک، صحابہ کرام اور دوسرے سلف صالحین نے بھی یہ کہا ہو کہ عذابِ قبر کا ذکر قرآنِ مجید میں نہیں ہے؟

میں مانتا ہوں کہ آپ کو اور آپ کے حواریوں کو قرآنِ مجید سے عذاب قبر کا اشارہ نہ ملا ہو، مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ آپ اپنی کم علمی کی بنا پر یہ نعرے لگاتے پھریں کہ قرآن میں عذاب قبر کا ذکر نہیں ہے۔

اعتراض ②: وحی غیر متلو کی بات بھی نہیں کہی جا سکتی، کیوں کہ وہی غیر متلو کے ذریعے وحی متلو (قرآن) کے احکام پر عمل کرنے کے طریقے بتلائے اور سکھائے گئے ہیں۔ ❶

جواب: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ شکر ہے کہ آپ نے حدیث کو وحی غیر متلو تو تسلیم کیا، اب جب کہ آپ نے حدیث رسول کو وحی غیر متلو تسلیم کر لیا ہے تو عذاب قبر کو بھی تسلیم کر لیں،

---

❶ ایضاً

کیوں کہ عذابِ قبر تو وحی متلو اور وحی غیر متلو دونوں سے ثابت ہے۔

کیا آپ اپنے اس دعوے کی کوئی ایک آیت یا حدیث دکھا سکتے ہیں جس میں یہ ہو کہ وحی غیر متلو کے ذریعے وحی متلو کے احکامات پر صرف عمل کرنے کے طریقے بتائے اور سکھلائے جاتے ہیں اور بس؟

کیا وحی غیر متلو کے ذریعے سے وحی متلو کے مجمل کی تفسیر نہیں کی جا سکتی؟ اگر نہیں تو کیوں؟ نیز اگر کسی مکمل مسئلہ یا اس کے کسی جز کے بارے میں وحی متلو خاموش اور وحی غیر متلو اسے بیان کر دے، تو کیا آپ اس کے بھی منکر ہوں گے؟ ذرا سوچیں کہ آپ کے یہ تمام الٹے سیدھے اعتراضات کہیں براہ راست خالق کائنات پر تو نہیں ہو رہے۔

یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے، اس کے فیصلوں پر ہم راضی ہیں، وہ اپنے نبی کو کوئی مسئلہ وحی متلو کے ذریعے سے بتا دے، یا وحی غیر متلو کے ذریعے سے بتا دے، ہمیں یہ حق حاصل نہیں کہ اس کے فیصلو پر اعتراض کریں۔ آپ کو یہ کس نے کہا کہ وحی غیر متلو کے ذریعے سے وحی متلو کے احکام پر عمل کرنے کے صرف طریقے ہی بتائے جاتے ہیں۔ کیا یہ بات وحی متلو نے بیان کی ہے؟ وحی متلو تو بار بار اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ تمام مسائل میں۔ خواہ ان کا تعلق عقائد سے ہو یا عبادات اور معاملات سے ہو، وحی غیر متلو کی اطاعت کرو:

﴿ وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [1]

''اور تمہیں جو کچھ بھی رسول دے، پس اسے لے لو، اور جس سے روکے پس (اس سے) رک جاؤ، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔''

اعتراض ③: یہ ٹہنیاں جب تک ہری رہیں گی، تسبیح کرتی رہیں گی، کی بات قرآن کے صریح خلاف ہے، کیوں کہ قرآن میں تو ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی تسبیح، تعریف اور پاکی بیان کرنے میں ہر آن مصروف ہے۔ [2] ان سے قبر کی مٹی کے تمام ذرات کا ہر آن مصروف تسبیح

---

[1] ٥٩/ الحشر: ٧

[2] بنی اسرائیل: ٤٤، الحدید: ١، الصف: ١، الجمعة: ١، التغابن: ١

وتعریف و پاکی بیان کرتے رہنا قطعی ثابت ہے، اس لیے نبی ﷺ جن پر قرآن نازل ہوا ہے وہ قرآن کے صریح خلاف ہرگز کوئی بات نہیں فرما سکتے۔ [1]

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وحی کے ذریعے سے بتایا کہ جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں گی، ان سے عذاب میں تخفیف رہے گی، یعنی عذاب کے ہلکا رہنے کی مدت ٹہنیوں کا ہری رہنا ہے، یہ ہے حدیث کا صحیح مفہوم۔ مگر فاضل صاحب کیا لکھتے ہیں کہ ''جب تک یہ ٹہنیاں ہری رہیں گی، تسبیح کرتی رہیں گی، جس کی وجہ سے قبر والوں کے عذاب میں کمی رہے گی۔''

اس عبارت میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ الفاظ فاضل صاحب کے خود ساختہ ہیں، حدیث کے الفاظ اس طرح نہیں ہیں، اور پھر خاص کر تسبیح کی بات، یہ تو شارحین حدیث کا قول ہے، حدیث نہیں۔ اگر ہو بہو اسی طرح حدیث کے الفاظ ہیں تو پھر فاضل صاحب حوالہ پیش کریں، جب کہ آپ نے تو اپنے پورے کتابچہ میں کہیں بھی حوالہ دینے کی زحمت نہیں اٹھائی، اور یہ سب اس لیے کہ اس سے ان کا خود ساختہ مفہوم نہیں نکلتا تھا۔ اپنے پاس سے الفاظ گھڑ کر لکھتے گئے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ فاضل صاحب کی عبارت پر دوبارہ غور کریں، لکھتے ہیں: جب تک یہ ٹہنیاں ہری رہیں گی، تسبیح کرتی رہیں گی۔ اس عبارت میں خشک ٹہنیوں کے تسبیح نہ کرنے کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے خشک ٹہنیوں کے تسبیح کرنے کی نفی کی ہو۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر فرض کیا اس عبارت کو حدیث کے الفاظ مان بھی لیں تو پھر بھی اس کا مفہوم وہ نہیں بنتا جو فاضل صاحب نے بیان کیا ہے، اس میں تو صرف خبر دی گئی ہے کہ ان ہری ٹہنیوں کی تسبیح سے عذاب میں کمی رہے گی دیگر ہری یا خشک ٹہنیوں کی تسبیح سے عذاب میں کمی نہیں ہوگی۔

اعتراض ④: عذابِ قبر کا معاملہ غیب کا ہے اور غیب کا علم رسول اللہ ﷺ کو بغیر وحی کے،

---

[1] عذاب قبر: ٢٦

ذاتی طور پر نہیں ہوسکتا، چناں چہ آپ کے عالم الغیب ہونے کی قطعی نفی وتردید خود آپ کی زبانی قرآن میں موجود ہے۔ [1]

جواب: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ آپ نے عذابِ قبر کو تسلیم کیا۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ عذاب قبر کا تعلق غیب سے ہے، اس میں اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ غیب کے معاملات اللہ تعالیٰ کے علاوہ ذاتی طور پر کوئی نہیں جانتا، ہاں اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے سے اگر کسی کو اس پر مطلع کر دے تو یہ الگ بات ہے۔

عالم برزخ کا تعلق بھی امورِ غیب سے ہے، اس میں پیش آنے والے حالات جتنے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وحی کے ذریعے بتائے ہیں، آپ نے وہ اسی طرح امت تک پہنچا دیے ہیں، اپنی طرف سے ان میں ایک ذرہ برابر بھی کوئی کمی بیشی نہیں کی، لہٰذا امت پر واجب ہے کہ وہ ان تمام خبروں پر ایمان رکھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وحی کے ذریعے سے بتا دی ہیں۔

جنت اور دوزخ کی خبروں کا تعلق بھی غیب سے ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو وحی کے ذریعے بتائیں، ایسے ہی قبر کے معاملات ہیں۔ اگر آپ کے اعتراض کو مدِنظر رکھیں تو قرآن بھی محفوظ نہیں رہے گا۔ کیا اسی اعتراض کی بنا پر آپ قرآن کے بھی منکر بنیں گے؟

اعتراض ⑤: پیشاب سے عدم احتیاط کے معاملے میں نہ صرف قرآن خاموش ہے بلکہ احادیث بھی خاموش ہیں اس لیے یہ معاملہ محلِ غور ہی نہیں بلکہ محلِ نظر بھی ہے۔ [2]

جواب: جس چیز کے متعلق قرآن خاموش ہو کیا آپ اس کا محض اس لیے انکار کریں گے کہ اس کے متعلق قرآن خاموش ہے؟ غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ

---

[1] ایضاً

[2] عذابِ قبر: ۲۷

رَّحِيمٌ ﴾ ❶

''آپ ان سے کہہ دیجیے! کہ جو وحی میری طرف آئی ہے اس میں تو میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جو کھانے والے پر حرام کی گئی ہو، مگر یہ کہ وہ مردار ہو، یا خون ہو بہایا ہوا، یا خنزیر کا گوشت ہو، کیوں کہ وہ ناپاک ہے، یا فسق ہو کہ وہ چیز اللہ کے سوا کسی اور کے نام سے مشہور کر دی گئی ہو، پس جو شخص مجبور ہو جائے درآنحالیکہ وہ نہ تو (اللہ کے قانون کا) باغی ہو، اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا ہو، پس بے شک تیرا رب بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔''

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ اعلان کر دیں کہ میرے پاس جو قرآنِ مجید کی وحی ہے اس میں تو میں صرف یہ چیزیں حرام پاتا ہوں، مردار، بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت، اور جو چیز غیر اللہ کے لیے مشہور کر دی جائے۔

اب آپ خود غور کریں! کہ ان چار چیزوں کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں ایسی ہیں جو یقیناً فاضل صاحب کے نزدیک بھی حرام ہیں، مثلاً کتا، بلی، بھیڑیا، شیر، سانپ، بچھو، پیشاب، پاخانہ، آپ کے قانون کے مطابق تو یہ بھی حلال بنتی ہیں، کیوں کہ ان کی حرمت کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ ان کے متعلق قرآن ویسے ہی خاموش ہے جیسے پیشاب سے عدم احتیاط کے بارے میں خاموش ہے۔ **فَفْهَمْ وَتَدَبَّرْ**

آپ کا یہ کہنا بھی مبنی بر جہالت ہے کہ پیشاب سے عدم احتیاط کے بارے احادیث خاموش ہیں۔ اس لیے کہ احادیث میں تو پیشاب سے عدم احتیاط کرنے والے کے لیے عذاب قبر کی بشارت ہے۔ ذیل میں چند احادیث پیش خدمت ہیں۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَنَةَ قَالَ: انْطَلَقْتُ اَنَا وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ وَمَعَهُ دَرَقَةٌ ثُمَّ اسْتَتَرَ بِهَا، ثُمَّ بَالَ، فَقُلْنَا: انْظُرُوْا اِلَيْهِ يَبُوْلُ كَمَا تَبُوْلُ الْمَرْاَةُ: فَسَمِعَ ذٰلِكَ فَقَالَ:

---

❶ ٦/ الانعام: ١٤٥

((اَلَـمْ تَعْلَمُوْا مَا لَقِيَ صَاحِبُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ؟ كَانُوْا اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَطَعُوْا مَا اَصَابَهُ الْبَوْلُ مِنْهُمْ، فَنَهَاهُمْ، فَعُذِّبَ فِيْ قَبْرِهٖ)) ❶

''سیدنا عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور عمرو بن عاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، آپ نکلے اور ایک ڈھال سی۔ جو آپ کے ساتھ تھی۔ کی آڑ کر کے پیشاب کرنے لگے، ہم نے کہا کہ دیکھو آپ ایسے پیشاب کرتے ہیں جیسے عورت پیشاب کرتی ہے، آپ نے یہ سن کر فرمایا: ''کیا تم نہیں جانتے جو حال بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ہوا تھا۔ ان (بنی اسرائیل) میں سے جب کسی کو پیشاب لگ جاتا تو وہ اس مقام کو کاٹ ڈالتے تھے، اس شخص نے انھیں اس سے منع کیا تو اسے قبر میں عذاب دیا گیا۔''

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((اَكْثَرُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ)) ❷

''سیدنا ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔''

اعتراض ⑨: چغلی پر جو عذاب دیا جائے گا اس کا ذکر تو قرآن میں موجود ہے، ملحوظ رہے کہ یہ عذاب حشر کے دن فیصلے بعد آخرت میں دیا جائے گا قبر یا برزخ میں نہیں؟ ❸

جواب: آپ کتاب وسنت سے اپنے اس باطل دعویٰ کی دلیل پیش کر کے ثابت کریں کہ چغل خور کو برزخ میں عذاب نہیں ہوگا۔

گزشتہ سطور میں ہم یہ بتا چکے ہیں کہ اشد العذاب تو فیصلے کے بعد ہی قیامت والے دن ہوگا مگر ادنیٰ عذاب یہاں دنیا اور برزخ میں مجرموں کو دینا اللہ تعالیٰ کا قانون ہے۔

---

❶ ابوداؤد، کتاب الطهارة، باب الاستبراء من البول، رقم: ٢٢ الشیخ البانی اس کے موقوف ہونے کو صحیح بتلاتے ہیں۔

❷ ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب التشدید فی البول، رقم: ٣٤٨ الشیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

❸ عذاب قبر: ٢٧

﴿ وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ❶

''اور ہم انھیں (قیامت کے) بڑے عذاب سے پہلے ہلکے عذاب کا مزہ بھی ضرور چکھائیں گے، شاید وہ (اپنی روش سے) باز آ جائیں۔''

اعتراض ⑦: خارجی امور سے اللہ کے مقرر کردہ عذاب میں کمی یا تخفیف ہونے کی بات دراصل اللہ کی فرمانروائی قدرت واختیار کے ناقص وکمزور ہونے پر دال ہے، اس لیے یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے۔ ❷

جواب: جواب سے پہلے میں فاضل صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ ہر اعتراض کے آخر میں جو یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث من گھڑت ہے، جھوٹی ہے، برائے مہربانی جس راوی نے یہ حدیث گھڑی ہے اس کا کوئی اتہ پتا بھی بتا دیا کریں۔ اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ فلاں راوی نے یہ حدیث گھڑی ہے تو یہ آپ کا امت پر احسان ہوگا۔

کیا آپ امام بخاری، امام مسلم، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی وغیرہم من المحدثین رحمہم اللہ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ انھوں نے یہ حدیث گھڑی ہوگی؟ اگر آپ کے دماغ میں کسی شیطان نے یہ بات ڈال دی ہے تو پہلے اپنے دماغ کا علاج کروائیں، پھر محدثین کرام کے حالات پڑھیں، آپ کو پتہ چلے گا کہ ان لوگوں نے حدیث کے لیے کتنی محنتیں کیں ہیں۔

اب آتے ہیں آپ کے اعتراض کی طرف۔ تو گزارش ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ خود ہی کسی خارجی امر سے عذاب میں کمی یا تخفیف کر دے تو اس بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہوگا؟

اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کسی کو سزا دلوا سکتا ہے تو سزا میں کمی بھی کروا سکتا ہے، وہ ﴿ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴾ ''جو چاہے اسے کر گزرے'' ہے، اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے، اپنے بندوں سے جو چاہے کروا سکتا ہے، بندے تو اس کے حکم کے پابند ہیں، ہمارا یہ ایمان ہے کہ

---

❶ ۳۲/ السجدة: ۲۱

❷ عذابِ قبر، ص: ۲۷

نبی ﷺ نے یہ کام اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس کے حکم سے ہی کیا ہے۔ ﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴾

حدیث نمبر ②

عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ اَبُوْسَعِيْدٍ: وَلَمْ اَشْهَدْهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، وَلٰكِنْ حَدَّثَنِيْهِ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ فِىْ حَائِطٍ لِبَنِيْ النَّجَّارِ، عَلٰى بَغْلَةٍ لَهُ، وَنَحْنُ مَعَهُ، اِذْ حَادَتْ بِهٖ، فَكَادَتْ تُلْقِيْهِ، وَاِذَا اَقْبُرٌ سِتَّةٌ اَوْ خَمْسَةٌ اَوْ اَرْبَعَةٌ. قَالَ: كَذَا كَانَ يَقُوْلُ الْجَرِيْرِيُّ. فَقَالَ: «مَنْ يَّعْرِفُ اَصْحَابَ هٰذِهِ الْاَقْبُرِ؟» فَقَالَ رَجُلٌ: اَنَا. قَالَ: «فَمَتٰى مَاتَ هٰؤُلَآءِ؟» قَالَ: مَاتُوْا فِى الْاِشْرَاكِ. فَقَالَ: «اِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ تُبْتَلٰى فِىْ قُبُوْرِهَا، فَلَوْلَا اَنْ لَّا تَدَافَنُوْا، لَدَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِىْ اَسْمَعُ مِنْهُ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ: «تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ» فَقَالُوْا: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ. فَقَالَ: «تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ» فَقَالُوْا: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَقَالَ: «تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ، مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ» قَالُوْا: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ، مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ. قَالَ: «تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ» قَالُوْا: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ. [1]

---

[1] مسلم، کتاب الجنة ونعیمها، باب عرض المقعد علی المیت وعذاب القبر، رقم: ۷۲۱۳

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خود نہیں سنی، بلکہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سنی ہے وہ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے باغ میں ایک خچر پر جا رہے تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے، اتنے میں وہ خچر بھڑکا، پس قریب تھا کہ وہ آپ کو گرا دے، وہاں پر چھ یا پانچ یا چار قبریں تھیں، آپ نے فرمایا: ''کوئی جانتا ہے کہ یہ قبریں کن کن کی ہیں؟ پس ایک شخص نے کہا میں جانتا ہوں، آپ نے فرمایا: ''کہ یہ کب مرے تھے؟ اس آدمی نے کہا شرک کے زمانے میں۔ آپ نے فرمایا: ''کہ قبروں میں اس امت کا امتحان ہوگا، پس اگر (اس بات کا ڈر) نہ ہوتا کہ تم مردے دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی قبر کا عذاب سنا دے جو (اس وقت) میں سن رہا ہوں، پھر آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''کہ آگ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔'' صحابہ نے کہا: کہ ہم پناہ مانگتے ہیں آگ کے عذاب سے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''کہ قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو، انھوں نے کہا: ہم قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: ''کہ چھپے اور ظاہر فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہ نے کہا: ہم چھپے اور ظاہر فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگو۔'' صحابہ نے کہا: ہم دجال کے فتنے سے بھی اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اعتراض ①: فاضل صاحب نے صحیح مسلم کی اس حدیث کو بھی اعتراضات سے نہیں چھوڑا، کہتے ہیں: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر والوں پر عذاب ہونے کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کو نبی سے پہلے ہوا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے رسول کی اس سے زیادہ کچھ اور توہین ہو سکتی ہے؟ [1]

جواب: ①...... فاضل صاحب! میں نے مکمل حدیث مع عربی متن کے بیان کر دی ہے، آپ اس میں ہمیں یہ دکھا دیں کہ خچر کو عذاب قبر کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو گیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم بعد میں ہوا، ﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ﴾

---

① عذاب قبر: ٢٧

②...... انسانی فطرت ہے کہ اگر اسے بغیر طلب کے ہی کوئی مسئلہ بتا دیا جائے تو وہ اسے اتنی اہمیت نہیں دیتا جتنی اہمیت اس مسئلہ کو دیتا ہے جس کی اسے طلب ہو۔ خچر کے بدکنے کو دیکھ کر ظاہری بات ہے کہ صحابہ کرام میں یہ تڑپ پیدا ہوئی ہوگی، کہ معلوم تو کریں خچر نے آپ کے ساتھ ایسی حرکت کیوں کی ہے؟ لہٰذا آپ نے جب صحابہ کی تڑپ کو دیکھا تو بتا دیا۔

③...... قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

﴿ وَ تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ○ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَا اذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ○ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ○ وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ○ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ○ ﴾ ❶

"(پھر ایک موقعہ پر) سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہنے لگے: کیا بات ہے مجھے ہدہد نظر نہیں آ رہا، کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟ (ایسی بات ہوئی) تو میں اسے سخت سزا دوں گا، یا اسے ذبح کر ڈالوں گا، یا وہ میرے سامنے کوئی معقول وجہ پیش کرے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ (ہدہد آ گیا اور) کہنے لگا: میں نے وہ کچھ معلوم کیا ہے جو ابھی تک آپ کو معلوم نہیں۔ میں سبا سے متعلق ایک یقینی خبر آپ کے پاس لایا ہوں، میں نے دیکھا کہ ایک عورت ان پر حکمرانی کرتی ہے، جسے سب کچھ عطا کیا گیا ہے اور اس کا تخت عظیم الشان ہے۔ میں نے (یہ بھی) دیکھا کہ وہ خود اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں، اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو آراستہ کر

---

❶ ۲۷/ النمل: ۲۰ تا ۲۵

کے انھیں راہ (حق) سے روک دیا ہے، لہٰذا وہ راہ (حق) نہیں پا رہے، اس اللہ کو سجدہ نہیں کرتے جو ان چیزوں کو نکالتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں پوشیدہ ہیں، اور وہ سب کچھ جانتا ہے جسے تم چھپاتے ہو اور جسے تم ظاہر کرتے ہو۔"

ان آیات میں واضح طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ اہل سبا پر ایک عورت کا حکمرانی کرنا اور سورج کی پرستش کرنے کا علم اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر جناب سلیمان علیہ السلام کو نہیں تھا بلکہ آپ سے پہلے ایک چھوٹے سے پرندے ہدہد کو ہوا، اور پھر یہ کہ اس پرندے نے بھری مجلس میں آ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے برملا طور پر کہا کہ مجھے ان باتوں کا علم ہے جن کا علم آپ کو نہیں۔

اب یہاں سوال یہ ہے کہ کیا ہدہد نے سلیمان علیہ السلام کے سامنے یہ بات کہہ کر آپ کی گستاخی کی ہے؟ اور کیا قرآنِ مجید نے یہ واقعہ بیان کر کے جناب سلیمان علیہ السلام کی (نعوذ باللہ) توہین کی ہے؟ یہاں جو جواب آپ کا ہوگا ہمارا بھی وہی جواب ہوگا۔

فاضل صاحب! کے تمام اعتراضات قرآنِ مجید پر ہو رہے ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کتاب وسنت پر اعتراض کر کے غیروں کے لیے چور دروازے کھول رہے ہیں؟

اعتراض ②: قبرستانوں میں عموماً جانور چرتے پھرتے ہیں لیکن کبھی یہ دیکھنے میں نہیں آیا کہ کوئی جانور بدک کر قبرستان سے بھاگ نکلا ہو۔ اس لیے یہ حدیث بھی گھڑی ہوئی ہے۔ [1]

جواب: ①...... ہمارے ہاں دیہاتوں میں بعض لوگ یوں کیا کرتے تھے، کہ اگر کوئی جانور مثلاً گھوڑا، گدھا، بیل وغیرہ تنگ کرتا تو وہ اسے قبرستان میں باندھ آتے، جس سے جانور کے پسینے چھوٹ جاتے۔ پوچھنے پر وہ لوگ اپنے علم کے مطابق جواب دیتے کہ قبرستان میں ہوائی چیزیں (جنات، بھوت) رہتی ہیں جو جانوروں کو ڈراتے ہیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں علم دیا، احادیث پڑھیں، تو پتہ چلا کہ قبرستان میں جانور جنات یا بھوتوں سے نہیں بلکہ قبر میں مردوں کو ہونے والے عذاب سے ڈرتے تھے جس کی وجہ سے ان کے پسینے چھوٹ جاتے تھے۔

②...... آپ نے دیکھا ہوگا کہ جن لوگوں کے گھر ائیر پورٹ، ریلوے لائن یا کسی

---

[1] ایضاً

جی ٹی روڈ کے قریب ہیں وہ مسلسل شور شرابہ سننے کی وجہ سے اس کے عادی ہو چکے ہیں، گویا ان کی شور سے دوستی ہو چکی ہے، لیکن اگر کوئی اجنبی شخص ان کے پاس مہمان چلا جائے تو اس بے چارے کو تو ساری رات نیند نہیں آتی، وہ پریشان ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ چند دن وہاں ٹھہرے تو وہ بھی ان کے ساتھ عادی بن جاتا ہے۔

خود میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، میں پہلے ایک گاؤں میں رہتا تھا، تعلیم کے سلسلے میں جب لاہور کا رخ کیا تو جہاں پر میں نے رہائش رکھی وہاں ساتھ ہی مارکیٹ تھی جس کے پاس سے ایک بڑا روڈ گزرتا تھا، جس پر مسلسل ٹریفک چلتی رہتی تھی، مجھے ابتدائی مہینوں میں بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑا، نیند نہ آتی، اگر آتی تو ذرا سا ہارن بجنے پر پھر آنکھ کھل جاتی، لیکن آہستہ آہستہ شہر میں رہ کر شور سننے کا عادی بن گیا، اب صورتِ حال یہ ہے کہ میری رہائش ایک جی ٹی روڈ کے بالکل قریب ہے، جہاں چوبیس گھنٹے ٹریفک کا ہجوم رہتا ہے، ہارن بجتے رہتے ہیں، کبھی کدھر سے گاڑی آرہی ہے، کبھی کدھر سے، مگر ہمیں اب کوئی پریشانی یا بے سکونی محسوس نہیں ہوتی، مہمان حضرات آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بڑی بہادری کی بات ہے کہ اتنے شور میں رہتے ہو، ہم کہتے ہیں کہ اب ہماری شور سے دوستی ہوگئی ہے۔ یہی حال جانوروں کا ہوتا ہے کہ وہ بھی قبرستانوں کے گردونواح میں رہ کر آوازیں سننے کے عادی بن جاتے ہیں، اس لیے وہ بدک کر قبرستانوں سے نہیں بھاگتے مگر جو جانور اجنبی ہوں، کبھی کبھی قبرستان کے پاس سے گزرتے ہوں وہ ڈر جاتے ہیں۔

ڈاکٹر ابو جابر حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

دنیا میں جانور بھی دو قسم کے ہیں، ایک وہ شہری جانور جو سڑک پر سائرن کی زبردست آواز سے بھی متحرک نہیں ہوتے۔ دوسرے تھرپارکر کے علاقے کے جانور جو دور سے کسی کار کی آواز سن کر ایسے بدحواس ہو کر اور گھبرا کر بھاگتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے، لہٰذا قبر کی آواز سے بھی ڈھیٹ قسم کے جانور تو نہیں بدکتے بلکہ یہ آوازیں ان کی روزمرہ کا معمول اور فطرت ثانیہ بن جاتی ہے، جب کہ حساس قسم کے جانور اس سے بدکتے ہیں۔ [1]

---

[1] ماہ نامہ "الحدیث" حضرو، شمارہ نمبر: ۱۸، ص: ٤٥

③......ممکن ہے بسا اوقات قبرستان میں جانور نہ بھی ڈرتے ہوں جس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں:

❀......اللہ تعالیٰ جانوروں کو بھی اہل قبور کی چیخ وپکار جب سنانا چاہے تو وہ سنتے ہیں ورنہ نہیں۔

❀......ضروری نہیں کہ ہر وقت ہی اہل قبور عذاب کی وجہ سے چیخ وپکار میں مبتلا رہیں، بسا اوقات اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں کمی بھی کرسکتا ہے۔

❀......ہم دیکھتے ہیں کہ کئی دفعہ انسان کو سزا دیتے وقت اس کا منہ وغیرہ بڑی سختی سے بند کردیا جاتا ہے تاکہ آواز ہی نہ نکلے۔ اب سزا اسے ملتی ہے، اس کی مار پٹائی ہوتی ہے، لیکن کوشش کے باوجود اس کی چیخ وپکار سنائی نہیں دیتی، یعنی چیخ وپکار سزا کے لیے ضروری نہیں۔

حدیث نمبر ③

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ حَدَّثَهُمْ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ، وَتَوَلّٰى عَنْهُ اَصْحَابُهٗ، اِنَّهٗ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ» وفى رواية مسلم «اِذَا انْصَرَفُوْا» [1]

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک بندہ جب اپنی قبر میں دفن کیا جاتا ہے، اور اس کے ساتھی واپس پلٹتے ہیں، تو وہ اپنے (پلٹنے والے) ساتھیوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔"

اعتراض ①: یہ حدیث قرآن کے قطعی خلاف ہے۔ کیوں کہ قرآن میں تو یہ ہے کہ مردہ زندوں کی پکار نہیں سن سکتا۔ [2]

جواب: حدیث میں صرف جوتوں کی آواز کا سننا آیا ہے، نہ کہ کسی کی پکار کا۔ آپ اعتراض کرنے سے پہلے کم از کم حدیث کو عربی عبارت سمیت اچھی طرح پڑھ تو لیا کریں۔

---

[1] بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جآء فی عذاب القبر، رقم: ۱۳۷۴۔ مسلم، کتاب الجنة ونعیمها، باب العرض المقعد علی المیت وعذاب القبر، رقم: ۷۲۱۷

[2] ایضاً

عام حالات میں مردہ زندوں کی آواز، پکار نہیں سن سکتا اور نہ ہی کسی زندہ میں اتنی ہمت ہے کہ وہ مردوں کو اپنی پکار سنا سکے۔ البتہ کسی خاص وقت میں اللہ تعالیٰ اگر مردے کو کسی کی آواز سنانا چاہے تو سنا سکتا ہے، اس کے لیے کوئی مشکل نہیں، مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ مردے کو ہر وقت اللہ تعالیٰ زندوں کی آواز و پکار سنائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسا کر سکتا ہے مگر وہ کرتا نہیں، کیوں کہ اس کا قانون ہے کہ جب کوئی شخص اس دنیا سے چلا گیا تو اس کے اس دنیا والوں سے رابطے منقطع ہو گئے۔

حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ ایک اصولی مسئلہ ہے کہ جو بات خلاف قیاس ہو وہ اپنے مورد میں بند رہتی ہے، یعنی جس محل میں وارد ہو گی اس سے دوسرے محل میں جاری نہ کی جائے گی، مثلاً نبی کے ہاتھ کوئی معجزہ ظاہر ہو تو اس سے یہ مطلب نہیں نکلتا کہ اب نبی کو کلی اختیار ہے، جس وقت چاہے، کوئی بات کرے، بلکہ جس وقت جو بات اللہ نے نبی کے ہاتھ پر اس قسم کی ظاہر کی وہ اسی محل میں سمجھی جائے گی۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

جب یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ جو بات خلاف قیاس ہو وہ مورد سماع میں بند رہے گی تو اب دیکھنا چاہیے کہ مردے کا سننا موافق قیاس ہے یا مخالف، ظاہر ہے کہ یہ مخالف قیاس ہے کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو مستغرق (یعنی گہری) نیند سو جائے وہ نہیں سنتا، حالاں کہ روح اندر موجود ہوتی ہے، تو مردہ کس طرح سن سکتا ہے؟ اگر مان لیا جائے کہ روح کو بدن کے ساتھ کچھ تعلق رہتا ہے تو بھی مردے کا سماع خلاف قیاس ہے اور عقل اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

جن احادیث میں سماع کا ذکر آیا ہے وہ اپنے اپنے محل پر بند رہیں گی، مثلاً اگر کسی صحیح حدیث میں آیا ہو کہ مردے سلام سنتے ہیں یا جواب دیتے ہیں تو بے شک سلام کا سننا یا جواب دینا ثابت ہو جائے گا نہ کہ تمام باتوں کا، خواہ وہ سلام سن کر جواب دیتے ہوں یا فرشتے ان کو

پہنچا دیتے ہوں۔ ❶

حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے جو چیز واضح ہوئی وہ یہ کہ اصولی طور پر مردے نہیں سنتے لیکن اگر کسی صحیح حدیث میں سماع کا ذکر آ جائے تو وہ اپنے محل پر بند رہے گا۔اس لیے کہ جو بات خلاف قیاس ہو وہ اپنے مورد میں ہی بند رہتی ہے۔

دوسری بات یہ کہ جوتوں کی آواز کے سننے کو ہم خلاف قرآن نہیں کہیں گے، بلکہ اسے عام اصول سے مستثنیٰ قرار دیں گے مثلاً عام اصول یہی ہے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے ملے جلے نطفے سے پیدا کیا، مگر عیسیٰ، آدم اور حوا کی پیدائش اس عام اصول کے خلاف نہ ہوگی، بلکہ اسے اس عام اصول سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا۔اس کی مزید وضاحت آگے آئے گی، ان شاء اللہ

اب آپ مذکورہ حدیث کے الفاظ پر غور کریں:

((اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ)) ''جب مردہ اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے۔'' مفہوم مخالف یہ بنا، کہ قبر میں دفن کرنے سے پہلے اسے کچھ سنائی نہیں دیتا، بیوی، بچے، عزیز واقارب دھاڑیں مار مار کر رو رہے ہوتے ہیں مگر مردے کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، اسے معلوم ہی نہیں کہ دنیا والے میرے ساتھ کیا کچھ کر رہے ہیں۔

((وَتَوَلّٰی عَنْہُ اَصْحَابُہٗ)) ''دفن کرنے کے بعد جب اس کے ساتھی واپس پلٹتے ہیں۔'' معلوم ہوا کہ جب تک ساتھی وہاں قبر پر کھڑے تھے، اس وقت تک تو آواز نہیں سن سکا، مگر جب چلنے لگے تو پھر ان کی آواز سنی اور آواز بھی کس چیز کی؟ فرمایا: ((قَرْعَ نِعَالِھِمْ)) ''اپنے ساتھیوں کے جوتوں کی آواز'' غور کریں کہ جب وہ لوگ اس کے پاس تھے، قبر پر کھڑے تھے، اس وقت اس میں اتنی قوت سماعت نہیں تھی کہ ان کی آوازوں کو سن سکتا مگر اب جب کہ وہ چلنے لگے تو معمولی سی قوت سماعت چند لمحوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے دے دی، تاکہ اسے پتہ چلے کہ تیرے وہ دوست یار جن کے ساتھ تو دنیا میں بڑا مست رہتا تھا، جن

---

❶ سماع موتیٰ، ص: ۲۲، تا ۲۴

کی محفلیں تجھے یادِ الٰہی سے غافل رکھتی تھی، دیکھ آج وہ تجھے اس اندھیر کوٹھڑی میں بند کر کے جارہے ہیں، نہ وہ تیری کسی پکار کو سن سکتے ہیں اور نہ ہی تو ان کی پکار کو سن سکتا ہے، وہ جارہے ہیں، اگر یقین نہیں آتا تو ان کے قدموں کی آہٹ تجھے سنا دیتا ہوں، پھر اللہ تعالیٰ چند لمحوں کے لیے، واپس جانے والے ساتھیوں کے جوتوں کی آواز سنا دیتا ہے، تاکہ اس کی حسرت وندامت میں مزید اضافہ ہو۔

چند لمحوں کے لیے جوتوں کی آواز کا سننا قرآن کے ہرگز خلاف نہیں، کیوں کہ قرآن کا خطاب عام ہے جب کہ یہ ایک خاص وقت میں، خاص ساتھیوں کی، خاص آواز، کا سننا ہے جو کہ اس عام سے مستثنیٰ ہے۔ قرآنِ مجید میں اس طرح کے کسی عام اصول سے کسی خاص چیز کے مستثنیٰ ہونے کی بکثرت دلیلیں موجود ہیں۔

مثلاً قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴾ ''ہلاک کیا گیا انسان وہ کیسا ناشکرا ہے۔'' ❶

اب یہاں سوال یہ ہے کہ کیا انبیاء کرام انسان تھے یا نہیں؟ اگر انسان تھے؟ تو کیا وہ بھی ناشکرے تھے؟ معلوم ہوا کہ یہاں عام انسانوں کی بات ہو رہی ہے مگر خاص انسان اس سے مستثنیٰ ہیں، حضرات انبیاء کرام کا صابر و شاکر ہونا قرآن کے اس مقام کے ہرگز خلاف نہیں۔

②...... ﴿ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ﴾ ❷

''اسے (انسان کو) اس (اللہ) نے کس چیز سے پیدا کیا؟ نطفے سے اس کو پیدا کیا، پھر اس کی تقدیر مقرر کی۔''

اب یہاں بھی آپ دیکھ لیں کہ فرمایا: انسان کو نطفے سے پیدا کیا، مگر آدم، حوا، عیسیٰ علیہم السلام اس عام حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

---

❶ ۸۰/ عبس: ۱۷

❷ ۸۰/ عبس: ۱۸، ۱۹

③......﴿ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۙ﴾ [1] ''پھر اس کے لیے راستہ آسان کر دیا۔''

مفسرین نے اس کے دو مفہوم بیان کیے ہیں۔

①......خیر اور شر کے راستے آسان کر دیے، مگر دیکھ لیں کہ اس کے باوجود خیر بڑی مشکل سے ملتی ہے، صحابہ کرام مثلاً سلیمان فارسی، صہیب رومی رضی اللہ عنہما وغیرہما نے خیر حاصل کرنے کے لیے کتنے کٹھن سفر کیے اور آج بھی یہی صورتِ حال ہے کہ خیر شر کے مقابلے میں مشکل سے ملتی ہے، مگر اللہ کا فرمان ہے کہ ہم نے آسان کر دی۔

②...... دوسرا مفہوم یہ کہ پیدائش کے وقت ماں کے پیٹ سے باہر آنے کے تمام راستے آسان کر دیے۔ مگر اس کے باوجود بے شمار بچے ہسپتالوں میں بڑے خطرناک آپریشن کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں، بسا اوقات بوقت پیدائش تکلیف کی وجہ سے موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔

④......﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴾ [2] ''یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔'' سورت المومنون میں فرمایا: ﴿ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ﴾ [3] ''برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔''

مگر بے شمار لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خوبصورت نہیں ہوتے، کوئی نہ کوئی عیب ضرور ہوتا ہے، مثلاً: اندھا پن، اپاہج، پاگل اور دیگر معذور و مفلوج لوگ۔

یہاں فاضل صاحب کا کیا جواب ہے؟ کیا یہاں بھی آپ حقیقت کے منکر ہوں گے؟

ابھی یہ چند مثالیں میں نے پیش کیں ہیں ورنہ اس طرح کی بے شمار امثلہ ایسی ہیں جو خود قرآن نے بیان کی ہیں، جہاں خطاب عام ہے مگر خاص اس سے مستثنیٰ ہیں۔ عربی کا مقولہ ہے القلیل کلمعدوم ''قلیل نہ ہونے کی طرح ہے۔''

مزے کی بات یہ کہ نہ صرف منکرین عذاب قبر بلکہ ان کے بڑوں کے جو اعتراضات

---

[1] ۸۰/ عبس: ۲۰

[2] ۹۵/ التین: ٤

[3] ۲۳/ المؤمنون: ١٤

حدیث نبوی ﷺ پر ہیں، ٹھیک وہی اعتراضات قرآنِ مجید بھی فٹ بیٹھتے ہیں اس کے باوجود ان کی غلط ذہنیت ٹھکانے نہیں آتی۔

آج یہ منکرین حدیث، احادیث نبویہ ﷺ پر اپنے بودے اعتراضات کر کے اسے مشکوک بنانے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہیں، کل دیکھنا یہی لوگ قرآنِ مجید پر بھی اعتراضات کریں گے۔ یہ لوگ احادیث نبویہ ﷺ پر اعتراضات کر کے براہِ راست کونین کے تاجدار ﷺ کی نبوت ورسالت کو داغ دار کرنے کی ناکام کوششوں میں لگے ہوئے ہیں اور غیر مسلموں کے لیے چور دروازے کھول رہے ہیں، اللہ پاک ان کے شر سے ہمیں محفوظ فرمائے، آمین۔

حدیث نمبر ④

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: «اَلْعَبْدُ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتُوُلِّیَ وَذَهَبَ اَصْحَابُهٗ. حَتّٰی اِنَّهٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ. اَتَاهُ مَلَكَانِ فَاَقْعَدَاهُ، فَیَقُوْلَانِ لَهٗ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ ﷺ؟ فَیَقُوْلُ: اَشْهَدُ اَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ. فَیُقَالُ انْظُرْ: اِلٰی مَقْعَدِکَ مِنَ النَّارِ، اَبْدَلَکَ اللّٰهُ بِهٖ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ » قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: «فَیَرَاهُمَا جَمِیْعًا وَاَمَّا الْكَافِرُ. اَوِ الْمُنَافِقِ. فَیَقُوْلُ: لَا اَدْرِیْ، كُنْتُ اَقُوْلُ مَا یَقُوْلُ النَّاسُ. فَیُقَالُ: لَا دَرَیْتَ، وَلَا تَلَیْتَ، ثُمَّ یُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِیْدٍ ضَرْبَةً بَیْنَ اُذُنَیْهِ، فَیَصِیْحُ صَیْحَةً یَسْمَعُهَا مَنْ یَلِیْهِ اِلَّا الثَّقَلَیْنِ» ❶

”سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”آدمی جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور دفن کر کے اس کے ساتھی پیٹھ موڑ کر رخصت ہوتے ہیں تو وہ ان کے

---

❶ بخاری، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع حفق النعال، رقم: ۱۳۳۸

جوتوں کی آواز سنتا ہے، پھر دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں: کہ اس شخص (یعنی) محمد ﷺ کے متعلق تمہارا کیا اعتقاد ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اس جواب پر اس سے کہا جاتا ہے: کہ دیکھ جہنم میں اپنے ٹھکانے کی طرف، اللہ تعالیٰ نے جنت میں تیرے لیے ایک مکان اس کے بدلے میں بنا دیا ہے۔'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کہ پھر اس بندہ مومن کو جنت اور جہنم دونوں دکھائی جاتی ہیں۔ اور رہا کافر یا منافق۔ تو اس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں، میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تھا، وہی میں بھی کہتا رہا، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے کچھ (کتاب وسنت کو) سمجھا اور نہ تو نے کچھ پڑھا، اس کے بعد اسے ایک لوہے کے ہتھوڑے کے ساتھ بڑے زور سے مارا جاتا ہے، اور وہ اتنے بھیانک طریقہ سے چیختا ہے کہ انسان اور جن کے سوا ارد گرد کی تمام مخلوق سنتی ہے۔''

اعتراض: فاضل صاحب نے صحیح بخاری کی اس حدیث کے الفاظ ((ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيْدٍ)) سے بدک کر اسے خلافِ قرآن قرار دے کر ٹھکرا دیا ہے۔ چناں چہ لکھتے ہیں:

''قبر میں مردے کو فرشتے گرز سے مارتے ہیں۔ حالاں کہ گرز سے مارنے کی بات صرف دوزخ کے لیے مخصوص ہے۔''[1]

جواب: حدیث میں ہے ((ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيْدٍ)) ''پھر اسے ایک لوہے کے ہتھوڑے سے مارا جاتا ہے۔''

قرآن کہتا ہے: ﴿وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ﴾ ''اور ان کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہیں۔''[2] اب اس میں خلافِ قرآن والی کون سی بات ہے، نیز یہ کہاں آیا ہے کہ لوہے کے گرز صرف دوزخ ہی میں مارنے کے لیے استعمال ہوں گے قبر میں نہیں؟ کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ لوہے کے گرزوں سے قبر میں بھی منکرین حق کی پٹائی ہو اور پھر جہنم میں بھی، یعنی

---

[1] عذابِ قبر: ۲۹

[2] ۲۲/الحج: ۲۱

دونوں مقامات پر لوہے کے گرزوں سے ان کو مارا جائے، کیوں کہ اس کی دلیل کتاب وسنت میں موجود ہے، جب کہ اس کی کوئی دلیل نہیں کہ قبر میں لوہے کی گرزوں سے نہیں مارا جائے گا۔

فاضل صاحب کے ان بے تکے اعتراضات کی جہاں اور بہت سی وجوہات ہیں، وہاں ایک وجہ ان کی جہالت بھی ہے کہ ہر بات بغیر سوچے سمجھے یہ کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں کہ یہ خلافِ قرآن ہے۔ یہ ہم آگے چل کر بتائیں گے کہ خلافِ قرآن کسے کہتے ہیں؟

حدیث نمبر ۵

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ «اِذَا قُبِرَ الْمَیِّتُ ...... اَوْ قَالَ اَحَدُكُمْ ...... اَتَاهُ مَلَكَانِ اَسْوَدَانِ اَزْرَقَانِ، یُقَالُ لِاَحَدِهِمَا: اَلْمُنْكَرُ، وَلِلْاٰخَرِ اَلنَّكِیْرُ، فَیَقُوْلَانِ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَیَقُوْلُ. مَا كَانَ یَقُوْلُ: هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، فَیَقُوْلَانِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْلُ هٰذَا. ثُمَّ یُفْسَحُ لَهُ فِیْ قَبْرِهٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فِیْ سَبْعِیْنَ، ثُمَّ یُنَوَّرُ لَهُ فِیْهِ، ثُمَّ یُقَالُ لَهُ: نَمْ. فَیَقُوْلُ: اَرْجِعُ اِلٰی اَهْلِیْ فَاُخْبِرُهُمْ؟ فَیَقُوْلَانِ: نَمْ كَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ الَّذِیْ لَا یُوْقِظُهُ اِلَّا اَحَبُّ اَهْلِهٖ اِلَیْهِ، حَتّٰی یَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ. وَاِنْ كَانَ مُنَافِقًا قَالَ: سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ فَقُلْتُ مِثْلَهُ لَا اَدْرِیْ. فَیَقُوْلَانِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْلُ ذٰلِكَ. فَیُقَالُ لِلْاَرْضِ: اَلْتَئِمِیْ عَلَیْهِ. فَتَلْتَئِمُ عَلَیْهِ، فَتَخْتَلِفُ فِیْهَا اَضْلَاعُهُ، فَلَا یَزَالُ فِیْهَا مُعَذَّبًا حَتّٰی یَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ» ❶

سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جب میت دفن کی جاتی ہے۔ یا آپ ﷺ نے فرمایا: ”کہ جب تم میں سے کوئی ایک دفن کیا جاتا ہے تو اس

---

❶ ترمذی، ابواب الجنائز، باب عذاب القبر رقم: ۱۰۷۱ الشیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔

کے پاس دو سیاہ رنگ کے کیری (نیلگوں) آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں جن میں سے ایک کو ''منکر'' کہا جاتا ہے اور دوسرے کا نام ''نکیر'' ہے۔ وہ دونوں (میت سے) پوچھتے ہیں ''اُس شخص (یعنی حضرت محمد ﷺ) کے بارے میں تم کیا کہتے تھے (جو تمہارے ہاں بھیجا گیا)؟ مومن آدمی وہی جواب دیتا ہے جو کچھ وہ دنیا میں (حضرت محمد ﷺ کے بارے میں) کہتا تھا، یعنی وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں (چناں چہ مومن کہتا ہے) میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔'' دونوں فرشتے کہتے ہیں ''ہمیں معلوم تھا تم یہی جواب دو گے۔'' پھر اس کی قبر ستر در ستر ہاتھ (35X35 میٹر) فراخ کر دی جاتی ہے۔ قبر کو روشن کر دیا جاتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے ''سو جا'' آدمی کہتا ہے: ''میں اپنے اہل وعیال کے پاس واپس جانا چاہتا ہوں تاکہ انہیں (اپنے نیک انجام کی) خبر دوں۔ جواب میں فرشتے کہتے ہیں: ''(ممکن نہیں اب) تم دلہن کی طرح سو جاؤ'' جسے اس کے گھر والوں میں سب سے زیادہ محبوب ہستی (یعنی خاوند) کے علاوہ اور کوئی نہیں جگاتا (مومن سو جاتا ہے) حتی کہ (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ اسے اس کی خواب گاہ سے جگائے گا۔ اگر مرنے والا منافق ہو تو (فرشتوں کے سوال کے جواب میں) کہتا ہے ''میں نے لوگوں کو (حضرت محمد ﷺ کے بارے میں) کچھ کہتے سنا تھا پس میں بھی وہی کچھ کہتا تھا، اس سے زیادہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔'' فرشتے کہتے ہیں ''ہمیں معلوم تھا کہ تو جواب میں یہی کچھ کہے گا۔'' پھر زمین کو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا جاتا ہے'' اسے جکڑ لے۔'' قبر اسے جکڑ لیتی ہے۔ منافق کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں میں پیوست ہو جاتی ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کی قبر سے اٹھا کھڑا کرے گا۔''

اعتراض : مردے کو قبر اس قدر دباتی ہے کہ اس کی دونوں پسلیاں آپس میں مل جاتی ہیں۔ لیکن قرآن میں تو ستر گز لمبی زنجیر سے جکڑ کر انتہائی تنگ جگہ دوزخ میں ڈالے جانے کی بات بیان ہوئی ہے۔ ❶

جواب: ﴿ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُکُوْهُ﴾ [2] ''پھر اُسے ایسی زنجیر میں، جس کی پیمائش ستر ہاتھ کی ہے، جکڑ دو۔''

اب فاضل صاحب خود ہی بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان کا یہ حشر برزخ میں ہوگا یا حشر میں؟

اگر برزخ میں ہے تو پھر بات ہی ختم۔ کیوں کہ زنجیروں میں جکڑا جانا بھی عذاب ہے، لہٰذا اس سے عذاب قبر ثابت ہوا جس کے آپ منکر ہیں۔

اور اگر حشر میں ہے تو پھر بھی یہ عذاب قبر کے مخالف نہیں۔ پسلیوں کا اِدھر اُدھر ہونا قبر میں ہے، جب کہ زنجیروں میں جکڑا جانا حشر میں ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ زنجیروں میں جکڑا جانا دونوں مقامات میں ہو، تو اس صورت میں بھی قرآن اور حدیث میں کوئی تضاد نہیں رہتا۔

ویسے راجح یہی ہے کہ زنجیروں میں جکڑا جانا حشر کے دن ہے اور پسلیوں کا اِدھر اُدھر ہونا قبر میں ہے۔

حدیث نمبر ⑥

وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: ((یَاْتِیْهِ مَلَکَانِ فَیُجْلِسَانِهٖ، فَیَقُوْلَانِ لَهٗ: مَنْ رَّبُّکَ؟ فَیَقُوْلُ: رَبِّیَ اللّٰهُ. فَیَقُوْلَانِ لَهٗ: مَا دِیْنُکَ؟ فَیَقُوْلُ: دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ. فَیَقُوْلَانِ: مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ؟ فَیَقُوْلُ: هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ. فَیَقُوْلَانِ لَهٗ: وَمَا یُدْرِیْکَ؟ فَیَقُوْلُ: قَرَأْتُ کِتَابَ اللّٰهِ فَاٰمَنْتُ بِهٖ وَصَدَّقْتُ؛ فَذٰلِکَ قَوْلُهٗ: ﴿یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ الآیة. قَالَ: فَیُنَادِیْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ: اَنْ صَدَقَ عَبْدِیْ، فَاَفْرِشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَاَلْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَی الْجَنَّةِ، وَیُفْتَحُ. قَالَ:

---

❶ عذابِ قبر: ۲۹

❷ ٦٩/ الحاقّة: ۳۲

فَيَاْتِيهِ مِنْ رُّوحِهَا وَطِيبِهَا، وَيُفْسَحُ لَهُ فِيهَا مَدَّ بَصَرِهِ. وَاَمَّا الْكَافِرُ، فَذَكَرَ مَوْتَهُ، قَالَ: وَيُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، وَيَاْتِيهِ مَلَكَانِ، فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ: مَنْ رَّبُّكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ، لَآ اَدْرِي! فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ، لَآ اَدْرِي! فَيَقُولَانِ: مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ، لَآ اَدْرِي! فَيُنَادِي مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ: اَنْ كَذَبَ، فَافْرِشُوهُ مِنَ النَّارِ، وَاَلْبِسُوهُ مِنَ النَّارِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا اِلَى النَّارِ. قَالَ: فَيَاْتِيهِ مِّنْ حَرِّهَا وَسَمُومِهَا. قَالَ: وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيهِ اَضْلَاعُهُ، زاد في حديث جرير. ثُمَّ يُقَيَّضُ لَهُ اَعْمٰى اَصَمَّ، مَعَهُ مِرْزَبَةٌ مِّنْ حَدِيدٍ، لَوْ ضُرِبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَارَ تُرَابًا، فَيَضْرِبُهُ بِهَا ضَرْبَةً يَّسْمَعُهَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اِلَّا الثَّقَلَيْنِ، فَيَصِيرُ تُرَابًا، ثُمَّ يُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ)) [1]

''سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، وہ اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے، میرا رب اللہ ہے (پھر) وہ اس سے دریافت کرتے ہیں، تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے، میرا دین اسلام ہے (پھر) وہ دریافت کرتے ہیں، یہ کون شخص تھا جو تم میں بھیجا گیا؟ وہ جواب دیتا ہے، وہ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ اس سے دریافت کرتے ہیں، تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب کو پڑھا، اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ اللہ کا قول کہ ''جو لوگ ایمان لائے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ثابت قدمی عطا کرتا ہے'' اس کی تصدیق کرتا

---

[1] ابوداؤد، کتاب السنة، باب في المسألة في القبر وعذاب القبر، رقم: ٤٧٥٣

نوٹ: اس روایت کے آخر میں ثُمَّ يُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ غالباً عثمان یا جریر راوی کا اضافہ ہے، کیوں کہ مسند احمد کی مفصل روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں جب کہ وہ روایت مفصل بھی ہے۔ ابوجابر

ہے۔آپ (ﷺ) نے فرمایا (پھر) آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے، جنت سے اس کا بستر بچھاؤ اور جنت کا (ہی) اسے لباس پہناؤ اور جنت کی جانب اس کا دروازہ کھول دو۔ چناں چہ (اس کے لیے) دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو جنت کی بادِ نسیم اور خوشبو پہنچتی ہے اور اس کی قبر (کی جگہ) تاحد نظر کشادہ کردی جاتی ہے۔ اور کافر کی موت کا ذکر کرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، وہ میت کو بٹھا کر اس سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب میں کہتا ہے، میں کچھ بھی نہیں جانتا (پھر) اس سے دریافت کرتے ہیں، جو شخص تم میں بھیجا گیا وہ کون تھا؟ وہ جواب دیتا ہے، میں کچھ بھی نہیں جانتا (اس پر) آسمان سے منادی آواز لگاتا ہے، اس نے غلط بیانی کی ہے، اس کا آگ سے بستر تیار کرو، اس کو آگ کا لباس پہناؤ اور دوزخ کی جانب اس کا دروازہ کھول دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو آگ کی گرمی اور اس کی بادِ سموم پہنچے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اور اس کی قبر اس پر تنگ ہوجائے گی یہاں تک کہ اس کی پسلیاں مختلف ہوجائیں گی (جریر کی حدیث میں یہ اضافہ ہے) پھر اس پر اندھا، بہرا فرشتہ مقرر کیا جائے گا جس کے پاس لوہے کا ہتھوڑا ہوگا، اگر اس کو کسی پہاڑ پر بھی مارا جائے تو پہاڑ مٹی بن جائے۔ چناں چہ وہ اس کو اس شدت کے ساتھ مارے گا کہ اس کی آواز انسانوں اور جنوں کے علاوہ مشرق، مغرب میں موجود سب سنیں گے (اس سے) وہ مٹی بن جائے گا۔ پھر اس میں روح لوٹائی جاتی ہے۔''

اعتراض: قبر یا برزخ میں منکر نکیر کا مَنْ رَّبُّکَ (تیرا رب کون ہے) مَنْ نَبِیُّکَ (تیرا نبی کون ہے) مَا دِیْنُکَ (تیرا دین کیا ہے) کے سوالات کرنا اور ان کے صحیح یا غلط جوابات پر اس کو آخری ٹھکانا جنت یا دوزخ دکھایا جانا، خاص و عام کی زبان پر ہے جو ہر لحاظ سے غیر صحیح ہے کیوں کہ دنیا امتحان گاہ۔

اور مدت حیات، وقت امتحان ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ ''اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ آپ کو موت آجاوے۔''

[١٥/ الحجر : ٩٩] سب کا مسلمہ ہے کہ سوال و جواب امتحان حال ہی میں اور دورانِ امتحان ہی لیے اور دیے جاتے ہیں جن کے مطابق نتیجہ نکلنے کی ایک تاریخ مقرر ہوتی ہے۔ [1]

جواب: یاد رہے کہ اصل امتحان گاہ تو قبر اور برزخ ہی ہیں باقی دنیا کو جو امتحان گاہ کہا جاتا ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے سکولوں، کالجوں میں سالانہ امتحان سے قبل ٹیسٹ ہوتے ہیں۔

مثال: سکول میں جب بچہ داخل ہوتا ہے تو سارا سال امتحان کی تیاری کرتا ہے۔ تیاری کے لیے چھوٹے چھوٹے امتحان (ٹیسٹ) بھی دیتا ہے۔ اس کے بعد ایک وقت آتا ہے جب اس کا سالانہ امتحان ہوتا ہے۔ وہ امتحان میں وہی لکھتا ہے جس کی اس نے سارا سال تیاری کی ہوتی ہے۔ اس کے بعد پھر تیسرا مرحلہ آتا ہے جہاں رزلٹ آتا ہے، پاس ہونے والا خوش اور فیل ہونے والا پریشان ہوتا ہے۔ یہ تین مرحلے ہیں: پہلا مرحلہ سارا سال تیاری کا جس میں ٹیسٹ بھی ہوتے ہیں۔ دوسرا مرحلہ امتحان دینے کا اور تیسرا مرحلہ نتیجہ بولنے کا۔ ایسے ہی دنیا کا معاملہ ہے جسے دارالعمل کہتے ہیں۔ ہر انسان اپنی اگلی زندگی کے لیے تیاری کرتا ہے، کوئی اچھی تیاری کرتا ہے اور کوئی بری۔

برزخ دارالامتحان ہے وہاں بندے کا امتحان ہوتا ہے، جس میں پہلا سوال یہ ہوتا ہے: مَنْ رَبُّکَ، دوسرا سوال مَنْ نَبِیُّکَ، اور تیسرا سوال مَا دِیْنُکَ۔ اب ان سوالوں کے درست جواب وہی شخص دے سکتا ہے جس نے دارالعمل میں تیاری اچھی کی تھی۔

دنیا میں امتحان کے بعد انسان کو اپنی کارکردگی کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ میں پاس ہوں گا یا فیل۔ اگر پیپر اچھے کیے ہوں گے تو وہ خوش رہتا ہے، بسا اوقات اسے پاس ہونے پر ملنے والے انعامات بھی دکھا دیے جاتے ہیں۔ جس سے اس کی خوشی میں مزید اضافہ ہوتا ہے اور یہی خوشی اس کے لیے راحت و لذت بنتی ہے۔ مگر جس نے پیپر اچھے نہیں دیے، اسے خود ہی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ میں فیل ہو جاؤں گا اسی وجہ سے وہ پریشان رہتا ہے اور یہی پریشانی اس کے لیے عذاب ہوتی ہے۔ ایسے ہی قبر میں سوال و جواب کے بعد کامیاب ہونے والے کو پہلے ہی سے پاس ہونے کی خوشخبری سنا دی جاتی ہے اور ناکام ہونے والے کو فیل ہونے کی

---

[1] عذابِ قبر: ٣٠

اطلاع دے دی جاتی ہے۔ کیوں کہ وہاں کا یہی قانون ہے اور پھر جس طرح دنیا میں رزلٹ آنے سے پہلے ہی اچھے پیپر دینے والا ایک قسم کی راحت اور برے پیپر دینے والا ایک قسم کی سزا میں مبتلا رہتا ہے۔ ایسے ہی قبر میں بھی ہوتا ہے، اور روزِ محشر جب اصل نتیجہ بولے گا تو پاس ہونے والے کو دائیں ہاتھ میں رزلٹ کارڈ دے کر جنت میں اور فیل ہونے والے کے بائیں ہاتھ میں رزلٹ کارڈ دے کر جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔

وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ .

باب چہارم:

منکرین عذاب قبر کے چند بناوٹی اصولوں کا جائزہ

اس باب میں فاضل صاحب اور ان کے بڑوں کے چند بناوٹی اور من گھڑت اصولوں کا جائزہ پیش کیا جائے گا، ان شاء اللہ۔ کیوں کہ فاضل صاحب نے اپنے ۳۶ صفحات کے کتابچے کے مختلف صفحات پر یہی اصول بیان کر کے صفحات کو سیاہ اور وقت کا ضیاع کیا ہے۔

پہلا اصول: صرف وہی احادیث وآثار صحیح تسلیم کیے جائیں گے جو قرآن کے مطابق ہوں۔

الجواب بعون الوهاب: فاضل صاحب کے اس اصول کا مفہوم یہ ہے کہ جو احادیث وآثار قرآن کے مطابق نہیں وہ تسلیم نہیں کیے جائیں گے۔

یہ اصول درج ذیل وجوہات کی بنا پر باطل ومردود ہے۔

① ......قرآنِ مجید یا کسی بھی صحیح حدیث میں یہ اصول نہیں بتایا گیا کہ جو حدیث قرآن کے مطابق ہو وہ تسلیم کرلو اور جو قرآن کے مطابق نہ ہو اسے رد کردو۔

اس اصول کی دلیل میں عموماً یہ روایت پیش کی جاتی ہے۔

ما اتاكم عنى فاعرضوه على كتاب الله وان خالف كتاب الله فلم اقله .

''تمہارے پاس میری کوئی حدیث آئے تو اسے کتاب اللہ (قرآن) پر پیش کرو اور اگر وہ کتاب اللہ کے مخالف ہو تو وہ میری حدیث نہیں۔''

اس روایت کے متعلق شیخ الحدیث ابوانس محمد یحییٰ گوندلوی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

محدثین کرام نے ان کی اس روایت کی تحقیق کی تو اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ روایت حدیث نہیں بلکہ ان حضرات کی گھڑی ہوئی ہے، امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث کو زنادقہ اور خوارج نے گھڑا ہے۔''

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اہل علم کے نزدیک یہ حدیث رسول درست نہیں۔''❶

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث کو کسی ایسے راوی نے روایت نہیں کیا جس کی روایت رسول اللہ ﷺ کے کسی چھوٹے یا بڑے امر میں ثابت ہوتی ہو۔''❷

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ روایت تمام علمائے حدیث کے نزدیک مختلف اور گھڑی ہوئی ہے۔''❸

ان ائمہ ناقدین و محققین کی آراء سے واضح ہے کہ یہ روایت رسولِ اکرم ﷺ کی فرمودہ نہیں بلکہ کسی زندیق کی گھڑی ہوئی ہے۔

اس روایت کے من گھڑت ہونے کی بین دلیل خود اس روایت کا مضمون ہے، یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام نے اس روایت کو جب کتاب اللہ پر پیش کیا تو اسے من گھڑت پایا، جیسا کہ امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اہل علم نے کہا کہ ہم ہر چیز سے پہلے اسے کتاب اللہ پر پیش کرتے ہیں اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں، چناں چہ جب ہم نے اسے کتاب اللہ پر پیش کیا تو اسے کتاب اللہ کے مخالف پایا، کیوں کہ ہم نے کتاب اللہ میں یہ نہیں پایا کہ تم وہی حدیث قبول کرو جو کتاب اللہ کے موافق ہو بلکہ کتاب اللہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا مطلق حکم دیتی ہے اور آپ ﷺ کی مخالفت سے ہر حالت میں ڈراتی ہے۔''❹

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ ناقل ہیں کہ ایک جماعت نے جب اس موضوع حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کیا تو اسے کتاب اللہ کے خلاف پایا، اس لیے کہ ہم نے کتاب اللہ کو پایا ہے کہ وہ ہمیں حکم کرتی ہے۔

---

❶ جامع بیان العلم وفضلہ، ص: ۱۹۰

❷ ارشاد الفحول، ص: ۳۱

❸ الحدیث حجة فی نفسه فی العقائد والاحکام، ص: ۲۲

❹ جامع بیان العلم، ج: ۲، ص: ۱۹۰

﴿ وَ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ﴾

[الحشر: ۷]

''اور رسول ﷺ تمھیں جو دے اسے پکڑ لو اور جس سے منع کرے اس سے باز آ جاؤ۔''

نیز یہ کہ

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ﴾ [آل عمران: ۳۱]

''کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو۔''

مزید فرمایا:

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ ﴾ [النساء: ۸۰]

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔''❶

یہ آیات اور اس مضمون کی دیگر متعدد آیات، حدیث رسول کی شرعی حیثیت کو واضح کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی بلا قید اور غیر مشروط ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت بلا قید وشرط ہے، مذکورہ آخری آیت کریمہ پر غور کریں تو واضح ہو جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو کسی اعتبار سے مشروط کرنا دراصل اللہ کی اطاعت کو مشروط کرنا ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بعینہٖ، اللہ کی اطاعت ہے۔

روایت گھڑنے والوں کے پیش نظر مستقل طور پر سنت نبوی کی تشریعی حیثیت کا انکار ہے، ان کے نزدیک سنت سے مستقلاً نہ تو احکام ثابت ہوتے ہیں اور نہ عقیدہ میں حجت ہے بلکہ اس کی حجیت قرآنِ کریم کی محتاج ہے۔ اگر وہ قرآن کے موافق ہے تو قابل حجت ورنہ رد کردی جائے گی۔

یہ نظریہ اگرچہ قدیم ہے جس کو محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے مسترد کر دیا تھا لیکن آج پھر اس نظریے کا احیاء پورے شد و مد سے کیا جا رہا ہے۔ خصوصاً اس کے لیے تجدد پسند اور نام نہاد روشن خیال حضرات کا انتخاب کیا جاتا ہے اور ان کو باور کروایا جاتا ہے کہ جو حدیث قرآن کے

---

❶ ارشاد الفحول، ص: ۳۱

خلاف ہو، خواہ اس کی سند اعلیٰ درجے کی صحیح ہو، وہ حدیث صحیح نہیں ہوسکتی اور جو حدیث قرآن کے موافق ہو اس کی سند کی تحقیق کی بھی ضرورت نہیں، اس کی صحت کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ قرآن کے موافق ہے۔ بہت سے حضرات زنادقہ کے اس نظریے کی تشہیر کررہے ہیں، وہ چند احادیث کو لیتے ہیں اور پھر نوجوانوں کے سامنے پیش کر کے کہتے ہیں، دیکھو! یہ حدیث تو فلاں آیت کے خلاف ہے۔

ان کا انداز بڑا پرکشش اور سحر انگیز ہوتا ہے، جس سے بعض مدارس دینیہ کے خام خیال حضرات بھی متاثر ہورہے ہیں، راقم الحروف کو یاد ہے کہ ایک دفعہ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی ہمارے گاؤں گوندلاں والا تشریف لائے، راقم الحروف کی ان سے فتنہ قبر کے موضوع پر گفتگو ہوئی، میں نے کہا:

محترم ڈاکٹر صاحب! آپ کا صحیح بخاری کے بارے میں کیا خیال ہے؟

انھوں نے فرمایا: ''اس کی جو احادیث قرآنِ کریم کے خلاف نہیں ہیں، میں انھیں تسلیم کرتا ہوں۔''

میں نے جواباً عرض کیا: ڈاکٹر صاحب! آپ بخاری شریف میں سے کسی ایک حدیث کی نشان دہی فرمائیں جو قرآنِ کریم کے خلاف ہو، لیکن موصوف نے اس بارے میں خاموشی اختیار کرلی اور اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ (واللہ علی ما أقول شهيد)

حدیث کا انکار باطل اور گم راہ فرقوں کی مجبوری رہا ہے اس لیے کہ یہ ان کے باطل نظریات کے درمیان ایک بڑی رکاوٹ ہے، قرآنِ کریم کے اجمال سے یہ حضرات فائدہ اٹھاتے ہوئے اس میں تشکیک پیدا کرتے ہیں، لیکن حدیث کے ہوتے ہوئے ان کی تشکیک چنداں مؤثر نہیں ہوتی، کیوں کہ حدیث قرآن کی تفسیر کردیتی ہے، جس سے ان کی تشکیک ﴿هَبَآءً مَّنثُورًا﴾ ہو کر رہ جاتی ہے۔ [1]

② ...... کیا کوئی صحیح حدیث قرآن کے خلاف ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ

---

[1] ہفت روزہ الاعتصام، ص: ۱۳، ۱۴۔ ج: ۵۷، ش: ۱۲

حدیث نبوی ﷺ ہو اور قرآنِ مجید کے خلاف ہو، اور پھر یہ بھی ممکن نہیں کہ جس ہستی پر قرآن مجید نازل ہوا ہو وہ خود ہی قرآن کے مخالف باتیں کرے۔

③...... جو حدیث قرآن کے مطابق ہو اس کو تسلیم کرنے کا کیا فائدہ؟ اس کی عوض میں تو قرآن ہی کافی ہے۔ قرآن کو اپنی تائید کے لیے کسی حدیث کی کیا ضرورت؟

④...... منکرین عذاب قبر کا یہ اصول کہ جو احادیث قرآن کے مطابق ہوں گی وہ تسلیم کریں گے، یہ قرآن کی کس آیت کے مطابق ہے؟

⑤...... یہ اصول گھڑنے والے کیا بتا سکتے ہیں کہ نماز فجر کے دو، ظہر عصر کے چار چار، مغرب کے تین اور عشاء کے چار فرض قرآن کی کس آیت کے مطابق ہیں، جب کہ تمام مسلمانوں کا ان پر اجماع ہے۔ نیز جن احادیث میں نمازوں کی رکعات کی تعداد بتائی گئی ہے وہ منکرین کے نزدیک صحیح بھی ہیں یا غلط؟ اگر صحیح ہیں تو وہ کس آیت کے مطابق ہیں اور اگر غلط ہیں تو وہ کس آیت کے مخالف ہیں؟

⑥...... یہ بھی یاد رہے کہ قرآن کے مخالف ہونا اور بات ہے، قرآن کے شارح ہونا اور بات ہے۔ قرآن کہے کہ دن ہے اور حدیث کہے کہ دوپہر ہے تو یہ مخالفت نہیں ہوگی، کیوں کہ دوپہر بھی دن ہی کا حصہ ہے، یا اگر قرآن خاموش ہو اور حدیث کہے کہ دوپہر ہے تو اسے بھی خلاف قرآن نہیں کہا جائے گا کیوں کہ مخالفت تو تب تھی کہ ایک طرف سے نفی ہوتی اور دوسری طرف سے اسی چیز کا اثبات ہوتا، مثلاً قرآن کہتا ہے کہ قبر میں عذاب نہیں ہوگا اور حدیث کہتی کہ قبر میں عذاب ہوگا تو یہ مخالفت تھی مگر ایسا نہیں ہے، قرآن نے کہیں بھی عذاب قبر کی نفی نہیں کی۔

⑦...... یاد رہے کہ قرآن کے احکام کے ساتھ سنت کے احکام تین طرح سے آتے ہیں۔

(i)...... حدیث کا حکم بھی ویسا ہی ہوتا ہے جیسا قرآن کا حکم ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن کہتا ہے:

﴿ وَ مَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰـكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا

اللہَ ط اِنَّ اللہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴾ ❶

''اور تمہیں جو کچھ رسول دے، لے لو، اور جس سے روکے، رُک جاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔''

حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((دَعُوْنِیْ مَا تَرَکْتُکُمْ، اِنَّمَا ھَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِسُؤَالِھِمْ وَاخْتِلَافِھِمْ عَلٰی اَنْبِیَآءِھِمْ، فَاِذَا نَھَیْتُکُمْ عَنْ شَیْءٍ فَاجْتَنِبُوْہُ، وَاِذَا اَمَرْتُکُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْہُ مَا اسْتَطَعْتُمْ)) ❷

''جب تک میں تم سے یکسو رہوں، تم بھی مجھے چھوڑ دو (اور سوالات وغیرہ نہ کرو) کیوں کہ تم سے پہلے کی امتیں اپنے (غیر ضروری) سوال اور انبیاء کے سامنے اختلاف کی وجہ سے تباہ ہو گئیں، پس جب میں تمھیں کسی چیز سے روکوں تو تم بھی اس سے پرہیز کرو اور جب میں تمھیں کسی بات کا حکم دوں تو بجالاؤ جس حد تک تم میں طاقت ہو۔''

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے ہر حکم پر چلنے کی پوری کوشش کرو اور آپ جس بات سے منع کریں اس سے باز رہنے کی پوری کروشش کرو۔

قرآن کہتا ہے:

﴿ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ط ﴾ ❸

''جو کوئی رسول کی اطاعت کرے (درحقیقت) اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ، وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ)) ❹

---

❶ ٥٩/ الحشر: ٧

❷ بخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتدار بسنن رسول اللہ ﷺ، رقم: ٧٢٨٨

❸ ٤/ النساء: ٨٠

❹ بخاری، کتاب الاحکام، باب قول اللّٰہ تعالٰی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم، رقم: ٧١٣٧

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔''

اس حدیث میں بھی یہی وضاحت کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

(ii)...... حدیث کا حکم قرآنی احکام کی تفسیر وتشریح کرتا ہے۔ مثلاً قرآن کا حکم ہے:

﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ﴾ ❶

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔''

احادیث میں نماز کا مکمل طریقہ، کہ وہ کیسے ادا کرنی ہے اور کتنی ادا کرنی ہے وغیرہ، بیان کیا گیا ہے، ایسے ہی زکوٰۃ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ کتنی دینی ہے اور کب دینی ہے وغیرہ۔

قرآن کا حکم ہے:

﴿ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ﴾ ''اور حج اور عمرہ کو اللہ ہی کے لیے پورا کرو۔''❷

حج اور عمرہ کیسے ادا کرنا ہے؟ اور کس مہینے میں ادا کرنا ہے؟ یہ سب حدیث ہی سے پتا چلے گا۔ قس علی ذلک

(iii)...... حدیث میں کوئی ایسا حکم ہوتا ہے جس کے متعلق قرآن خاموش ہوتا ہے، جیسے میت کو غسل دینا، بچہ کا عقیقہ کرنا وغیرہ۔

یا کسی ایسی چیز کو حرام بتایا گیا ہوتا ہے جس کے متعلق قرآن خاموش ہوتا ہے، جیسے پھوپی اور بھتیجی، یا خالہ اور بھانجی کو بیک وقت نکاح میں رکھنا حرام قرار دیا گیا ہے۔❸

---

❶ ٢/ البقرة: ١١٠

❷ ٢/ البقرة: ١٩٦

❸ بخاری، کتاب النکاح، باب لا ینکح المراۃ علی عمتها، رقم: ٥١٠٨، ٥١٠٩

اس طرح کی بے شمار امثلہ موجود ہیں کہ جہاں قرآن خاموش ہوتا ہے لیکن حدیث آ کر کسی کام کے کرنے کا حکم دیتی ہے یا اس سے روکتی ہے، مگر منکرین حدیث وعذاب قبران تمام کوقرآن کے خلاف بتاتے ہیں، افسوس ہے ان کے علم پر اوران کی سوچ پر۔

خلاف کیسے کہتے ہیں؟ یہ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔ جس مسئلہ میں قرآن خاموش ہو اور حدیث آ کر حکم دے، یا روکے، اُسے قرآن کے خلاف نہیں کہیں گے بلکہ قرآن کی منشاء قرار دیں گے، اسی لیے تو قرآن نے بار بار رسول اللہ کی اطاعت واتباع کا حکم دیا ہے۔

⑧...... یہ کیسے پتہ چلے گا کہ فلاں حدیث قرآنِ مجید کے مطابق اور فلاں قرآنِ مجید کے مخالف ہے، اس کا فیصلہ کون کرے گا؟ کیا ہر انسان کی عقل برابر ہے؟ نیز کیا یہی اصول قرآن پر بھی فٹ کیا جاسکتا ہے؟ مثلاً اگر قرآن ہی کی ایک آیت دوسری آیت کے مخالف آجائے، تو کیا اسے بھی رد کیا جائے گا۔ جیسے قرآن نے ایک جگہ نبی ﷺ کے متعلق فرمایا:

﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴾ ❶

''بے شک آپ جسے چاہیں، ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت دیتا ہے، ہدایت والوں سے وہی خوب آگاہ ہے۔''

جب کہ دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ ﴾ ❷

''اور بے شک آپ البتہ ہدایت دیتے ہیں سیدھے راستے کی طرف۔''

کیا یہاں دونوں آیات بظاہر ایک دوسری کے مخالف نہیں؟

اسی طرح سورۃ النساء میں فرمایا:

﴿ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ

---

❶ ۲۸/ القصص: ۵٦

❷ ٤۲/ الشوریٰ: ۵۲

يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِکَ ؕ قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴾ ❶

''اور اگر انھیں کوئی بھلائی ملتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انھیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ تیری طرف سے ہے، آپ ﷺ انھیں کہہ دیں! کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ انھیں کیا ہوگیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے بھی قریب نہیں۔''

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ بھلائی اور برائی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ مگر اس سے اگلی آیت میں کیا فرمایا:

﴿ مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰہِ ز وَ مَآ اَصَابَکَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ ؕ ﴾ ❷

''آپ ﷺ کو جو بھی بھلائی ملتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ آپ کے اپنے نفس کی طرف سے ہے۔''

سورت الشوریٰ میں فرمایا:

﴿ وَ مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَيْدِيْکُمْ وَ يَعْفُوْ عَنْ کَثِيْرٍ ؕ ﴾ ❸

''اور تمھیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہیں اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرما دیتا ہے۔''

یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ بھلائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب کہ برائی تمہارے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہوتا ہے، کیا یہاں قرآنِ مجید کا بظاہر بعض حصہ بعض کے مخالف نہیں؟

---

❶ ٤/ النساء: ٧٨

❷ ٤/ النساء: ٧٩

❸ ٤٢/ الشوریٰ: ٣٠

اسی طرح سورۃ الحجر میں فرمایا: ﴿ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ ﴾ ''تیرے رب کی قسم! ہم ان سب سے ضرور (ان کے اعمال کے متعلق) سوال کریں گے۔'' ❶

جب کہ سورۃ الرحمٰن میں فرمایا:

﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ۝ ﴾ ❷

''اس دن جن وانس سے ان کے گناہ کے متعلق سوال نہ ہوگا۔''

ہمارا ایمان ہے کہ قرآنِ مجید میں اختلاف نہیں لہٰذا ہم ایسے مقامات پر تاویل کے ذریعے تطبیق پیدا کر لیتے ہیں، اور جو لوگ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کے قول وفعل میں تضاد نہیں ہوسکتا، اگر وہ ایسے مقامات پر تطبیق پیدا کر لیں تو ان پر اعتراض چہ معنی دارد۔

قرآن میں کہیں بھی عذاب قبر کا انکار نہیں، قرآن تو عذابِ قبر کو برحق بتاتا ہے۔ دیکھیں اسی کتاب کا دوسرا باب۔

آخر میں فاضل صاحب سمیت تمام منکرین سے ہم ایک بات پوچھتے ہیں کہ آج تک آپ لوگوں نے کیوں نہ حدیث کا کوئی ایسا مجموعہ تیار کیا جو سراسر قرآن سے مطابقت رکھتی ہوں یا کیوں نہ آج تک کوئی ایسا مجموعہ آپ حضرات کی طرف سے منظر عام پر آیا جس میں ان احادیث کو جمع کیا ہوتا جو قرآن کے خلاف تھیں۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ اس قسم کا کارنامہ سرانجام دے کر امت پر یہ احسان کر دیتے، کہ بھئی! صرف یہ احادیث قرآن سے مطابقت رکھتی ہیں، صرف انھیں ہی تسلیم کیا جائے، یا یہ کہ بھئی! ان احادیث سے بچنا یہ قرآن سے ٹکراتی ہیں۔ کیا کوئی آج تک ایسا کام آپ لوگوں نے سرانجام دیا ہے یا فقط لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے اس قسم کے اعتراضات کی مشین لگا رکھی ہے؟

کیا آپ ایسی احادیث کی تعداد بتا سکتے ہیں جو قرآن سے مطابقت رکھتی ہوں۔ یا کیا

---

❶ ۱۹/ الحجر: ۹۲

❷ ۵۵/ الرحمن: ۳۹

ایسی احادیث کی تعداد بتا سکتے ہیں جو قرآن سے ٹکراتی ہوں؟

دوسرا اصول: احادیث عقل کے خلاف ہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عقل دی ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی، یہودی، سکھ، ہندو یا کیمونسٹ ہو، ہر کسی کے پاس کچھ نہ کچھ عقل ضرور ہے اور پھر ہر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی عقل باقی تمام عقول سے اعلیٰ ہے، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کس کی عقل کا اعتبار کیا جائے؟ کیوں کہ تمام لوگوں کی عقلیں ایک جیسی تو نہیں، ہر کسی کی عقل مختلف ہے، کوئی بات کسی کی عقل میں جلد آ جاتی ہے، کسی کی عقل میں دیر سے آتی ہے، اور کسی کی عقل میں آتی ہی نہیں، اور پھر ہمارے پاس کوئی ایسا آلہ بھی نہیں کہ جس کے ذریعے سے کسی ایک عقل کو متعین کر لیا جائے کہ جو بات اس عقل کے مطابق ہوگی صرف وہی درست ہوگی اور جو اس عقل کے خلاف ہوگی وہ غلط شمار کی جائے گی، ہاں البتہ ایک عقل ایسی ہے جسے میزان بنایا جا سکتا ہے اور وہ ہے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی عقل۔ اب جو بات بھی حدیث رسول سے ثابت ہو جائے وہ عقل کے خلاف نہیں ہو سکتی، کیوں کہ آپ ﷺ کی عقل تمام انسانوں کی عقلوں سے اعلیٰ ہے۔ اب جب کہ احادیث اعلیٰ عقل کے مطابق ہیں تو اگر وہ کسی کی عقل میں نہ آئیں تو وہ عقل نہیں بلکہ کم عقلی ہے۔

② ...... انسان کی عقل انتہائی محدود ہے جب کہ یہ کائنات لامحدود ہے لہٰذا اس کائنات کی ہر چیز کی حقیقت کا ادراک کرنا عقل کے بس میں نہیں۔ اس عقل کی مثال آنکھ کی طرح ہے اور وحی الٰہی کی مثال سورج کی مانند۔ آنکھ کے لیے ضروری ہے کہ وہ سورج کے تابع رہ کر اس کی روشنی سے فائدہ اٹھائے۔ آنکھ کے لیے یہ جائز ہی نہیں کہ وہ مکمل نظام شمسی یا اس کے کسی ایک جز پر اعتراضات اٹھائے اور اس میں کیڑے نکالنے شروع کر دے، کیوں کہ آنکھ اگر نظام شمسی کے بعض اجزا کا ادراک کر لیتی ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ مکمل نظام شمسی کا ادراک کر سکتی ہے۔ کیوں کہ مکمل نظام شمسی کا ادراک کرنا آنکھ کے بس کا روگ نہیں۔

③ ...... وحی عقل کے تابع نہیں بلکہ عقل وحی کے تابع ہے، جب عقل کو وحی کے تابع کریں گے تو یہی عقل خالق کائنات پر بے پناہ ایمان و یقین کا سبب بنے گی، لیکن اگر اس عقل کو وحی سے بے نیاز کر دیا، شتر بے مہار چھوڑ دیا، تو پھر سوائے گمراہی و ضلالت کے اور کچھ

نہیں ملے گا۔

عقل کا دائرہ کار

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

بلاشبہ دین کے انتخاب کے بارے میں عقل کو حق دیا گیا ہے کہ وہ اس کے اصول ومبادیات کی جانچ اور تحقیق کرے پھر چاہے تو اسے قبول کرے اور چاہے تو رد کر دے کیوں کہ دین کے اختیار کرنے میں کوئی مجبوری نہیں لیکن دین کو قبول کرنے کے بعد عقل کو ہرگز یہ حق نہیں دیا گیا کہ وہ اس کے اہم اور بنیادی عقائد ونظریات، جو وحی کی صورت میں اسے ملے ہیں۔ پر ہی ہاتھ صاف کرنا شروع کر دے، بلکہ اسے اب وحی کے تابع ہو کر چلنا چاہیے اور یہ اتباع اندھی عقیدت کے طور پر نہیں بلکہ علی وجہ البصیرت ہونا چاہیے۔ لہٰذا ہمارے خیال میں عقل کے کام مندرجہ ذیل قسم کے ہونے چاہئیں۔

① وحی کے بیان کردہ اصول واحکام کے اسرار اور حکمتوں کی توضیح وتشریح۔

② احکام کے نفاذ کے عملی طریقوں پر زمانہ کے حالات کے مطابق غور کرنا اور پیش آمدہ رکاوٹوں کو دور کرنا۔ مثلاً: وحی نے اگر سود کو حرام کر دیا ہے تو عقل کا کام یہ ہونا چاہیے کہ وحی کی حدود کے اندر اس کو ختم کرنے کے لیے حل پیش کرے۔ پھر اگر عقل سود یا اس کی بعض شکلوں کو حرام سمجھنے کے بجائے اس کو حلال بنانے کے حیلے سوچنے لگے تو عقل کے استعمال کا یہ رخ قطعاً صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا کیوں کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ نص یا کتاب وسنت کے واضح احکام کی موجودگی میں اجتہاد بالفاظ دیگر عقل کا استعمال قطعاً حرام ہے۔

③ موجودہ دور کے نظریات کے مقابلہ میں وحی کے نظریات کی برتری ثابت کرنا اور ان کو مدلل طور پر پیش کرنا، اور اگر موجودہ نظریات سے عقل خود مرعوب ہو کر وحی میں کانٹ چھانٹ اور اس کی دور از کار تاویلات کر کے اس کے واضح مفہوم کو بگاڑنے کی کوشش کرے گی تو اس کا یہ کام دین میں تحریف شمار کیا جائے گا۔

④ تحریف شدہ ادیان پر اسلام کی برتری اور فوقیت کو دلائل سے ثابت کرنا اور بیرونی

حملوں کا دفاع کرنا۔

⑤ نفس وآفاق کی وہ آیات جن میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے۔ان میں تحقیق وتفتیش کر کے انھیں آگے بڑھانا اوران سے مطلوبہ فوائد حاصل کرنا۔

یہ اوراس جیسے کئی دوسرے کام ہیں جن میں عقل سے کام لیا جاسکتا ہے۔اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے فرمایا کہ اعلان کر دیجیے کہ

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [يوسف:١٠٨] ❶

''کہہ دیجیے کہ میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اور میرے پیروکار خدا کی طرف سمجھ بوجھ کی بنیاد پر دعوت دیتے ہیں اوراللہ تعالیٰ پاک ہے اور میں مشرکوں سے نہیں۔''

④...... قبر کی زندگی کا ادراک عقل کے بس کا روگ نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دماغ اور حواس خمسہ صرف مادی دنیا سے رابطہ اور کام لینے کے لیے دیے ہیں، جب کہ غائب (حالات قبر وغیرہ) کے حقائق کا علم مادیات سے بالاتر وحی الٰہی سے متعلق ہے۔اس لیے عقل جو ہر چیز کو تجربہ کے ذریعے جاننا چاہتی ہے وہ عالم غیب کے حقائق کو نہیں سمجھ سکتی، اس کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ دماغ اور عقل انسان کی پوری حقیقت نہیں بلکہ ''کُل'' کا ایک جز ہے۔جز کے لیے ممکن نہیں کہ وہ کُل کا احاطہ کر سکے، یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے دریا قطرے میں نہیں سما سکتا۔ جیسے قطرے کے لیے سمندر کو سمجھنا ممکن ہے ایسے ہی ہماری چھوٹی سی عقل کے لیے عالم غیب کو سمجھنا مشکل ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم قبر کی زندگی کو یونہی تسلیم کر لیں جیسے ہمارے خالق ومالک نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے ہمیں بتایا ہے۔قطرے کے لیے عقل مندی یہی ہے کہ وہ سمندر کی وسعت کو تسلیم کرے۔

⑤...... عالم برزخ کا ہماری عقل میں نہ آنے کی بات کوئی عجیب وغریب نہیں، اس کائنات میں سینکڑوں اشیاء ایسی ہیں جن کا آج سے چند صدیاں قبل عقل میں آنا تو درکنار

---

❶ آئینہ پرویزیت، ص:٦٤

ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے، مثلاً ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہزاروں میل دور بیٹھا ہوا ایک انسان دوسرے انسان سے براہِ راست گفتگو کر سکے گا، مگر آہستہ آہستہ وقت نے بتا دیا کہ ایسا ممکن ہے، چناں چہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے ایک کونے پر بیٹھا ہوا انسان فقط لہروں کے ذریعے سے دوسرے کونے پر بیٹھے ہوئے انسان سے براہِ راست آمنے سامنے باتیں کر رہا ہے۔

⑥...... چلو کچھ دیر کے لیے مان لیا کہ عذابِ قبر کے متعلق جو احادیث آئی ہیں وہ عقل کے خلاف ہیں۔ اس وجہ سے وہ مردود ہیں، تو کیا قرآن مجید کی بھی جو بات عقل کے خلاف ہوگی وہ مردود ہوگی؟ کیا کسی ثابت شدہ چیز کا محض عقل کے احاطہ میں نہ آنے کی وجہ سے انکار کیا جا سکتا ہے؟

عقل تو کہتی ہے کہ اگر کسی باوضو شخص کی ریح خارج ہو جائے یا وہ پیشاب، پاخانہ کرے تو وہ صرف اپنے اسی حصے کو دھوئے جہاں سے یہ چیزیں خارج ہوتی ہے، باقی اعضاء وضو کو دھونے کی ضرورت نہیں کیا یہ ٹھیک ہے؟ کیا اس سے نماز ہو جائے گی؟

ہمارے شیخ حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

اسلام اللہ رب العالمین کا نازل کردہ دستور حیات ہے، اولادِ آدم پر واجب ہے کہ اس کی جملہ جزئیات کو من وعن تسلیم کر کے عباد الرحمٰن ہونے کی شہادت صرف دل سے دیں تاکہ دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود سے ہمکنار ہوں۔ بندوں کا کام اس کی شریعت میں کیڑے نکالنا نہیں بلکہ عقل سلیم کو صحیح نہج پر رکھنا ان کی اہم ذمہ داری ہے اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ آدمی مکمل طور پر اپنے آپ کو کتاب وسنت کے تابع کر دے، ان میں کج روی اختیار کرنا ملحدین کی امتیازی علامت ہے، انسانی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جن لوگوں نے محض عقل پر انحصار کر کے شریعت کا فہم حاصل کرنے کی سعی کی وہ دور کی گمراہی میں جا گرے، اہل اعتزال سے کون واقف نہیں، سب سے پہلے انھوں نے عقل کے گھوڑے دوڑانے کی کوشش کی جس کے نتیجہ میں ماورائے عقل جملہ امور کے انکاری ہو گئے، معجزات، کرامات کے علاوہ عذابِ قبر اور احوالِ برزخ کا صاف صاف انکار کر دیا، حالاں کہ یہ وہ امور ہیں جو صحیح نصوص

سے ثابت ہیں، جن میں سے کسی کی تاویل یا انکار کی مجال نہیں۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

متفق علیہ مسائل اور احوال برزخ و دوزخ پر رائے زنی کرنا گمراہی کا دروازہ کھولنا ہے جو ایک خطرناک کھیل ہے۔ ❶

تیسرا اصول: تجربہ و مشاہدہ میں درست ہوں۔

جواب: اس اعتراض کا مطلب بھی واضح ہے کہ عذابِ قبر یا اس کے متعلق جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ عالم تجربہ اور مشاہدات کے خلاف ہیں۔ یاد رہے کہ برزخ کے واقعات کو تجربات اور مشاہدات پر قیاس کرنا سراسر گمراہی اور جہالت ہے، ناطق وحی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی تکذیب اور خالق کائنات کی ہمہ گیر قدرت کا انکار صریح ہے، انسان دنیا میں صرف انہی چیزوں کا مشاہدہ کرسکتا ہے جن کا تعلق اس دنیا سے ہے، لیکن جن چیزوں کا تعلق اس دنیا سے نہیں بلکہ کسی اور دنیا (مثلاً برزخ، آخرت) سے ہے تو وہ کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی، ان کی حقیقت کا علم اسی وقت ہوگا جب اس دنیا میں جائے گا۔ مثلاً: جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے، اگر اسے بتایا جائے کہ تو ایک ایسی دنیا میں جانے والا ہے جہاں ہزاروں میل بلند و بالا، وسیع و عریض، آسمان ہے، حدنگاہ تک پھیلی ہوئی زمین ہے، اور پھر اس دنیا میں جب تو جائے گا تو تیرا قد بھی چھ سات فٹ تک بڑھ جائے گا، وہاں دنیا میں تجھے دکھ، تکلیفیں بھی پہنچیں گی اور تجھے نعمتیں بھی ملیں گی، تو اس وقت یہ تمام چیزیں اس کی سمجھ میں نہیں آئیں گی، کیوں کہ اس کا کبھی اس دنیا سے واسطہ نہیں پڑا، اس نے تو فقط اس چھوٹی سی دنیا کا ہی مشاہدہ کیا ہے جہاں وہ رہ رہا ہے، جب وہ اس دنیا میں آئے گا تبھی اسے ان چیزوں کی حقیقتوں کا علم ہوگا۔

② ...... اگر تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر ایمان لانا ہے پھر آپ کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی باتوں پر تو ایمان نہ ہوا بلکہ تجربہ پر ایمان ہوا، کیوں کہ اگر تجربہ درست نہ ہوتا تو آپ نے تسلیم ہی نہیں کرنا تھا، نیز تجربے اور مشاہدے کی بنا پر ایمان لانا اور اس کے بغیر ایمان نہ لانا ایمان بالغیب نہیں جس کا ہمیں اللہ نے حکم دیا ہے۔

---

❶ ہفت روزہ الاعتصام، جلد: ۵۵، شمارہ: ۴۰، ص: ۱۶، ۱۷

جس طرح جنت اور جہنم پر بغیر دیکھے، بغیر کسی تجربے اور مشاہدے کے ایمان لانا ضروری ہے ایسے ہی برزخی زندگی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ تعجب ہے ان لوگوں پر کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلے میں اپنے تجربات ومشاہدات کو کتنی اہمیت دیتے ہیں۔

③...... مٹی کی خاصیت ہے کہ جو چیز اس میں دفن کردی جائے وہ اسے کھا جاتی ہے، دفن کی ہوئی چیز گل سڑ جاتی ہے خواہ وہ چیز جاندار ہو یا بے جان۔ مثلاً: اگر آپ لوہے کو مٹی میں دفن کردیں کچھ دنوں بعد دیکھیں تو آپ کو وہ لوہا اپنی اصلی شکل سے بدلا ہوا نظر آئے گا، وہ گل چکا ہوگا، اسے زنگ لگا ہوا ہوگا، یا وہ بالکل ہی مٹی بن چکا ہوگا۔ اسی طرح اگر گڑھا کھود کر اس میں کسی زندہ انسان یا حیوان کو گاڑ دیا جائے اس کا صرف منہ یا جسم کا کچھ حصہ باہر رہنے دیں کہ جس سے وہ زندہ رہ سکے تو آپ دیکھیں گے کہ چند ہی دنوں میں زمین میں گاڑھا ہوا حصہ گل جائے گا، اس سے بدبو آنے لگے گی۔ معلوم ہوا کہ مٹی زندہ اور مردہ کی تمیز نہیں کرتی، اس کی خاصیت ہی یہ ہے کہ جو بھی اس میں دفن ہوگا اسے وہ ختم کردے گی، لیکن کئی مرتبہ ہمارے مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ مردے کو زمین میں دفن ہوئے عرصہ بیت چکا لیکن مٹی نے اس کے جسم کو نہ کھایا اور نہ ہی گلنے دیا بلکہ حیرت انگیز بات یہ کہ جسم بالکل ویسا ہی تھا جیسا دفن کرتے وقت تھا اور جسم میں بدبو آنے کی بجائے خوشبو آرہی تھی اس قسم کے بیسیوں واقعات ہیں، چند ایک ہم پیش کرتے ہیں:

واقعہ ①:

''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد کا وقت قریب آیا تو مجھے میرے باپ عبداللہ نے رات کو بلا کر کہا کہ مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سب سے پہلا مقتول میں ہی ہوں گا، اور دیکھو نبی ﷺ کے سوا دوسرا کوئی مجھے تم سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔ میں مقروض ہوں اس لیے تم میرا قرض ادا کر دینا اور اپنی بہنوں سے اچھا سلوک کرنا، چناں چہ جب صبح ہوئی تو سب سے پہلے میرے والد ہی شہید ہوئے، قبر میں آپ کے ساتھ میں نے ایک دوسرے شخص کو بھی دفن کر دیا تھا

لیکن میرا دل مطمئن نہیں تھا کہ انھیں کسی دوسرے آدمی کے ساتھ یونہی قبر میں رہنے دوں، چناں چہ چھ ماہ بعد میں نے ان کی لاش کو قبر سے نکالا۔ دیکھا تو صرف کان وہ بھی تھوڑا سا گلنے کے سوا باقی سارا جسم اسی طرح تھا جیسے دفن کیا گیا تھا۔'' ❶

واقعہ ②:

''حضرت عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن الجموح اور عبداللہ بن عمرو انصاری سلمی رضی اللہ عنہما جو کہ غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے، ان کی قبر کو پانی کے بہاؤ نے اکھیڑ دیا تھا کیوں کہ ان کی قبر پانی کے بہت قریب تھی اور وہ دونوں ایک ہی قبر میں دفن تھے، تو جب ان کی قبر کھودی گئی تا کہ ان کی لاشیں نکال کر کسی اور جگہ دفن کر دی جائیں، دیکھا تو ان کی لاشیں بالکل ویسی ہی تھیں جیسے وہ شہید ہوئے تھے، اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ کل شہید ہوئے ہوں، ان میں سے ایک شخص کو جب زخم لگا تھا تو اس نے ہاتھ اپنے زخم پر رکھ لیا تھا جب ان کو دفن کرنے لگے تو ہاتھ کو وہاں سے اٹھانا چاہا مگر ہاتھ پھر وہیں آ لگا (جہاں زخم تھا)، جب ان کی لاشیں کھودیں تو غزوہ احد کو چھیالیس برس گزر چکے تھے۔'' ❷

واقعہ ③:

پاکستان کے نامور ایٹمی سائنسدان انجینئر سلطان بشیر محمود ستارۂ امتیاز اپنی کتاب ''قیامت اور حیات بعد الموت'' میں اسی قسم کا ایک واقعہ لکھتے ہیں: ''پاکستان انسٹیٹیوٹ آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے سائنس دان ڈاکٹر محمد رفیق ...... جو اب فوت ہو چکے ہیں ...... نے ۱۹۸۲ء میں حلفیہ مجھے بتایا کہ ۱۹۸۰ء کی بارشوں میں سیلاب کا پانی ان کے گاؤں کے قبرستان کو بہا کر لے گیا۔ سیلاب کے اس ریلے میں ایک بزرگ کی لاش بھی تھی جو ایسے محفوظ پائی گئی

---

❶ بخاری، کتاب الجنائز، باب هل یخرج المیت من القبر واللحد لعلة، رقم: ۱۳۵۱

❷ الموطأ لامام مالك، کتاب الجهاد، باب الدفن فی قبر واحد من ضرورة ...... رقم: ۱۰۲۳

جیسے اسی دن مرا ہو، حالاں کہ اللہ کا وہ صالح بندہ چالیس پچاس سال پہلے فوت ہوا تھا۔ ❶

واقعہ ④:

قاری نعیم الحق نعیم رحمۃ اللہ علیہ نامور علماء اہل حدیث میں سے تھے، آپ انتہائی سادہ مزاج، شریف الطبع ہونے کے ساتھ ساتھ عالم باعمل بھی تھے۔ ۳۰؍ جنوری ۱۹۹۹ء کو ٹرین سے اترتے ہوئے پائدان میں پاؤں الجھنے کی وجہ سے ٹرین تلے آ کر خالق حقیقی کو جا ملے۔ وفات کے تقریباً پانچ ماہ بعد محترم قاری صاحب کی قبر بارشوں کی وجہ سے بیٹھ گئی، لوگوں نے دیکھا کہ آپ کا کفن اور جسم بالکل سلامت تھا، آنکھوں کے بال اور داڑھی اسی حالت میں تھی، سر کے زخم پر رکھی ہوئی روئی بھی اسی طرح موجود تھی۔ ❷

الاعتصام میں یہ واقعہ محترم قاری صاحب کی لخت جگر میمونہ نعیم نے بیان کیا تھا، جب کہ میں نے مزید تحقیق کے لیے الاعتصام کے مدیر حافظ عبد الوحید حفظہ اللہ ...... جو کہ قاری صاحب کے شاگرد خاص بھی ہیں ...... سے پوچھا انھوں نے بھی اس واقعہ کی تصدیق کی۔

واقعہ ⑤:

راقم کے ایک کزن جن کا نام حافظ محمد شریف بھٹوی تھا۔ آپ ضلع اوکاڑہ کے معروف گاؤں ''بھٹہ محبت'' کے رہنے والے تھے، آج سے تقریباً پچیس (۲۵) سال قبل فوت ہوئے تھے، آپ سکول ٹیچر تھے، انتہائی سادہ مزاج، شریف الطبع اور تہجد گزار تھے، کافی عرصہ بیمار رہے، بالآخر اسی بیماری میں فوت ہو گئے، وفات کے تقریباً دو (۲) سال بعد (غالباً ۱۹۸۲ء) آپ کی قبر کسی وجہ سے بیٹھ گئی، آپ کے بھائیوں کو علم ہوا تو وہ قبر درست کرنے کے لیے گئے، وہاں آ کر جب انھوں نے دیکھا تو ششدر رہ گئے۔ کیوں کہ دو سال کا عرصہ بیت جانے کے باوجود آپ کا کفن بالکل سفید، کوئی داغ دھبہ نہیں لگا ہوا تھا، جسم بھی بالکل سلامت، یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ابھی دفن کیے گئے ہیں، بڑے بھائی نے آپ کا سر پکڑ کر چہرے کا رخ

---

❶ قیامت اور حیات بعد الموت، ص: ٤٠٧

❷ ہفت روزہ الاعتصام، جلد: ٥٦، شمارہ: ٣١، ص: ٢٧

دوسری طرف کرنا چاہا تو منہ پر ہاتھ لگنے سے داڑھی کے چند بال اکھڑ گئے، جب کہ چہرے کا رخ اس طرح آسانی سے دوسری طرف ہوگیا کہ جیسے سوئے ہوئے آدمی کا چہرہ دوسری طرف کیا جاتا ہے اور وہ آسانی سے دوسری جانب مڑ جاتا ہے۔ یہ واقعہ میری والدہ، خالہ، خالہ کے بیٹوں نے مجھے بتایا ہے۔

''فتوحات'' اہل حدیث میں لکھا ہے کہ حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کے بعد آپ کی قبر سے کچھ عرصہ تک فردوسی خوشبوئیں آتی رہیں۔ معتمد علیہ عوام اور مستند علماء نے آپ کی قبر پر مٹی کا ہر طرح کیمیکل تجربہ کیا، بالآخر سب نے یہ اقرار کیا کہ یہ خوشبو دنیاوی خوشبو سے بالاتر جنتی خوشبو ہے۔ [1]

یہ اور اس طرح کے کئی ایسے واقعات ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عذاب قبر ایک حقیقت ہے، تفصیل کے لیے **احوال القبور لابن رجب، شرح الصدور للسیوطی، التذکرۃ لامام قرطبی** دیکھیں۔

ایک مشہور اعتراض: قرآنِ مجید میں انسان کی چار حالتوں، دوموتوں اور دوزندگیوں کا ذکر ہے۔

جواب: منکرین عذاب قبر کا یہ بڑا مشہور اعتراض ہے کہ دوموتیں یعنی ایک دنیا میں آنے سے پہلے کا جو عرصہ ہے اور دوسری اس زندگی کے بعد جو موت آئے گی۔ اسی طرح دوزندگیاں، ایک جو ہم بسر کر رہے ہیں اور دوسری آخرت کی۔ اس کے لیے وہ عموماً آیت ﴿ **ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ○ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ○** ﴾ [2]

''اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مر جانے والے ہو، پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔'' پیش کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ یہ اور اس طرح کی دوسری آیات میں قیامت کے دن دوبارہ جی اٹھنے سے مراد عام زندگی ہے نہ کہ خاص زندگی۔ یعنی تمام اگلے پچھلے انسان زندہ کر کے میدان محشر میں جمع کیے جائیں گے۔

---

[1] میزان مناظرہ: ۱/ ٤٤

[2] ۲۳/ المؤمنون: ۱۵، ۱٦

یہ بات بجا ہے کہ قرآنِ مجید میں موت کے بعد قیامت سے پہلے اس طرح کی عام اور سب لوگوں کی زندگی کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی کسی مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ قیامت سے قبل ایسی کوئی عام زندگی ہوگی۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس سے قبل کوئی خاص زندگی نہیں۔ اس خاص زندگی کی کئی ایک امثلہ قرآنِ مجید میں موجود ہیں۔ مثلاً:

مثال ①:

﴿ وَ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا ؕ وَ اللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۚ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ یُحْیِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ ❶

''اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا پھر اس میں اختلاف کرنے لگے، اور تمہاری پوشیدگی کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا۔ ہم نے کہا کہ اس (گائے) کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم پر لگا دو (وہ جی اٹھے گا) اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کر کے تمہیں تمہاری عقل مندی کے لیے اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔''

مثال ②:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ هُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْیَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴾ ❷

''کیا آپ نے ان لوگوں کے حال پر بھی غور کیا ہے جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے، حالاں کہ وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں کہا مر جاؤ (چنانچہ وہ راستے میں ہی مر گئے) پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں دوبارہ زندہ کر دیا، اور اللہ تو یقیناً لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے، لیکن لوگوں کی اکثریت ایسی ہے جو اللہ کا شکر ادا نہیں کرتی۔''

---

❶ ٢/ البقرة: ٧٢، ٧٣

❷ ٢/ البقرة: ٢٤٣

مثال③:

﴿ اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّ هِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ ❶

''یا (اس شخص کے حال پر غور کیا ہے) جو ایک بستی کے قریب سے گزرا اور وہ بستی اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی، وہ کہنے لگا! اس بستی کی موت کے بعد دوبارہ اللہ اسے کیسے زندگی دے گا؟ (یعنی آباد کرے گا) اس پر اللہ نے اسے سو سال تک موت کی نیند سلا دیا۔ پھر اسے زندہ کر کے اس سے پوچھا! بھلا کتنی مدت تم یہاں پڑے رہے؟ وہ بولا کہ یہی بس ایک دن یا اس کا کچھ حصہ ٹھہرا رہا ہوں گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بات یوں نہیں بلکہ تم یہاں سو سال پڑے رہے ہو۔ اچھا اب اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کی طرف دیکھو یہ ابھی تک باسی نہیں ہوئیں اور اپنے گدھے کی طرف بھی دیکھو (اس کا پنجر تک بوسیدہ ہو چکا ہے) اور یہ ہم نے اس لیے کیا ہے کہ تجھے لوگوں کے لیے ایک معجزہ بنا دیں (کہ جو شخص سو برس بیشتر مر چکا تھا وہ دوبارہ زندہ ہو کر آ گیا) اور اب گدھے کی ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ ہم کیسے انہیں جوڑتے، اٹھاتے اور اس پر گوشت چڑھا دیتے ہیں۔ جب یہ سب باتیں واضح ہو گئیں تو وہ کہنے لگا! اب مجھے خوب معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

---

❶ ٢/ البقرة: ٢٥٩

مثال ④:

﴿ وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ ﴾ ❶

''اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب تم نے کہا اے موسیٰ! جب تک اللہ کو ہم علانیہ نہ دیکھ لیں، تمہاری بات نہیں مانیں گے، پھر تمہارے دیکھتے ہی دیکھتے تم پر بجلی گری (جس نے تمہیں ختم کر دیا) پھر تمہاری موت کے بعد ہم نے تمہیں زندہ کر کے اٹھایا کہ شاید اب ہی تم شکر گزار بن جاؤ۔''

②: قرآنِ مجید میں دو مستقل زندگیوں کا ذکر ہے۔ مستقل زندگی یہ ہے کہ روح باقاعدہ جسم میں داخل ہو کر پورے بدن میں تصرف کرے تو یہ صورت یا تو دنیا کی زندگی میں ہوتی ہے اور یا آخرت میں ہوگی۔ لہٰذا مستقل زندگیاں دو ہی ہیں ایک دنیا کی اور دوسری آخرت کی۔ عالم قبر اور برزخ کا معاملہ ایسا نہیں ہے، وہاں تو جسم اور روح میں جدائی ہے، جسم زیر زمین قبر میں عذاب سے دوچار ہو رہا ہے، جب کہ روح عذابِ جہنم میں مبتلا ہے۔ عالم برزخ کو شاید اسی وجہ سے آخرت کی زندگی کا مقدمہ کہا جاتا ہے۔

---

❶ ٢/ البقرة: ٥٥، ٥٦

باب پنجم:

منکرین عذاب قبر کے متعلق علماء کرام کی آراء

اس باب میں نامور علماء کرام ومفتیان عظام کی آراء سے قارئین کو مطلع کیا جارہا ہے۔ تاکہ انھیں منکرین عذاب قبر کے متعلق علماء کی آراء سے آگاہی ہوسکے۔ اس سلسلے میں، میں نے نامور علماء کو خطوط لکھے جن میں سے بعض کے جوابات بذریعہ ڈاک مجھ تک پہنچے، بعض نے جماعتی رسائل میں جوابات دیے، جب کہ بعض سے میں نے بالمشافہ مل کر جوابات حاصل کیے۔ مگر اس کے باوجود بھی کئی علماء ایسے ہیں جن کی طرف سے فی الحال مجھے کوئی جواب نہیں ملا جس کی دو ہی وجہیں ہوسکتی ہیں، یا تو ان تک میرا خط پہنچا ہی نہیں یا پھر وہ اپنی گوناگو مصروفیات کی بنا پر تاحال جواب نہیں لکھ سکے۔ بہرحال میں ان تمام علماء کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں جنہوں نے اپنی بے حد مصروفیات کے باوجود میرے خطوط کے جوابات دے کر میری حوصلہ افزائی کی۔ ❶ **فجزاهم الله احسن الجزاء**

الشیخ عبدالرحمٰن ضیاء ★ حفظہ اللہ کی رائے

یادرہے کہ شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے:

قَدْ تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ثُبُوْتِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَنَعِيْمِهٖ لِمَنْ كَانَ لِذٰلِكَ اَهْلًا، وَسُؤَالِ الْمَلَكَيْنِ فَيَجِبُ اِعْتِقَادُ ذٰلِكَ وَالْاِيْمَانُ بِهٖ وَلَا نَتَكَلَّمُ فِيْ كَيْفِيَّتِهٖ . الخ ❷

---

❶ علماء کی آراء قارئین کرام کے علم میں اضافے کے لیے بیان کر رہے ہیں، میرا ہر عالم کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ مصنف

★ شیخ الحدیث جامعہ ابن تیمیہ، رائے ونڈ روڈ۔ لاہور

❷ [ص: ٤٥٠]

’’یعنی عذاب قبر اور قبر کی نعمتوں کے متعلق، نیز قبر میں سوال کے متعلق، رسول اللہ ﷺ سے متواتر احادیث مروی ہیں، اس لیے ان کا اعتقاد رکھنا واجب ہے، اور ان پر ایمان لانا بھی واجب ہے اور ہم ان کی کیفیت کے متعلق بحث نہیں کر سکتے۔‘‘

متواتر احادیث کا انکار کرنے والے شخص میں اگر تکفیر کے موانع میں سے کوئی مانع نہیں پایا جاتا تو اسے کافر کہا جاسکتا ہے۔ یعنی وہ شخص جاہل نہ ہو، مطلب یہ کہ اس کو ان احادیث کے بارے میں آگاہ کر دیا گیا ہو۔ اور اس کے پاس کوئی حجت وشبہ باقی نہ رہے مثلاً: وہ عذاب قبر ارضی کی برزخی قبر سے تاویل نہ کرتا ہو بلکہ وہ محض انکار ہی کرتا ہو، تو ایسا شخص لامحالہ کفر کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔

کفر کے ۳۵۔ اسباب ہیں جو فتاویٰ دین خالص جلد ۳ ص: ۸ تا ۱۵ میں لکھے ہوئے ہیں اور شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب ’’مجالس شهر رمضان‘‘ ص: ۱۲۷ پر ان میں سے بعض اسباب لکھے ہیں، جو مسئلہ قطعی دلائل سے ثابت ہو اور اس پر علماء کا اجماع بھی ہو جائے اس کا منکر کفر کی حد تک جا پہنچتا ہے مثلاً: شراب، زنا یا چوری کو حلال کہنے والا، نماز، زکوٰۃ، روزہ کا انکار کرنے والا، یا دین کا مذاق اڑانے والا، عذاب قبر کا منکر بھی اسی زمرہ میں ہے کیوں کہ اس کے دلائل بھی متواتر ہیں اور اہل سنت کا اجماع بھی ہے جیسا کہ عذاب قبر کے متعلق علامہ ابن ابی العز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((يَكُونُ لِلنَّفْسِ وَالْبَدَنِ بِاتِّفَاقِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ)) کہ عذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔ [1]

اور موت کے بعد قیامت کے دن سے پہلے عذاب کا ذکر قرآن میں بھی ہے دیکھیے:

الذاریات: ۴۵، ۴۷. غافر: ۴۵.۴۷. توبه: ۱۰۱

اور پھر قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ انسان مرنے کے بعد قیامت تک زمین میں ٹھہرتا ہے۔ مثلاً: ﴿ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴾ [المؤمنون] اور حدیث میں

---

[1] شرح عقیدہ طحاویہ، ص: ٤٥١

ہے:((يُقَالُ لِلْاَرْضِ اِلْتَئِمِيْ عَلَيْهِ)) ''زمین کو کہا جاتا ہے اس پر مل جا۔'' [ترمذی] نیز ﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴾ [طٰہٰ]

آپ نے جس شخص کے متعلق سوال کیا ہے وہ اگر ان متواتر احادیث کو جھوٹا اور من گھڑت کہتا ہے اور عذاب قبر کا کلی طور پر منکر ہے، ان احادیث کا علم ہوتے ہوئے بھی اگر اپنے غلط موقف پر اڑا ہوا ہے تو ایسا شخص بھی کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

[کتبہ عبد الرحمن ضیاء]

الشیخ ارشاد الحق اثری ★ حفظہ اللہ کی رائے

منکرین عذابِ قبر کے بارے میں آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرات بدعتی ہیں۔ صحیح احادیث کی تضعیف وتاویل میں ان سے خطا ہوئی ہے، یہ ناکارہ انھیں دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتا۔ معتزلہ بھی عذاب قبر کے منکر تھے، حضرات محدثین کرام انھیں بھی کافر نہیں بلکہ بدعتی ہی سمجھتے تھے۔ **هذا ما عندي، والله سبحانه وتعالى اعلم بالصواب۔**

الشیخ مبشر احمد ربانی ★ حفظہ اللہ کی رائے

معاد وقیامت اور اس کے جمیع متعلقات پر ایمان لانا ہر صاحب ایمان پر واجب اور ضروری ہے اور ان کا انکار کفر ہے، اخروی امور کی پہلی منزل قبر ہے اور اس قبر میں عذاب اور حق تعالیٰ کی نعمتوں کے ادراک پر احادیث متواترہ دال ہیں اور کتب عقائد ان کے تذکرے سے مالا مال ہیں، اور گمراہ وگمراہ گر کی ضلالت وجہالت ان امور میں ناقابل اعتماد ہیں، ان گمراہ گروں اور آئمہ مضلین کی ہلاکت وگمراہی کا عظیم سبب، علوم دینیہ وشرعیہ کی قلت ہے اور سلف صالحین کے منہج سے بُعد ودوری ہے۔ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت اور امارات ساعۃ ذکر فرماتے ہوئے فرمایا ہے:

★ مصنف کتب کثیرہ، استاذ العلماء، محقق شہیر، رئیس ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد

★ مناظر ومفتی اسلام، مصنف کتب کثیرہ، محقق شہیر، رئیس مرکز ام القریٰ سبزہ زار لاہور

((من اشراط الساعة ان يقل العلم، ويظهر الجهل، ويظهر الزنا، وتكثر النساء، ويقل الرجال حتی یکون لخمسين امرأة القيم الواحد)) ❶

”علاماتِ قیامت میں سے علم کی کمی، جہالت وزنا کا غالب ہونا، عورتوں کی کثرت مردوں کی کمی حتی کہ پچاس عورتوں پر ایک نگران ہوگا۔“

اسی طرح ایک اور حدیث میں رسولِ مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((وان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء، حتى اذا لم يبق عالم اتخذ الناس روسا جهالا، فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا)) ❷

”اللہ تعالیٰ یقیناً علم بندوں سے چھین کر قبض نہیں کرتا لیکن وہ علماء کو قبض کر کے علم قبض کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا، لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے مسئلے پوچھے جائیں گے، وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے، خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔“

ان احادیث صحیحہ صریحہ سے واضح ہوگیا کہ لوگوں کی گمراہی کا باعث شرعی علم سے یتیمی ہے اور جن لوگوں نے اصحاب الحدیث کے ہاں زانوئے تلمذ طے کر کے علم حاصل نہیں کیا وہ گمراہی کے دہانے پر پہنچ گئے۔

یاد رہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے عذاب قبر اور اس کی نعمتوں کا اثبات ہے جو احادیث متواترہ میں بیان کیا گیا ہے۔

صاحب شرح عقیدہ طحاویہ رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

((وقد تواترت الاخبار عن رسول الله ﷺ في ثبوت عذاب القبر

---

❶ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب رفع العلم وظهور الجهل، رقم: ۸۱

❷ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، رقم: ۱۰۰

ونعيمه لمن كان لذلك اهلا، وسؤال الملكين، فيجب اعتقاد ثبوت ذلك، والايمان به ولا نتكلم في كيفيه اذ ليس للعقل وقوف على كيفيته، لكونه لا عهد له به في هذه الدار، والشرع لا ياتي بما يحيله العقول ولكنه قدياتي بما تحار فيه العقول فان عود الروح الى الجسد ليس على الوجه المعهود في الدنيا بل تعاد الروح اليه اعادة غير الاعادة الما لوفة في الدنيا . ❶

"رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے ثبوت اور اس کی نعمتیں ان لوگوں کے لیے جو ان کے اہل ہیں، کے بارے میں متواتر احادیث مروی ہیں، اسی طرح دو فرشتوں کا قبر میں سوال کرنا، اس کے ثبوت پر عقیدہ رکھنا اور ایمان لانا واجب ہے۔ اور ہم اس کی کیفیت پر کلام نہیں کرتے اس لیے کہ ان امور پر واقفیت رکھنا عقل کا کام نہیں ہے، اس لیے کہ اس دنیا میں اس کا عہد نہیں ہے، اور شریعت ایسے امور نہیں لاتی جو عقلاً محال ہوں، شرع ایسے امور لاتی ہے جس میں عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ روح کا جسم کی طرف لوٹنا اس طرح نہیں ہے جیسے دنیا میں جسم کے اندر لوٹائی جاتی ہے۔ بلکہ روح کا اعادہ دنیا کے اندر اعادے کی طرح نہیں ہے۔"

اسی طرح علامہ مرتضیٰ زبیدی نے "**لقط اللآلی المتناثرہ فی الاحادیث المتواترہ، رقم: ۶۳**" علامہ سیوطی نے "**قطف الازھار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ، رقم: ۱۰۹**" میں عذابِ قبر اور سوال الملکین کو متواتر قرار دیا ہے۔ ان احادیث متواترہ میں سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مفصل حدیث بھی ہے جسے بے شمار ائمہ نے کتب عقائد میں عذاب قبر کے اثبات کے لیے پیش کیا ہے۔ جن کا اختصار سے تذکرہ درج ذیل ہے۔

---

❶ شرح العقیدۃ الطحاویۃ: ۲/ ۶۰۹ بتحقیق شعیب الارناؤط وعبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ

مسند احمد (۱۸۵۳۴)، ابن ابی شیبه (۳/ ۳۱۰، ۳۷۴، ۳۸۰، ۳۸۲، ۱۰/ ۱۹۴)، کتاب الزهد لهناد (۳۳۹)، زوائد مروزی علی الزهد لابن مبارک (۱۲۱۹)، الرد علی الجهمیة للدارمی (ص: ۲۹)، ابوداؤد (۴۷۵۳)، تفسیر طبری (۲۰۷۶۴)، تهذیب الآثار (۷۲۱)، التوحید لابن خزیمه (ص: ۱۱۹)، اتحاف المهرة (۲/ ۴۵۹)، الشریعة للآجری (ص: ۳۶۷، ۳۷۰)، الایمان لابن منده (۱۰۶۴)، مستدرک حاکم (۱/ ۳۷، ۳۸) شرح اصول اعتقاد اهل السنة (۲۱۴۰)، اثبات عذاب القبر للبیهقی (۲۱، ۴۴)، شعب الایمان (۳۹۵)، ابن ماجه (۱۵۴۸، ۱۹۴۹)، نسائی (۲۰۰۳)، المصنف لعبد الرزاق (۳/ ۵۸۰، ۵۸۲)، مسند طیالسی (۷۵۳)، المعجم الاوسط للطبرانی (۳۵۲۳، ۴۳۱۷)، مسند الرویانی (۳۹۲)، تفسیر ابن ابی حاتم (۸۴۶۵)، التذکرہ للقرطبی (۱۱۹)، تاریخ دمشق (۲۳/ ۲۶۸، ۲۶۹) اس حدیث کو امام حاکم، امام ذہبی، امام منذری، امام بیہقی، امام قرطبی، امام ابن قیم اور علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم نے صحیح قرار دیا ہے، اور بڑے بڑے آئمہ حدیث نے عقائد کی کتابوں میں ذکر کر کے اس سے عذابِ قبر کے عقیدہ پر حجت پکڑی ہے۔

یہ حدیث بالکل صحیح ثابت ہے۔ صاحب شرح العقیدۃ الطحاویہ فرماتے ہیں:

وذهب الی موجب هذا الحديث جميع اهل السنة والحديث وله شواهد من الصحيح. ❶

اس حدیث کے موجب ومصداق کی طرف تمام اہل السنہ والجماعت گئے ہیں اور صحیح میں اس کے شواہد بھی ہیں۔

امام ابوعبد اللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ المعروف ابن مندہ الاصبہانی المتوفی

---

❶ ۲/ ۶۰۷ المصدر السابق

(۳۹۵ھ) فرماتے ہیں:

هذا الاسناد متصل، مشهور، رواه جماعة عن البراء، وكذلك رواه عدة عن الاعمش، وعن المنهال بن عمرو، والمنهال اخرج عنه البخاری ما تفرد به، وزاذ ان اخرج عنه مسلم وهو ثابت علی اسم الجماعة، وروی هذا الحديث عن جابر وابی هريرة وابی سعيد وانس بن مالک وعائشه رضی الله عنهم . ❶

"یہ سند متصل، مشہور ہے، محدثین کی ایک جماعت نے اسے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے، اور اس طرح کئی ایک نے اسے اعمش اور منہال بن عمرو سے روایت کیا ہے۔ منہال سے امام بخاری نے وہ روایت بیان کی ہے جس میں اس کا تفرد ہے، اور زاذان سے مسلم نے روایت نکالی ہے، اور یہ حدیث جابر، ابو ہریرہ، ابوسعید، انس بن مالک اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔"

علامہ آجری نے "الشریعہ" میں اس حدیث پر یوں باب باندھا ہے۔

التصديق والايمان بعذاب القبر "عذابِ قبر کی تصدیق اور اس پر ایمان کا بیان۔"

پھر اس کے بعد عذابِ قبر کے متعلقہ احادیث بیان کیں اور فرمایا: **ما اسوء حال من كذب بهذه الاحاديث لقد ضل ضلالا بعيدا، وخسر خسرانا مبينا.** ❷

"جس شخص نے ان احادیث کو جھٹلایا وہ کس قدر برے حال والا ہے، وہ تو یقیناً بہت دور بھٹک گیا اور واضح نقصان اٹھانے والا بن گیا۔"

علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی رقمطراز ہیں:

---

❶ كتاب الايمان، ص: ٥٧٥، رقم: ١٠٦٤ ۔ بتحقيق أيمن صالح شعبان مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت

❷ الشريعه: ٢/ ١٨٦

واعلم ان سوال منکر ونکیر للمیت فی القبر عن ربه ودینه، حق، لو رود الاحادیث عن النبی ﷺ. ❶

''یقین کرلو! کہ منکر ونکیر کا میت سے قبر میں اس کے رب اور اس کے دین کے بارے میں سوال کرنا حق ہے، اس لیے کہ نبی ﷺ سے اس کے بارے احادیث مروی ہے۔''

پھر اس کے بعد احادیث ذکر کر کے لکھتے ہیں:

واعلم: ان عذاب القبر لکفار ولمن کان مستحقا من المؤمنین حق، والانعام لاهل الطاعات، وبهم ایصال اللذات وارواحهم وابدانهم فی الراحات بذلک عند اهل السنة والجماعة حق، یخلف اللّٰه فی القبر فی المیت ضرب الحیاة بقدر ما یتألم به، ان کان کافرا، ویتلذذ بالاکرام ان کان مومنا. ❷

''یقین کرلو! کہ کفار اور اہل ایمان میں سے جو عذاب قبر کے مستحق ہوئے ان کے لیے قبر میں عذاب حق ہے، اور اطاعت والے لوگوں کے لیے انعامات، ایصال لذات اور ان کی روحوں اور جسموں میں راحت واطمینان ہونا اہل السنہ والجماعت کے نزدیک برحق ہے۔ اور قبر میں میت کے اندر حیات کی وہ قسم پیدا کرتا ہے کہ اگر کافر ہو تو درد محسوس کرتا ہے اور اگر مومن ہو تو عزت واکرام کی لذت پاتا ہے۔''

علامہ محمد بن احمد السفارینی رقمطراز ہیں:

وعذاب القبر واحیاء الموتی فی قبورهم، ومساء لة منکر ونکیر لهم ثابت، وواجب القول به، وانه یعذب بعد ان ترد الروح الیه، فعذاب القبر حق. ❸

---

❶ شرح بدء الامالی، ص:۳۵۳

❷ شرح بدء الامالی، ص:۳۵۵

❸ لوائح الانوار السنیه: ۲/ ۱۵۰

''عذاب قبر اور قبروں میں مردوں کو زندہ کرنا اور منکر ونکیر کا ان سے سوال کرنا ثابت ہے، اور اس کا قائل ہونا واجب ہے، اور اعادہ روح کے بعد اس کو عذاب دیا جاتا ہے، سو عذاب قبر حق ہے۔''

امام عبدالغنی المقدسی فرماتے ہیں:

والایمان بعذاب القبر حق، وفرض لازم، رواه عن النبی ﷺ علی بن ابی طالب، وابو ایوب، وزید بن ثابت، وانس بن مالک، وابوهریرة، وابوبکرة، وابو رافع، وعثمان بن ابی العاص، وعبد الله بن عباس، وجابر بن عبد الله، وعائشه زوج النبی ﷺ، واختها اسماء، وغیرهم، وکذالک الایمان بمساء لة منکر ونکیر. ❶

''عذاب قبر پر ایمان لانا حق اور فرض لازم ہے، اسے نبی ﷺ سے سیدنا علی، ابوایوب، زید، انس، ابوہریرہ، ابوبکرۃ، ابورافع، عثمان، عبداللہ بن عباس، جابر، عائشہ زوجہ رسول اللہ ﷺ اوران کی بہن اسماء رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے، اسی طرح منکر ونکیر کے سوال کرنے پر ایمان لانا واجب وضروری ہے۔

اس مختصر سی توضیح سے معلوم ہوا کہ عذابِ قبر اور منکر ونکیر کے سوال بالکل حق اور فرض لازم ہیں، تمام ائمہ اہل السنہ والجماعہ اس کے قائل ہیں، اس کا انکار صرف معتزلہ اوران کے حواریوں نے کیا ہے۔

امام ابوالحسن الاشعری رقمطراز ہیں۔

((واختلفوا فی عذاب القبر، فمنهم من نفاه، وهم المعتزلة والخوارج، ومنهم من اثبته، وهم اکثر اهل الاسلام)) ❷

---

❶ الاقتصاد فی الاعتقاد: ۱۷۲ تا ۱۷۵

❷ مقالات الاسلامیین: ٤/ ١١٦

''عذاب قبر کے متعلق اختلاف کی نوعیت یہ ہے کہ معتزلہ اور خوارج نے اس کا انکار کیا ہے، اہل اسلام کی اکثریت اس کی قائل ہے۔'' نیز دیکھیں **لوائح الانوار السنية ولواقح الأفكار السُّنية: ۲/ ۱۵۰.**

یہ تھیں نصوص شرعیہ اور آئمہ اہل سنت کے مختصر اقوال جو اس عقیدہ جازمہ پر دال ہیں۔ جو لوگ قرآن کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اقوال وافعال اور تقریرات کے بالکلیہ منکر ہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، اور اسی طرح جو لوگ نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ کئی ایک احادیث کے منکر ہوں، اور ان کا استہزاء کرتے ہوں، تو وہ بھی دائرہ اسلام سے نکل جاتے ہیں اس لیے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ اور آپ پر نازل کردہ شریعت پر ایمان لانے کا حکم ہے، اور وہ اس نازل شدہ شریعت کا انکار واستہزا کرتے ہیں، نبی ﷺ کی بیان کردہ احادیث منزل من اللہ ہیں، جیسا کہ **صحیح البخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم، رقم: ۱۱۸** سے معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ کہ غلام احمد پرویز اور اس کی ڈگر پر چلنے والے لوگوں کے بارے میں کئی ایک آئمہ حدیث ومفتیان شرع اور منبر ومحراب کے وارثین نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ جس کی تفصیل ماہنامہ محدث اشاعت خاص فتنہ انکار حدیث ص: ۱۰۹ تا ۱۱۴ میں موجود ہے۔

اور جو لوگ علم حدیث سے نابلد ہیں اور ان کے معانی ومفاہیم سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں، یا نفسانی خواہش وآراء کے پیچھے لگ کر نصوص کی تاویل کرتے ہیں، تو ایسے لوگ فاسق وفاجر اور ظالم ہیں، ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے مروی فرقوں والی حدیث کی شرح میں امام خطابی فرماتے ہیں:

وفيه ان المتأوّل لا يخرج من الملة وان اخطا فى تأوله . ❶

''بلاشبہ تاویل کرنے والا ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوگا، اگرچہ اس نے اپنی تاویل میں خطا کی ہو۔''

---

❶ معالم السنن للخطابى مع مختصر سنن ابى داود: ۷/ ٤ تحت، رقم: ٤٤٢٩

امام بخاری نے صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل فھو کما قال، اور باب من لم یر اکفار من قال ذلک متاولا او جاھلا، اور کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالھم، باب ما جاء فی المتاولین میں بھی یہی بات سمجھائی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے فتح الباری ۱۲/ ۳۰۴، ۱۰/ ۵۱۴، ۱۰/ ۵۱۵ وغیرہ شروحات حدیث ملاحظہ ہوں۔

بہرکیف جو شخص احادیث ثابتہ صحیحہ کا منکر اور ان کا استہزاء کرتا ہے تو اس پر علماء نے فتویٰ کفر عائد کیا ہے۔ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ جہم کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((اصل الجهم الانكار بعذاب القبر وبقول القرآن مخلوق، فمن قال هذا فهو مبتدع، ضال، واجمع اهل العلم من اهل السنة ان القرآن كلام الله غير مخلوق، وان عذاب القبر حق، وسوال منكر ونكير حق، فمن قال غيره فهو كافر . ❶

’’جہم کی اصل (تعریف) یہ ہے کہ وہ عذاب قبر کے منکر ہیں اور قرآن کو مخلوق کہتے ہیں پس جس کسی نے بھی یہ بات کہی وہ بدعتی ہے، گمراہ ہے، اور تمام اہل علم کا اہل سنت میں سے اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن اللہ کی کلام ہے، نہ کہ مخلوق، اور یقین کرلو کہ عذاب قبر حق ہے اور منکر ونکیر کے سوال بھی حق ہیں، پس جس کسی نے اس کے علاوہ کہا سو وہ کافر ہے۔‘‘

اور جو مؤول یا جاہل ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی بلکہ تجہیل و تفسیق کی ہے۔

هذا ما عندى والله اعلم بالصواب وعلمه اتم واكمل

ابو الحسن مبشر احمد ربانی عفا اللہ عنہ

رئیس مرکز ام القریٰ A/ ۲۶۶ جی بلاک سبزہ زار، لاہور

حافظ صلاح الدین یوسف ❷ حفظہ اللہ کی رائے

قرآن وحدیث سے ثابت مسلّمات اسلامیہ کا انکار بلاشبہ کفر تک پہنچا دینے والا عمل

---

❶ کتاب التوحید، ص: ۳۳، طبع مصر: ۱۹۳۷

❷ مؤلف تفسیر احسن البیان، مصنف کتب کثیرہ، مدیر شعبہ تحقیق وتالیف وترجمہ دارالسلام، لاہور

ہے، اور عذاب قبر کا مسئلہ بھی اجماعی اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ بنابریں اس عقیدے کے منکر کا ایمان شدید خطرے میں ہے، اسے اس عقیدہ فاسدہ سے فوراً توبہ کر لینی چاہیے۔ تاہم کوئی فرقہ اس قسم کے مسلّمات کے انکار کو اپنا امتیاز بنالیتا ہے تو اس کو سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیے، پھر بھی وہ نہ سمجھے تو فتویٰ بازی کی بجائے اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔ عالم اسلام میں متعدد فرقے ہیں جو کفریہ اور شرکیہ عقائد کے حامل ہیں، اور دن بدن اس قسم کے فرقوں میں اضافہ ہی ہو رہا ہے، ہماری ذمہ داری صرف یہی ہے کہ کفریہ اور شرکیہ عقیدوں کی وضاحت اور ان کے حاملین کی اصلاح کی کوشش کرتے رہیں۔ باقی معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ بہر حال ایسے لوگوں کا خاتمہ بالا یمان یقیناً مشکوک ہے۔ ھداھم اللہ تعالی واعاذنا۔ والسلام صلاح الدین یوسف

شیخ الحدیث عبداللہ امجد چھتوی ☆ حفظہ اللہ کی رائے

عذابِ برزخ برحق اور ایمانی جز ہے جس کا قطعی منکر واقعی دائرہ اسلام سے خارج ہے چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

① ...... ﴿ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ﴾ [سورة نوح]

② ...... ﴿ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ﴾ [سورة المؤمن]

③ ...... نیز سورۃ انعام آیت ۹۴ ملاحظہ کریں۔

اسی طرح متعدد احادیث صحیحہ سے عذاب برزخ متحقق ومتعین ہے۔ لہٰذا ان کا صریح انکار کفر اور خروج از دائرہ اسلام ہے، مگر کوئی صریح انکار نہ کرے اور اس کی تاویلات کر کے مؤولین میں شامل ہو جائے تو اس پر کفر کا فتویٰ لگانے سے پرہیز کریں۔ اجمالاً عذاب وثواب قبر پر ایمان لانا ضروری ہے اس کی تفصیل میں جانا کہ عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہے یا روح کے ساتھ جسم کو بھی۔ اس کی تفصیل کے ہم شرعاً مکلّف نہیں ہیں۔ مگر جو لوگ ان کے سامنے کوئی مانع موجود ہیں تو آج کل سائنس کی ترقی نے ان سب موانع کا ازالہ کر دیا

☆ شیخ الحدیث مرکز الدعوۃ السلفیہ ستیانہ بنگلہ، فیصل آباد

ہے۔ مثلاً: گاڑی چاند پر پہنچی ہوئی ہے اور اس کا کنٹرولر زمین پر بیٹھا ہوا ہے، اتنے بُعد اور فاصلے کے باوجود اس کا مسلسل رابطہ اس گاڑی کے ساتھ قائم ہے، تو کیا اللہ تعالیٰ روح اور جسم کے بُعد کے باوجود ان کے درمیان رابطہ قائم کرنے کی قدرت نہیں رکھتا؟ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ﴿علی کل شیء قدیر﴾ ہے۔ والسلام: عبداللہ امجد، ستیانہ بنگلہ، فیصل آباد

حافظ عبدالوہاب روپڑی ☆ حفظہ اللہ کی رائے

فتنہ انکار حدیث تاریخ اسلام میں سب سے پہلے دوسری صدی ہجری و آٹھویں صدی عیسوی میں خوارج اور معتزلہ نے شروع کیا، کیوں کہ خوارج جن انتہا پسندانہ نظریات کے حامل تھے، سنت یعنی حدیث کو قبول کرنے کی وجہ سے ان کی بلند و بالا عمارت زمین بوس ہو جاتی اسی لیے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے اور ان کے قتل کے درپے رہتے، اس بنا پر انھوں نے سنت یعنی حدیث کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح معتزلہ نے یونانی فلسفہ سے مرعوب ہو کر حدیث کی حجیت سے انکار کر دیا، کیوں کہ انھوں نے فلسفہ کے نام پر آنے والی ہر چیز کو عقل کا تقاضا سمجھتے ہوئے احادیث کی تاویل کی، تاکہ اس کو فلسفہ کے ہم آہنگ کر دیا جائے، جب ان کو اس بات میں ناکامی ہوئی تو انھوں نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناقابل حجت قرار دے دیا، اس کے بعد انیسویں صدی عیسوی میں ہندوستان سے مسلمانوں کو اقتدار سے محروم ہونا پڑا اور ان کی معیشت کی کمر ٹوٹی، تو فاتح قوم نے اپنے عقائد اور نظریات مسلمانوں پر مسلط کیے جن سے بعض مسلمانوں نے مرعوب ہو کر ایسے نظریات اور روشن خیال تصور کرتے ہوئے قرآنِ مجید کو ہی صرف دین اسلام کا ماخذ قرار دیا، کیوں کہ حدیث رسول ان کی خواہشات کی تکمیل میں حائل تھی، انھوں نے تکمیل خواہشات کے لیے حدیث رسول کا انکار کیا، حالاں کہ حدیث رسول کی حجیت قرآنِ مجید سے ثابت ہے قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾

☆ فاضل ام القریٰ مکہ مکرمہ، سعودی عرب، نائب شیخ الحدیث جامعہ اہل حدیث، لاہور

''جس چیز کا حکم تم کو رسولِ کریم ﷺ دیں اس پر عمل کرو، اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔''

اب رسول جس چیز کا حکم دے گا وہ حدیث رسول ﷺ اور سنت رسولِ مقبول ہے۔ ﴿وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ ''جس نے اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم ﷺ کی اطاعت کی پس تحقیق وہ کامیاب ہوگیا، بہت بڑا کامیاب ہونا۔'' اسی طرح قرآنِ مجید میں ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ﴾

''اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، تم سنتے اور جانتے ہو، اس سے روگردانی مت کرو۔''

رسول اللہ ﷺ جو حکم دیں اس کی تعمیل کرنا اور جس پر عمل کریں اس پر عمل کرنا اطاعت ہے اور یہی چیز سنت اور حدیث کے نام سے موسوم ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت مستقل ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی مستقل حیثیت رکھتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی مستقل حیثیت اسی وقت ہوسکتی ہے جب حدیث کو قرآن کی طرح حجت مانا جائے ورنہ اطاعت رسول کو مستقل حیثیت قرار نہیں دیا جاسکتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ [النور]

''جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی آفت نہ آجائے، یا ان کو کوئی دردناک عذاب پہنچے۔''

یہاں حدیث رسول ﷺ کے انکار پر دردناک عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ گویا قرآن اور حدیث لازم وملزوم ہیں، ان میں سے ایک کا انکار کرنے سے دوسرے کا انکار لازم آئے گا۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کا کلی طور پر انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔ اسی طرح عذاب قبر بھی قرآنی نص اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ نص قرآنی ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ

الظَّالِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴾ ''ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ دنیا اور آخرت کی زندگی میں مضبوط رکھتا ہے۔''

صاحب تفسیر خازن علامہ علاؤ الدین علی بن محمد فرماتے ہیں:

فی الحیوة الدنیا یعنی فی القبر عند السوال، وفی الاخرة یعنی یوم القیمة عند البعث والحساب، وهذا القول واضح، ویدل علیها ما روی عن البراء بن عازب قال سمعت رسول الله ﷺ یقول: ((ان المسلم اذا سئل فی القبر یشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله فذلک ﴿ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ﴾ قال نزلت فی عذاب القبر)) [1]

''قرآنِ کریم میں فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا سے قبر میں سوال کا وقت اور آخرت سے مراد قیامت کے روز دوبارہ اٹھایا جانا اور حساب وکتاب کا ہونا مراد ہے، اور یہ قول بڑا واضح ہے، اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، اس پر حضرت براء بن عازب کی روایت دلالت کرتی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ ﷺ فرماتے تھے: ''جب مسلمان سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اسی چیز پر یہ قرآنی آیت یعنی ﴿ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ﴾ دلالت کرتی ہے اور یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾

''آلِ فرعون کو صبح اور شام کے وقت آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔ قیامت تک وہ سخت

---

[1] تفسیر الخازن، جلد:۳، ص:۳٤

عذاب میں رہیں گے۔“

((قال ابن مسعود: ارواح آل فرعون فی اجواف طیور سود یعرضون علی النار کل یوم مرتین، تغدو وتروح الی النار، ویقال یا آل فرعون! ھذہ منازلکم حتی تقوم الساعۃ، وقیل تعرض روح کل کافر علی النار بکرۃ وعشیا ما دامت الدنیا .))

”ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آل فرعون کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹوں میں، جو ہر روز دو مرتبہ آگ پر پیش کی جاتی ہیں، ان کو کہا جاتا ہے: اے آل فرعون! قیامت کے قائم ہونے تک تمہاری یہی جگہ ہے۔ صبح اور شام کافر کی روح کو آگ پر پیش کیا جاتا ہے جب تک دنیا قائم رہے گی۔“

اس آیت کے بعد صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں:

((ویستدل بھذہ الایۃ علی اثبات عذاب القبر)) یہ آیت عذاب قبر کے اثبات پر دلالت کرتی ہے۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نص مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر فصل اول میں ہے:

((عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت، نزلت فی عذاب القبر، یقال لہ من ربک فیقول ربی اللہ ونبی محمد))

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿ یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت ﴾ عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی، انسان کو کہا جاتا ہے، تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ اور میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

عذابِ قبر قرآن اور حدیث کی نصوص سے ثابت ہے جس کا انکار کرنا قرآنی نصوص اور حدیث رسول کا انکار ہے۔

① ......اب ہم فی نفسہ مسئلہ کی طرف آتے ہیں۔ عذابِ قبر کے منکرین دو طرح کے ہیں۔ بعض تو وہ ہیں جو کلیۃ قرآنی نصوص اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں، وہ تو دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّھُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَرِھُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَھُمْ ﴾

''جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے ہلاکت ہو اور ان کے اعمال ضائع ہو گئے، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ چیز کو ناپسند جانا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال بھی ضائع کر دیے۔''

ایمان کا تعلق بھی عمل سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی سے نفرت کرنے اور اس کا انکار کرنے سے ایمان سلامت نہیں رہتا، ضائع ہو جاتا ہے۔ انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

② ...... جو قرآنی نصوص اور احادیث رسول کا کلی طور پر انکار تو نہیں کرتے لیکن ان کی غلط تاویل کرتے ہیں ان کو کافر نہیں کہہ سکتے، ان کو فاسق، فاجر، گمراہ وغیرہ کہا جا سکتا ہے۔ [1]

ایک نامعلوم عالم ★ کی رائے

عذابِ قبر کتاب و سنت کے بے شمار دلائل سے ثابت ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے، عقلی طور پر بھی اسے تسلیم کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ عذابِ قبر کے بارے میں احادیث اس قدر کثرت سے ثابت ہیں کہ کئی ایک محدثین کے بقول یہ حدِ تواتر تک پہنچی ہوئی ہے، لہٰذا اگر یہ احادیث صحیح نہیں تو پھر دین کی کوئی بات بھی صحیح نہیں ہے۔ ماضی میں بعض ملحدین زندیقوں، خوارج اور بعض معتزلہ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ قرآنِ مجید میں عذابِ قبر کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس کا ذکر صرف اخبارِ آحاد میں ہے۔ علمائے سلف نے بحمد اللہ ان کی مضبوط و محکم دلائل کے ساتھ بھرپور تردید کی ہے۔ تفصیل کے لیے امام ابن قیم کی کتاب الروح کا مطالعہ فرمائیں۔ قرآنِ مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث، ج:۴۹، ش:۱۹، ص:۶، ۷

★ یہ خط مجھے ۲۰۰۵/۸/۵ کو ملا جس پر میرا سوال بھی درج ہے اور ساتھ اس کا جواب بھی۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ یہ جواب کس عالم کی طرف سے دیا گیا ہے۔

﴿ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ قف اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾

''آتش (جہنم) کہ صبح وشام اس کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور جس روز قیامت برپا ہوگی (حکم ہوگا) فرعون والوں کو سخت عذاب میں داخل کرو۔''

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کریمہ کے تحت لکھا ہے:

((وهذا الاية اصل كبير فى استدلال اهل السنة على عذاب البرزخ فى القبور))

''اہل سنت کے نزدیک قبروں میں عذاب برزخ کے استدلال کے لیے یہ آیت کریمہ ایک بہت بڑی دلیل ہے۔'' بہرحال قرآنِ مجید اور بہت سی احادیث مبارکہ...... مشکوٰۃ شریف کے باب اثبات عذاب القبر میں پندرہ احادیث مذکور ہیں...... سے عذاب قبر ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث مبارکہ کا انکار کرے وہ بلاشبہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

شیخ الحدیث ابوانس محمد یحییٰ گوندلوی ★ کی رائے

اس میں ذرہ برابر شک اور تردد نہیں کہ قبر میں صاحب ایمان کا جنت کی بعض نعمتوں سے مستفید ہونا، اور فاسق اور فاجر کا مختلف انواع عذاب وسزا سے اذیت اٹھانا بالکل حق ہے، جس کی تائید قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اہل سنت ......دور صحابہ کرام سے لے کر آج تک...... اس کے برحق ہونے کے قائل چلے آ رہے ہیں، اور یہ اہل سنت والجماعت کا اتفاقی عقیدہ ہے جس میں اصولاً کبھی اختلاف واقع نہیں ہوا۔

ہاں البتہ معتزلہ اور بعض دیگر بدعتی اور گمراہ فرقوں نے جیسے بہت سے اسلامی عقائد واحکام کا انکار کیا تھا ان کے ساتھ انھوں نے عذاب قبر کا بھی انکار کیا ہے، ان کے انکار کی وجہ

★ شارح ترمذی، ابن ماجہ، مصنف کتب کثیرہ، شیخ الحدیث جامعہ تعلیم القرآن والحدیث ساہووالہ، سیالکوٹ

توبیّن ہے کہ وہ اسلامی عقائد کو نصوص کے بجائے اپنی عقل پر پرکھتے تھے، گو وہ کتاب وسنت پر عمل کے داعی تو تھے لیکن عملاً معاملہ اس کے برعکس تھا، وہ نصوص کو عقل پر پرکھتے تھے عقل کو نصوص پر نہیں۔ گویا کہ ان کے ہاں معیار اور میزان عقل تھا کتاب وسنت نہیں۔ انھوں نے اپنی عقل کو تحفظ دینے کی خاطر چند اصول وضع کر رکھے تھے جن سے وہ بہانہ بنا کر اپنے عقائد کے خلاف آمدہ صریح نصوص کا انکار کر دیتے۔ کتاب اللہ کا چوں کہ صریحاً انکار ممکن نہیں تھا، کیوں کہ اس سے تو ایک مسلمان کی نظر میں بھی وہ دائرہ اسلام سے خارج تصور ہو سکتے تھے، اس لیے انھوں نے نامناسب تاویلات کا دروازہ کھولا اور اس دروازے سے داخل ہو کر وہ کتاب اللہ کا انکار کر دیتے، لیکن انکار کا طریقہ اتنا پر کشش ہوتا کہ بڑے بڑوں کی عقلیں حیرت زدہ رہ جاتیں۔ حدیث کے انکار کے لیے تو ایک آسان راستہ اختیار کیا کہ **کل حدیث یخالف کتاب اللہ فھو مردود** ہر وہ حدیث جو کتاب اللہ کے خلاف ہو، وہ مردود اور ناقابل قبول ہے۔ یہ اصول کیا تھا ان کے عقائد کے لیے ایک ڈھارس ہے، ہر وہ حدیث جو ان کو اپنے نظریہ کے خلاف نظر آتی اسے فوراً کتاب اللہ کے خلاف قرار دے کر رد کر دیا اور پھر مطمئن ہو گئے کہ ہم نے اس حدیث کو ٹھکرا کر حق کا تحفظ کیا ہے۔ ان کے اس اصول میں کتنی قباحتیں ہیں ان کی تفصیل بیان کرنے کا محل نہیں، ہاں جو صاحب تفصیل چاہتے ہیں وہ ہمارا مقالہ ''قرآن وحدیث میں تعارض نہیں'' ملاحظہ فرمائیں۔

عذابِ قبر کے انکار کی وجہ بھی ان کا یہی اصول ہے کہ وہ حیات برزخیہ کو تسلیم نہیں کرتے، کیوں کہ اسے وہ ماوراء العقل تصور کرتے ہیں، اور پھر اپنے اس ناقص تخیل کو بعض آیات کا سہارا مہیا کرتے ہیں جن میں مرنے کے بعد پھر دوبارہ قیامت کو اٹھائے جانے کا ذکر ہے، حالاں کہ عالم برزخ عالم اخروی سے جدا ہے، جس کی اپنی مستقل حیثیت ہے، جیسا کہ عالم دنیا ہے اس کی اپنی ایک مستقل حیثیت ہے۔

ہمارے دور کے وہ احباب جو قبر میں جزا وسزا کے قائل نہیں ہیں یہ بھی اپنے سابقہ دور حضرات کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ جو اعتراضات متقدمین منکرین کرتے تھے یہ حضرات بھی انھیں اعتراضات کو نیا جامہ پہنا کر پیش کر رہے ہیں، البتہ ان میں ایک یہ خوبی بھی پیدا ہو چکی

ہے کہ یہ احادیث کا صرف انکار ہی نہیں بلکہ ان سے استہزاء بھی کرتے ہیں۔

کراچی میں مجلس احباب کے نام سے مختلف عناوین کے نام سے طبع شدہ بعض رسائل راقم تک پہنچے ہیں، جن کے ٹائٹل اور عنوان اتنے پرکشش ہیں کہ آدمی دیکھتے ہی ورطہ حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ لیکن جب انھیں پڑھا جائے تو اکثر رسائل کی تان یہاں ہی آ کر ٹوٹتی ہے کہ عذابِ قبر ایک افسانہ ہے جسے مولویوں نے زیب داستان کے لیے گھڑا ہے۔

اس مختصر جواب میں ان رسائل پر بحث مقصود نہیں، ان شاء اللہ ان پر تفصیلی جائزہ کسی دوسری مجلس میں پیش کریں گے، البتہ اتنی گزارش ضرور کر دیتے ہیں کہ ان رسائل کا انداز فکر سلف صالحین کے فکر سے بالکل جدا ہے، بلکہ ان کو جاہل یا پھر دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے مترادف ہے۔

اہل سنت اور عذاب

عہد صحابہ سے لے کر آج تک کوئی عالم ایسا نہیں ہوا جو کتاب وسنت کو حجت مانتا ہو اور اپنی رائے اور قیاس کو کتاب وسنت کے تابع سمجھتا ہو تو اس نے عذاب قبر کا انکار کیا ہو۔ انکار ممکن بھی کیسے ہوسکتا ہے جب کہ کتاب وسنت کے صریح دلائل اس بارہ میں دوپہر کے سورج سے بھی زیادہ چمکدار اور روشن ہیں۔ ملاحظہ ہو قرآنِ کریم **سورت الانعام، آیت نمبر: ۹۴، ۹۵، سورت الانفال، آیت نمبر: ۵۰، ۵۱ ۔اور سورت الغافر آیت نمبر: ۴۵، ۴۶ ۔**

سورت الغافر کی آیات میں فرمایا:

﴿ وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ۚ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۟ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾

''آلِ فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا۔ یہ صبح اور شام کے وقت آگ پر پیش کیے جاتے ہیں، اور قیامت کے دن (کہا جائے گا) آلِ فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو۔''

اس آیت نے واضح کر دیا کہ آلِ فرعون کو عذاب نے اپنی گرفت میں لے لیا تھا اور وہ

آج تک آگ کے اسی عذاب میں مبتلا ہیں۔تو یہ آیت عذاب قبر پر دو طرح سے دلالت کرتی ہے۔

اولاً: حَاقَ ماضی کا صیغہ ہے جو زمانہ ماضی میں وقوع ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور یُعْرَضُوْنَ فعل مضارع ہے جو زمانہ حال پر دال ہے، یہاں حال سے استقبال مراد نہیں لیا جا سکتا اس لیے کہ زمانہ استقبال کی حالت وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ میں ظاہر ہو رہی ہے جس کا معنی یہ ہے کہ دنیا میں آل فرعون کو آگ کے جس عذاب نے گھیرا ہے وہ ہے تو عذاب ہے لیکن آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں ہلکا ہے، اور جب قیامت کا دن ہوگا تو پھر ان کو سخت عذاب میں داخل کیا جائے گا۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ دو عذاب ہیں جو زمانہ اور کیفیت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اگر دونوں کو ایک سمجھا جائے تو پھر قرآن کے اسلوب کی نفی لازم آئے گی اور واؤ جو ترتیب کے لیے آتی ہے وہ بے فائدہ ہو کر رہ جائے گی۔

ثانیاً: خود آیت کے الفاظ ﴿ غدوا وعشيا ﴾ دلالت کرتے ہیں کہ یہ دو عذاب ہیں جن کا زمانہ بھی الگ الگ ہے، اس لیے کہ قیامت میں غدو اور عشی یعنی رات اور دن کا دنیاوی نظام نہیں ہوگا۔

عذابِ قبر کے اثبات میں احادیث تو بلاشبہ متواتر ہیں۔ حدیث کی معتبر کوئی ایسی کتاب نہیں جس میں اس بارہ میں صحیح احادیث منقول نہ ہوں، اگر ان تمام احادیث کو یکجا کیا جائے تو بلاشبہ ایک ضخیم کتاب تیار ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آئمہ محدثین نے اس بارہ میں مروی احادیث کو متواتر قرار دیا ہے۔ سعودی عرب کے "فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء" کو بھی عذابِ قبر کے بارہ میں ایک تفصیلی استفسار موصول ہوا جس کا فتویٰ اللجنۃ نے تقریباً (۱۱) صفحات میں بڑا مفصل جواب دیا جو نہایت قابل مراجعت ہے۔ اس میں فرماتے ہیں:

قد تواترت الاخبار عن رسول الله ﷺ في ثبوت سوال الميت في قبره، وثبوت نعيمه فيه او عذابه، حسب عقيدته وعمله بما لا يدع مجالاً للشك في ذلك، ولم يوت عن الصحابة رضي الله

عنهم فی ثبوت ذلک خلاف، ولذا قال بثبوته اهل السنة والجماعة .

''اور تحقیق قبر میں میت سے سوال اور حسب عقیدہ وعمل اس کی نعمتوں اور عذاب کے ثبوت میں رسول اللہ ﷺ سے متواتر احادیث منقول ہیں، اس بارہ میں شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی، کسی ایک صحابی سے بھی اس کے خلاف کچھ منقول نہیں (بلکہ تمام صحابہ کرام اس مسئلہ میں متفق تھے) اسی بنا پر اہل سنت والجماعت اس مسئلہ کو تسلیم کرتے ہیں۔''

امام نووی شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں:

((تظاهرت به الاحاديث الصحيحة عن النبی ﷺ من رواية جماعة من الصحابة فی مواطن كثيرة، ولا يمتنع فی العقل ان يعيد اللّٰه تعالٰی الحياة فی جزء من الجسم، ويعذبه، واذا لم يمنعه العقل، وورد الشرع به، وجب قبوله واعتقاده . ❶

''اس بارہ میں نبی ﷺ سے مروی احادیث بڑی ظاہر اور واضح ہیں جن کو بہت سے مقامات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ یہ بات عقل کے خلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم کے کسی جز میں زندگی لوٹائے اور اسے عذاب اور سزا دے، جب یہ عقلاً ممنوع نہیں تو بلاشبہ شرع بھی اسی کے اثبات میں وارد ہوئی ہے جس کا قبول کرنا اور اس کے مطابق عقیدہ رکھنا واجب ہے۔''

ملا علی قاری حنفی شارح مشکوٰۃ المصابیح فرماتے ہیں:

ان اهل الحق اتفقوا على ان اللّٰه تعالٰی يخلق فی الميت نوع حياة فی القبر قدر ما يتألم او يتلذذ . ❷

---

❶ شرح نووی علی مسلم، ص:٣٨٦، ج:٢

❷ شرح الفقه الاکبر، ص:١٢٠، طبع کراچی

''تمام اہل حق کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر میں، میت میں اس حد تک زندگی کی کوئی نوع پیدا کرتا ہے جس سے میت تکلیف محسوس کرتی ہے یا لذت حاصل کرتی ہے۔''

علامہ طحاوی فرماتے ہیں:

وبعذاب القبر لمن كان له اهلاً، وسوال منكر ونكير فى قبره عن ربه ودينه ونبيه على ما جاء ت بَه الاخبار عنْ رسول الله ﷺ وعن الصحابة رضوان الله عليهم . ❶

''جو شخص عذاب کا اہل ہو اس کو قبر میں عذاب ہونے پر عقیدہ رکھنا، اسی طرح منکر اور نکیر کا مرنے والے سے اس کے رب، دین اور نبی کے بارہ میں سوال کرنے کا عقیدہ رکھنا، کیوں کہ اس بارہ میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعدد احادیث مروی اور ماثور ہیں۔''

عقیدہ طحاویہ کے شارح، مسند احمد ص: ۲۸۷، ج: ۴ وابوداؤد حدیث: ۴۷۵۳ کی ایک طویل حدیث جس میں میت میں روح کا لوٹایا جانا اور فرشتوں کا اس سے سوال کرنا مذکور ہے، کے بعد فرماتے ہیں:

ذهب الى موجب هذا الحديث جميع اهل السنة والحديث . ❷

تمام اہل سنت اور اہل حدیث کا بھی موقف اور مذہب وہی ہے جو کچھ اس حدیث میں بیان ہوا ہے۔ نیز فرماتے ہیں:

وقد تواترت الاخبار عن رسول الله ﷺ فى ثبوت عذاب القبر ونعيمه لمن كان لذلك اهلاً، وسوال الملكين فيجب اعتقاد ثبوت ذلك، والايمان به، ولا نتكلم فى كيفيته اذ ليس للعقل وقوف على كيفيته لكونه لا عهد له به فى هذا الدار، والشرع لا

---

❶ شرح العقيدة الطحاويه، ص: ۱۹۶

❷ ص: ۳۹۸

یاتی بما تحیله العقول، ولکنه قد یاتی بما تحار فیه العقول فان عود الروح الی الجسد لیس علی الوجه المعهود فی الدنیا بل تعاد الروح الیه اعادة غیر الاعادة الما لوفة فی الدنیا . ❶

’’عذاب قبر اور اس کی نعمتوں کے ثبوت میں جو اس کا اہل ہو، اسی طرح فرشتوں کا میت سے سوال کے ثبوت میں رسول اللہ سے متواتر احادیث مروی ہیں، جن کے ثبوت کا عقیدہ اور ان پر ایمان رکھنا واجب ہے، (عذاب یا نعمت کیسے ہوتی ہے؟) اس کی کیفیت کے بارہ میں کلام جائز نہیں کیوں کہ اس کی کیفیت کا ادارک عقل سے باہر ہے، اس لیے کہ اس جہاں سے (مرنے سے پہلے) کوئی واسطہ نہیں پڑتا (کہ اس کی کیفیت معلوم ہو سکے) شرع میں کوئی بات ایسی نہیں جسے عقل محال سمجھے۔ ہاں بسا اوقات شریعت کوئی ایسا حکم بیان کرتی ہے جس میں عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔ قبر میں روح کا جسم میں لوٹانا ایسے نہیں جیسا کہ دنیا میں جسم میں روح ہوتا ہے بلکہ اسے ایسے طریقے سے لوٹایا جاتا ہے جو دنیا میں غیر مالوف ہے۔

اس تمام بحث سے واضح ہوا کہ عذاب قبر کا ثبوت قرآن وحدیث کے واضح نصوص سے ہے اور یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تمام آئمہ اہل سنت کا عقیدہ ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ ان نصوص کا انکار کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہے کیوں کہ اس سے قرآن وحدیث کے متعدد نصوص کا انکار لازم آتا ہے۔ اگر یہ انکار جہالت یا نامناسب تاویل کی بنا پر ہے تو یہ بھی جائز نہیں، اگر انکار حق کے ٹھکرانے اور اھواء پر ہے کہ حق واضح ہونے کے باوجود عقلی، خودفریبی اور اپنے غلط موقف پر بلاوجہ اصرار ہے تو ایسا شخص قرآن وحدیث کے نصوص کا منکر ہونے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ

---

❶ شرح عقیدہ طحاویہ، ص: ۳۹۹

الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ❶

''کہہ دو تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، پس اگر تم پھر جاؤ تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں فرماتے۔''

اس آیت کریمہ نے واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ (قرآنِ کریم) اور رسول اللہ (احادیث صحیحہ) کی اطاعت لازم ہے، جو اس سے منحرف ہوتا ہے اس کا شمار کفار میں سے ہوتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا عقیدہ اور عمل کتاب وسنت کے موافق اپنانے کی توفیق دے اسی میں ہماری نجات اور بھلائی ہے۔

واللہ الموفق بالصواب

کتبہ ابوانس محمد یحییٰ گوندلوی......۱۲ستمبر ۲۰۰۵ء

مدیر جامعہ تعلیم القرآن والحدیث ساہووالہ، سیالکوٹ

حافظ زبیر علی زئی ☆ حفظہ اللہ کی رائے

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ......امابعد!

جو شخص عذاب کا مستحق ہے، اسے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے (اعاذنا اللہ منہا) یہ عقیدہ قرآنِ مجید، احادیث متواترہ، اجماع اور آثار سلف صالحین سے ثابت ہے۔ دیکھیے ''عذاب القبر للبیہقی'' [ص: ۱ تا ۱۵۸] وعام کتب عقائد اہل سنت۔ والحمد للہ

اس عقیدہ صحیحہ کا انکار کرنے والے دو شخص میں:

① ......کافر، جو قرآن وحدیث کا منکر ہے۔

② ......سخت گمراہ، (ضالّ ومضل، بدعتی) جو احادیث متواترہ اور اجماع کا بذریعہ تاویلاتِ باطلہ، مخالف ہے۔

جو شخص تمام احادیث صحیحہ کو بغیر کسی تاویل کے جھوٹی اور من گھڑت قرار دیتا ہے۔ ایسا

---

❶ ۳/ آل عمران: ۳۲

☆ محقق شہیر، مصنف کتب کثیرہ، مدیر ماہ نامہ ''الحدیث'' حضرو ضلع اٹک

شخص ملحد، زندیق، بے دین اور کفر کا داعی ہے۔ ایسے شخص کو مسلمان کہنا احادیث صحیحہ و متواترہ کے ساتھ مذاق کے مترادف ہے۔ **وما علینا الا البلاغ**

حررہ: حافظ زبیر علی زئی، مدرسۃ اہل الحدیث، حضرو ضلع اٹک، ۹/ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ

مفتی شیر محمد علوی☆ حفظہ اللہ کی رائے

قبر کی راحت اور اس کا عذاب قرآن پاک اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اور اہل سنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے، البتہ معتزلہ جو کہ ایک گمراہ فرقہ ہے وہ اس کا انکار کرتا ہے۔ اس لیے اہل سنت والجماعت کے اکابر نے اس کو گمراہ قرار دیا ہے، اور چوں کہ اس فرقہ کا انکار تاویل کی وجہ سے ہے اس لیے اکابر نے اس فرقے کو کافر کہنے میں احتیاط سے کام لیا ہے مگر گمراہ، بہر حال ہے اور اہل سنت والجماعت، اہل حق، سے خارج ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

الجواب الصحیح

مفتی حمید اللہ علوی

رئیس دارالافتاء جامعہ اشرفیہ، لاہور

کتبہ: شیر محمد علوی

خادم دارالافتاء جامعہ اشرفیہ، لاہور۔ ۱۶/ رجب ۱۴۲۷ھ

مفتی ابو احمد نور محمد تونسوی قادری کی رائے

عذابِ قبر یعنی قبر کی زندگی۔ آیات بینہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے، اور اسی پر اجماع امت مستزاد ہے۔ اسی لیے علماء اہل سنت والجماعۃ نے اس عقیدہ کو ضروریاتِ دین میں سے شمار کیا ہے۔ اور اس عقیدہ کے منکر کو کافر قرار دیا ہے۔ چناں چہ علامہ طاہر ابن احمد الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

☆ مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور

ولا یجوز الصلوٰۃ خلف من ینکر شفاعۃ النبی ﷺ، وینکر الکرام الکاتبین، وعذاب القبر، کذا من ینکر الروئۃ، لانہ کافر. ❶

یعنی جو شخص حضور اکرم ﷺ کی شفاعت کا منکر ہو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ اور اسی طرح جو شخص کراماً کاتبین اور عذابِ قبر اور رویئت باری تعالیٰ کا منکر ہے، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ کافر ہے۔

محقق ابن ہمام محمد ابن عبدالواحد الحنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولا یجوز الصلوٰۃ خلف منکر الشفاعۃ، والرؤیۃ، وعذاب القبر، والکرام الکاتبین، لانہ کافر لتوارث ھذہ الامور من الشارع ﷺ. ❷

''یعنی شفاعت، رویئت باری تعالیٰ، عذابِ قبر، اور کراماً کاتبین، کے منکر کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، کیوں کہ وہ کافر ہے۔ اس لیے کہ یہ امور حضور اکرم ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔''

علامہ عبدالشکور سالمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فاما عذاب القبر للمؤمنین من الجائزات، وللکافرین من الواجبات واللہ تعالیٰ یقول ﴿اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا﴾ یعنی فرعون وقومہ، دل انہ کان صحیح فی ای موضع وعلی ای حال ومن انکر ھذا یصیر کافر. ❸

''یعنی عذابِ قبر مومنین کے لیے جائز اور کافروں کے لیے واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''کہ فرعون اور اس کی قوم صبح وشام آگ پر پیش کی جاتی ہے۔'' یہ ارشاد دلالت کرتا

---

❶ خلاصۃ الفتاویٰ، ج:۱، ص:۱۴۹

❷ فتح القدیر، ج:۱، ص:۲۴۷

❸ واللہ اعلم تمہید، ص:۱۲۵

ہے کہ عذاب صحیح ہے۔ جس جگہ میں ہو اور جس حالت میں ہو۔ جو اس کا منکر ہو وہ کافر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

بحر العلوم مولانا عبدالعلی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

منكر الشفاعة لاهل الكبائر، والروية، وعذاب القبر، وكرام الكاتبين كافر. ❶

"یعنی اہل کبائر کے لیے شفاعت کا منکر، رویت باری تعالیٰ کا منکر، عذاب قبر کا منکر، اور کراماً کاتبین کا منکر کافر ہے۔" ❷

فتاویٰ عالمگیریہ ج نمبر: ۲، ص: ۳۰۱ میں بھی عذابِ قبر کے منکر کو کافر لکھا ہے۔

---

❶ رسائل بحر العلوم، ص: ۹۹

❷ مفتی ابو احمد صاحب کی رائے ان کی کتاب "قبر کی زندگی" سے نقل کی گئی ہے۔ مصنف

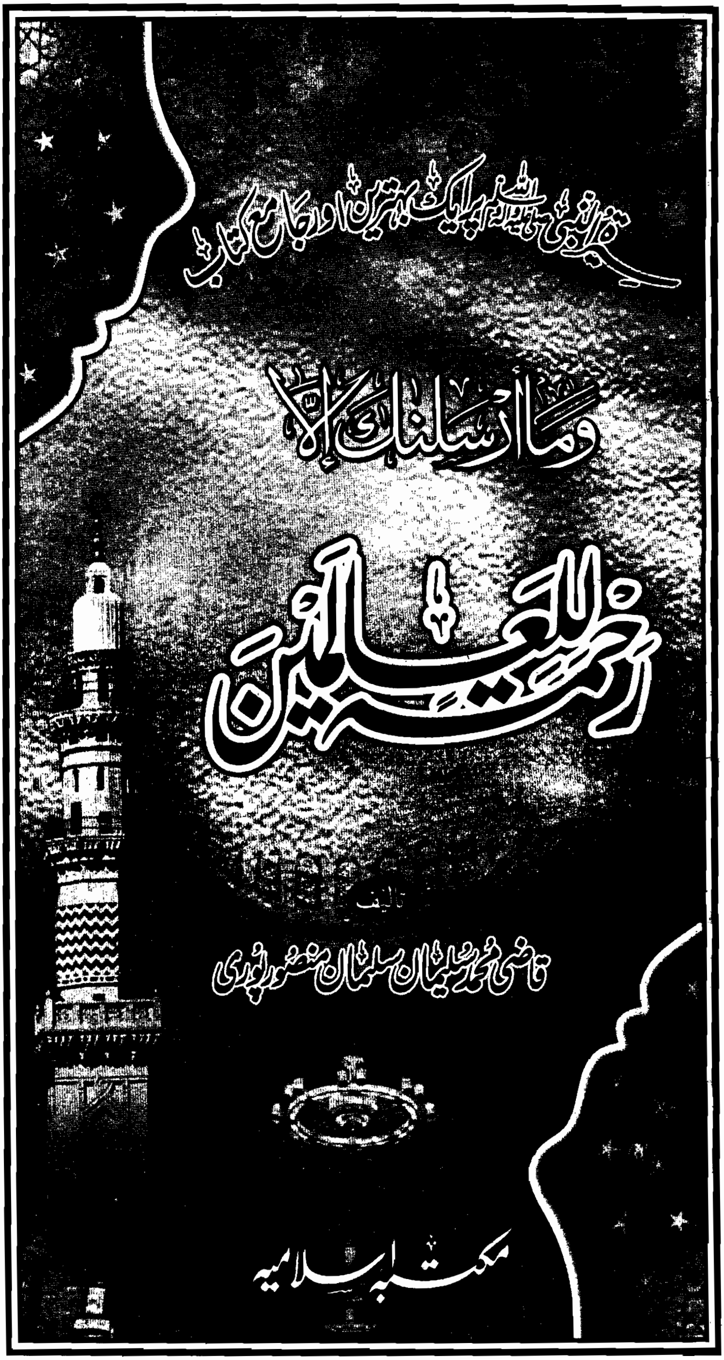
تلبیس ابلیس

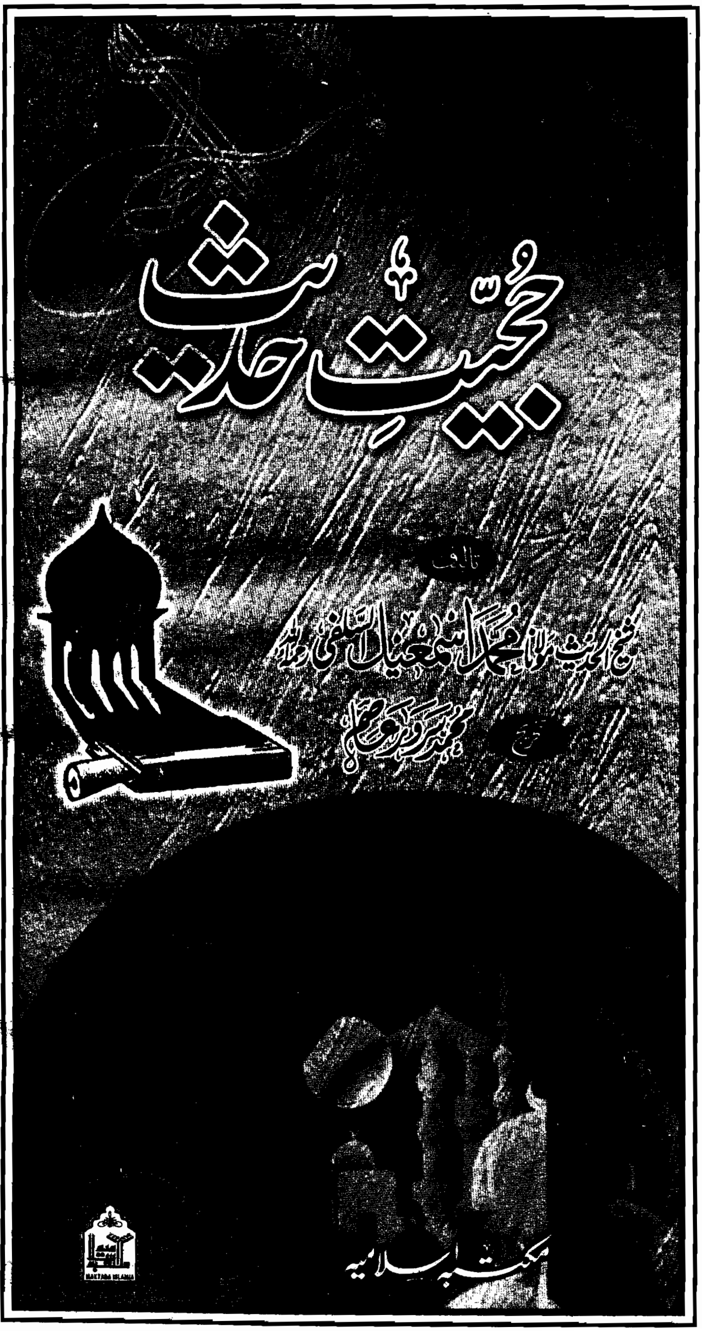
علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ابو محمد عبدالحق اعظم گڑھی

محمد سرور عاصم

مکتبہ اسلامیہ


سیرۃ النبی ﷺ پر ایک بہترین اور جامع کتاب
وما أرسلنك إلا
رحمة للعالمين
تالیف
قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری
مکتبہ اسلامیہ


حجیتِ حدیث
تالیف
شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل السلفی رحمہ اللہ
تخریج
محمد سرور عاصم
MAKTABA ISLAMIA
مکتبہ اسلامیہ